سلسلہ فقہ حنفیہ مطابقِ احادیث نبویہ
تحفہ حنفیہ
مصنفہ
مولانا ابوالبشیر محمد صالح نقشبندی مجددی
قادری رضوی کتب خانہ ۔ گنج بخش روڈ ۔ لاہور

الصلوٰة والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ
وعلیٰ اٰلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مولای صل وسلم دائما ابدا
علی حبیبک خیر الخلق کلہم
ہو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعتہ
لکل ہول من الاہوال مقتحم
محمد سید الکونین والثقلین
والفریقین من عرب ومن عجم
فان من جودک الدنیا وضرتہا
ومن علومک علم اللوح والقلم

سلسلہ فقہ حنفیہ مطابق احادیث نبویہ
تحفہ حنفیہ
جسمیں
فضیلت علم اور علماء، عقائد امام اعظم (فقہ اکبر)، تدوین فقہ، مسئلہ تقلید اور
تذکرہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نیز امام صاحب کے شاگردوں کا مختصر ذکر ہے
مصنف
جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا ابو البشیر محمد صالح نقشبندی مجددی
بن مولوی مست علی حنفی نقشبندی چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ
گدی نشین میتراں والی سیالکوٹ
قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
0333-4383766
042-7213575

نام کتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔ تحفۂ حنفیہ

نام مؤلف ۔۔۔۔۔۔۔۔ علامہ محمد ابوالبشیر صالح نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ

پروف ریڈنگ ۔۔۔۔۔۔۔۔ محمد نعیم اللہ خاں قادری ایم۔اے

اشاعت اوّل ۔۔۔۔۔۔۔۔ 2008

صفحات ۔۔۔۔۔۔۔۔ 328

کمپوزنگ ۔۔۔۔۔۔۔۔ عزیز کمپوزنگ سنٹر دربار مارکیٹ لاہور

تحریک ۔۔۔۔۔۔۔۔ چوہدری محمد ممتاز احمد قادری

ناشر ۔۔۔۔۔۔۔۔ چوہدری عبدالمجید قادری

قیمت ۔۔۔۔۔۔۔۔ =/165 روپے

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Hello.042-7213575--0333-4383766

فہرست

دیباچہ حمد باری تعالیٰ	17	فقہ کی بزرگی	76
نعت سید المرسلین ﷺ	20	سب سے بہتر عبادت	76
فضیلت ائمہ مجتہدین	21	سب سے بہتر عمل	77
حالات مصنف ابتدائی حالات	22	علم کے بغیر صفت ایمان کا نہ ہونا	77
اوصاف والد مولانا مست علی مرحوم	22	علم سے ہی چھ فضائل کا پیدا ہونا	77
بیعت کا ذکر	25	علم اور مال کی فضیلت کا مقابلہ	78
صفات مرشد	26	علم کا عمل سے افضل ہونا	79
باقیات الصالحات	28	علم کے حروف میں لطائف عجیبہ	79
اسلام کی نازک حالت	32	حصول علم کا حکم	80
لائق علماء کی کمی	40	علم کے بغیر عمل غبار کی طرح ہے	80
انگریزی دان علماء کی ضرورت	41	علم کے بغیر دل مردہ ہے	80
اولڈ فیشن اور نیو فیشن سے خطاب	44	علم حصول تقویٰ کا وسیلہ ہے	81
حنفی مذہب اور دیگر نو ایجاد مذہب	48	تقویٰ کی خوبیوں کا بیان	82
کامل مذہب	53	علماء و فضلاء کی بزرگی و عظمت	86
سبب تصنیف	60	عالم اور عابد کی عبادت میں فرق	87
التماس مصنف	62	میراث رسول ﷺ	88
مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات	63	عالم اور عابد کی عبادت کا مقابلہ	89
کتاب پڑھنے کا طریقہ	64	عالم اور عابد کا پل صراط کے وقت مقابلہ	89
مقدمۃ الکتاب	66	علم پڑھانے والے اور روزہ دار کا مقابلہ	89
نعت سید المرسلین	67	حکایات عالم و عابد اور شیطان	90
فضائل علم	71	انبیاء کے وارث لوگ	93

فرشتوں کا عالم کیلئے دعائے مغفرت کرنا	94	چند عجیب وغریب سوالات کے جوابات	103
نبوت کے قریب تر لوگ	94	عقبیٰ میں علماء کی ضرورت	104
قیامت کے دن شفاعت کرنے والے لوگ	94	سب سے بہتر باپ	104
علماء اور شہیدوں کا مقابلہ	95	دنیا کے قائم رہنے کی چار چیزیں	105
خاص چیزوں کے دیکھنے کا ثواب	95	رسول اللہ ﷺ کے جانشین لوگ	105
علماء کی طرف دیکھنے کی عظمت	96	علماء کو مغفرت گناہ کی بشارت	106
مجلس علماء میں بیٹھنے کی فضیلت	96	علماء کو رزق کی کفالت	107
آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا باعث	96	درود شریف لکھنے کا ثواب اور فضائل	107
دو جنتوں کے مستحق لوگ	96	عالم اور عابد کا مقابلہ	115
ایماندار عالم کی شناخت کا طریقہ	97	طالب علم کیلئے حشرات الارض کا دعا کرنا	115
ایمان کا ثمرہ	97	پیغمبروں کی وراثت	116
چالیس حدیثیں یاد کرنے والوں کو خوشخبری	97	علم دین سکھلانے کی بزرگی	116
اللہ تعالیٰ کا علماء کو دوست رکھنا	98	علم کی مجلس میں بیٹھنا	117
حکام اور فقہاء کی درستی پر لوگوں کا انحصار	98	باقیات الصالحات	118
اللہ سے قریب کرنے والا علم	98	کافر، منافق اور مومن کے پہچاننے کا طریقہ	121
عالم کی موت کے غم کا اندازہ	99	مردود علم کی تشریح	122
غم کرنے کا ثواب	99	ریا اور دکھاوے کے عمل کا انجام	123
علماء کو برا کہنے کا نتیجہ	99	دین پر مستقیم ہونے کا نسخہ	127
قرب قیامت کے آثار	100	مومن کی نشانی	128
علماء سے بغض رکھنے والوں کو عذاب آخرت	100	عقبیٰ میں چند عملوں کی پرسش	128
امت محمدیہ سے خارج لوگ	101	عالم بے عمل کو عذاب آخرت عمل کرنے کی تاکید	129
علماء کے اکرام وتوقیر کرنے کا فائدہ	101	عمل کے بغیر حسب ونسب پر انحصار بے کار	130
علماء سے متنفر ہونے کی وجہ	102	مردود علم سے حضور ﷺ کا پناہ مانگنا	131
علماء کی ضرورت	102	زمانہ کی نازک حالت بے دینی بے علم رواج	132

جھوٹی اور وضعی حدیث بنانے کا عذاب 133
انگریزی خوان اور علماء اسلام 134
انگریزی خوانوں کی غلط فہمی 134
خدا شناسی کا طریقہ 135
حصول علم میں غفلت 136
اتباع شریعت کے بغیر ترقی نہیں ہو سکتی 137
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اہل وعیال 139
مفروضہ علم 141
اقسام علم مفروض 143
عوام کیلئے حصول علم دین کا سہل طریقہ 143
اختلاف علم مفروضہ 144
اقسام طالب علم 147
علم کے سکھلانے والوں کو بیشمار ثواب 149
ایک مسئلہ بتانے سے ساٹھ برس کی عبادت کا 150
علم کو بیچنے کا ثواب 150
مسئلہ نہ بتانے کا عذاب 151
نااہل کو علم سکھلانے کا حکم 152
علم کی خوبیاں 152
حصول علم کی تاکید 154
حصول علم میں ایک ساعت بیٹھنے کا ثواب 155
حصول علم کے باعث گناہوں کی بخشش 155
راہ بہشت کی آسانی کا طریقہ 157
فرشتوں کا طالب علم کیلئے اپنے پر بچھانا 158
جہاد کا ثواب 158
طالب علم اور انبیاء کا رتبہ 159
ستر صدیقوں کا ثواب 159
جزام فالج اور نابینائی کا مجرب علاج 160
علم کے سیکھنے اور سکھلانے کی مثال 161
موت کے وقت بھی حصول علم کا حکم 162
علم کی برکات 162
توصیف علم (نظم) 163
علماء کا کسب دنیا نہ کرنے کا باعث 165
علم کی تحصیل 166
طالب علم کی امداد کرنے کا ثواب 166
طالب علم کی مدد کی وجہ سے ایک ظالم کا بخشا 166
علم دین کی تحصیل میں علماء کی محنت و کوشش 167
زمانہ سلف میں طلبہ کے گذارے کی حالت 168
طلبہ کی مدد کرنے کا ثواب از مکتوب مجددی 169
طریقت اور شریعت کا تعلق 172
شریعت طریقت حقیقت اور معرفت میں فرق 175
ناجائز غرض سے حصول علم کی ممانعت 176
نور علم کے ضائع ہونے کا باعث 177
علماء کو امراء کی صحبت سے نقصان 177
ایسے طاعات کے بیان میں جن کی محافظت 179
ایسے معاصی کے بیان میں کہ ان کے بچنے 181
آداب شاگرد و استاد 182
علم کی آٹھ کار آمد باتیں 184

دوسرا باب

عنوان	صفحہ
علم عقائد کا بیان	191
اقسام احکام شرع	191
مشروعات	191
اقسام علم عقائد	193
قسم اول	193
قسم دوم	194
قسم سوم	194
بہتر فرقوں کا حدوث خوارج	196
شیعہ۔ قدریہ	196
جبریہ' معتزلہ' مرجیہ' جہمیہ' فرقہ ناجیہ	197
مسائل جزئیہ میں اختلاف کی وجہ	199
فقہ اکبر	201
ایمان مجمل کی تعریف	202
توحید ذات باری	202
صفت ذاتی	203
صفت فعلی	203
دیگر صفات	204
صفتوں کا مخلوق نہ ہونا	204
صفت قرآن۔ کلام خدا کا مخلوق نہ ہونا	205
اللہ تعالیٰ کا متکلم ہونا	205
اللہ کا مخلوق پیدا کرنے سے پہلے خالق ہونا	206
اللہ کی کلام اور مخلوق کی کلام میں فرق	206
اللہ کی صفات اور ہماری صفات میں فرق	206
اللہ کی کلام کے آلات اور ہمارے آلات میں فرق	206
اللہ کا جوہر۔ عرض اور جسم وغیرہ سے خالی ہونا	207
اللہ تعالیٰ کا شریک اور مثل نہ ہونا	207
اللہ تعالیٰ کے ہاتھ۔ منہ اور نفس کا مطلب	207
اللہ تعالیٰ کا علم	208
قضا و قدر	208
مومن اور کافر کی حقیقت	209
انبیاء کا معصوم ہونا	211
پیغمبر عرب کی تعریف	212
صحابہ کبار کی تعریف	212
مسلمان کا گناہوں کے سبب کافر نہ ہونا	213
دوزخ میں جانے یا نہ جانے کا حکم	214
معجزہ اور کرامت	215
دیدار ذات باری کی کیفیت	216
تعریف ایمانی	216
ایمان اور اسلام میں فرق	216
ثواب و عذاب گنہگاراں	218
شفاعت گنہگاراں	218
اعمال کا تولنا اور حوض کوثر کا برحق ہونا	219
بہشت اور دوزخ کا مخلوق ہونا	219
شیطان اور ایمان	220
سوال منکر نکیر اور عذاب قبر وغیرہ کا برحق ہونا	220
عجمی زبان میں اسمائے صفات	221
باری تعالیٰ کا جائز ہونا	221
اللہ کا بندہ سے قرب و بعد کا معنی	221

عنوان	صفحہ
فضائل آیات قرآن	221
حضرت والدین وغیرہ	222
شبہ کے وقت اعتقاد کا حکم	223
معراج اور آثار قرب قیامت کا برحق ہونا	224
وصیت نامہ امام اعظم	224
بارہ خصائل مذہب حقہ کا بیان	224
پہلی فصل۔ ایمان کی حقیقت	225
ایمان کی کمی بیشی کا بیان	226
دوسری فصل۔ ایمان اور عمل میں فرق	226
نیکی اور بدی کا خالق اللہ کو جاننا	227
تیسری فصل۔ اعمال بندگان کے اقسام	228
پہلی قسم۔ دوسری قسم۔ تیسری قسم	228
چوتھی فصل۔ استوائے عرش کا بیان	229
پانچویں فصل۔ قرآن مجید کا مخلوق نہ ہونا	230
چھٹی فصل۔ صحابہ کبار کا سب سے بہتر ہونا	231
ساتویں فصل۔ پیدائش اعمال انسانی کی حقیقت	232
اقسام انسان	232
آٹھویں فصل۔ قدرت کا کام کے ساتھ ہونا	233
نویں فصل۔ مسح موزہ اور قصر نماز کا حکم	234
دسویں فصل۔ قلم کا لوح محفوظ پر لکھنا	235
گیارہویں فصل۔ عذاب قبر اور جنت دوزخ	235
بارہویں فصل۔ قیامت اور حشر ونشر کا برحق ہونا	236
تیسرا باب	
علم فقہ کی تدوین	238
علم حدیث کی تدوین	238
زمانہ صحابہ میں حدیث دانی کا طریق	239
تابعین کے زمانہ میں حدیث دانی کا طریق	240
تبع تابعین کے زمانہ میں حدیث دانی کا طریق	241
معیار حدیث میں غیر مقلدوں کی غلط فہمی	242
قواعد واصول مذہب حنفیہ	244
چوتھا باب	
تقلید کا بیان	247
تقلید کی ضرورت	249
سلف صالحین کی اتباع کی ضرورت	251
تقلید کے متعلق بعض اعتراضات کے جوابات	251
تقلید شخصی کے وجوب کا ثبوت	255
حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی کے القابات کا ثبوت	262
تمام بزرگان سلف کا مقلد ہونا	262
مذاہب اربعہ کے ماخذ	263
پانچواں باب	
مختصر حالات امام ابوحنیفہ سن پیدائش	266
امام صاحب کے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا	267
حنفی اولیاء کے اسماء مبارک	267
قصیدہ امام اعظم کے مناقب میں	268
امام اعظم کی شان میں رسول اللہ کی بشارت	270
امام اعظم کا امام جعفر صادق کی گود میں پرورش پانا	271
تعریف صحابہ رضی اللہ عنہم	271
فرق مابین رویت اور لقاء	272

تعریف تابعی	272
تعریف تبع تابعی	272
امام اعظم کے تابعی ہونے کا ثبوت	272
بہتر زمانہ رویت رسول کا خاصہ	272
امام کے زمانہ میں کون کونسے صحابہ زندہ تھے	273
علامہ سیوطی کی تحقیق امام اعظم کی نسبت	273
حافظ ابن حجر کی تحقیق	274
خلاصہ مطلب	274
امام صاحب کا حافظ حدیث ہونا	275
امام صاحب سے ایک ہزار سات سو احادیث	275
ثبوت روایات امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ	276
امام صاحب کے استادوں کی تعداد	276
داتا گنج بخش لاہوری کا رویائے صادقہ	278
امام صاحب کی نسبت	278
مجدد الف ثانی کی تقریر امام کی شان میں	279
عبداللہ بن مبارک کا قصیدہ امام اعظم کی شان میں	281
امام صاحب کا زہد وتقویٰ	282
امام صاحب کی خواب کی تعبیر	283
امام کا کعبہ کے مصلے پر دو رکعت میں قرآن کا پڑھنا	284
۴۰ برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرنا	284
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دہریوں کا مناظرہ	284
امام صاحب کا قرأت سورہ فاتحہ خلف الامام	285
رفع یدین کے متعلق امام کا امام اوزاعی سے مناظرہ	286
امام ابو موید موفق کا قصیدہ امام کی شان میں	287
اجتہاد کی تعریف اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مجتہد ہونا	288
جواب شبہ عدم انقطاع صحیح کی تحقیق	289
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عہدہ قضا سے انکار کرنا	297
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات	298
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقام دفن وغیرہ	298
ائمہ اربعہ کی سن ولادت اور سن وفات	299
دعا	299
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری کی فہرست	299
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد	301
امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور ومعروف شاگرد	302
امام کی عظمت وشان میں وکیع کی دلچسپ تقریر	302
امام کے نامور شاگرد قاضی ابو یوسف کا حال	302
قاضی صاحب کا نسب نامہ	302
رسول ﷺ کی دعا قاضی صاحب کے حق میں	303
قاضی صاحب کا حافظ احادیث ہونا	303
قاضی صاحب کا عہدہ قضا پر مامور ہونا	304
قاضی صاحب کی تعلیم وتدریس	304
قاضی صاحب کا ایک عجیب فیصلہ	304
نتیجہ حکایت	305
قاضی صاحب کی تاریخ ولادت ووفات	306
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات	306
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتدریس	306
آپ کا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سے نکاح کرنا	306
آپ کا عہدہ قضا	307

عنوان	صفحہ
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات	307
آپ کی پیدائش اور وفات کی تاریخ	308
امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات	308
امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ	308
پیدائش و وفات کی تاریخ	308
شاگردوں کی لیاقت سے استاد کی قابلیت کا اندازہ	308
قصیدۂ فارسی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں	309
نماز حنفی مدلل کے اگلے حصوں کے دلائل	310
فقہ حنفی کے مسائل کا حدیث کے مطابق ہونا	310
نماز حنفی مدلل کے حصوں کی خوبی	311
ایک مثل کا بعد ظہر کے وقت کا باقی رہنے کا ثبوت	312
اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو نہ ٹوٹنے کا ثبوت	312
عورت کو چھونے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا ثبوت	313
چوتھائی سر کے مسح کرنے کا ثبوت	314
وضو میں بسم اللہ کے شرط نہ ہونے کا ثبوت	315
نماز میں بسم اللہ آہستہ پڑھنے کا ثبوت	315
امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کا ثبوت	316
دوسرا جواب	317
رفع اشکال و تعارض	317
رفع یدین کے نہ کرنے کا ثبوت	319
آمین آہستہ کہنے کا ثبوت	320
ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت	320
قعدۂ اخیر میں قعدۂ اولی کی طرح بیٹھنے کا ثبوت	321
پہلی تیسری رکعت میں اٹھتے وقت نہ بیٹھنے کا ثبوت	323
قضائے سنت فجر کو طلوع آفتاب	323
وتر کی تین رکعت اور قنوت	324
قبل الرکوع پڑھنے کا ثبوت	324
نماز فجر میں دعائے قنوت نہ پڑھنے کا ثبوت	325

تعارف مصنف

صلاح الدین سعیدی ڈائریکٹر تاریخ اسلام فائونڈیشن لاہور

اقبال اور فیض کی سرزمین سیالکوٹ نے جہاں زندگی کے دیگر مختلف شعبوں کے نامور سپوت پیدا کیئے وہیں اسلام کے گلشن کو آبیاری کرنے والی عظیم شخصیات کو بھی جنم دیا۔

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی کو ''مجدد الف ثانی'' کا لقب دینے والے حضرت ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ سے امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ تک' شاہ لاثانی رحمۃ اللہ علیہ سے قطب مدینہ رحمۃ اللہ علیہ تک' اور مولانا ابوالنور محمد بشیر رحمۃ اللہ علیہ سے پاسبان مسلک رضا مولانا ابوداؤد محمد صادق تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں غلام اس مردم خیز خطہ سے ابھرے اور چار دانگ عالم میں عظمت اسلام کے پھریرے لہراتے چلے گئے۔

اسی ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں میتراں والی میں حضرت مولانا مست علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں انیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں محمد صالح نامی ایک ''اسم بامسمی'' بچے نے آنکھ کھولی۔ آپ ابھی صرف تین برس کے تھے کہ اکثر بڑے لوگوں کی طرح یتیم ہوگئے۔ آپ کے تایا جان نے آپ کو ناظرہ قرآن پڑھایا اور آپ کی نیک سرشت ماں نے دینی اور روحانی خطوط پر ایسی شاندار تربیت فرمائی جس کے اثرات آپ کی پوری زندگی پر محیط ہیں۔

آپ لڑکپن ہی میں گجرات کے قریب واقع ایک نقشبندی خانقاہ سے وابستہ ہوئے اور نوجوانی ہی میں شیخ طریقت حضرت غلام محی الدین نقشبندی مجددی ''باولی شریف'' سے سلسلہ میں خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا جو آپ کے صفائے باطن کی دلیل ہے۔

1896ء میں آپ تلاش معاش میں لاہور چلے آئے اور محکمہ ریلوے میں ملازمت اختیار کر لی اور ساتھ ساتھ لاہور کے مختلف مدارس میں جز وقتی تعلیم حاصل کرتے رہے تصنیف و تالیف کا اعلیٰ ذوق آپ کو وہبی طور پر ودیعت ہوا تھا اور اشاعتی کام کی اہمیت کا پورا پورا ادراک رکھتے تھے جس کا اظہار آپ نے اپنی کتاب ''تحفۃ الاحباب فی مسئلۃ ایصال ثواب'' کے چھٹے صفحے پر بڑے خوبصورت پیرائے میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

''برادران احناف آپ زمانہ کی رفتار اور دیگر مذاہب کی اشاعت کی طرف توجہ کریں کہ وہ کیسی سرگرمی اور جانکاہ کوششوں سے اپنے عقائد باطلہ کی اشاعت کر رہے ہیں کہ آئے دن ہم میں سے کتنے ہی اشخاص نکل کر ان کے ہم خیال ہو رہے ہیں''۔

آپ کے اسی ''اشاعتی شعور'' کا مظہر ''کتب خانہ حنفیہ'' تھا جو آپ نے لاہور میں قائم فرمایا اور اس کتب خانے کے ذریعے اسلام و سنیت کی خوب خوب اشاعت فرمائی۔ کتب خانہ حنفیہ ایک تجارتی ادارہ تھا لیکن اس کی پالیسی خدمت و اشاعت اسلام تھی۔ جس کا اظہار اس خط سے ہوتا ہے جو مولانا موصوف نے ۱۹۰۶ میں ایک عالم دین کے نام لکھا تھا۔ ذیل میں اس خط کا ایک اقتباس پڑھیے۔

''نیز اگر کوئی دینی کتب عربی فارسی اردو وغیرہ مطلوب ہوا کرے تو ہمارے کتب خانہ سے طلب فرمایا کریں انشاء اللہ دیگر کتب فروشوں سے بارعایت مال

بھیجا جائے گا"۔

حضرت مولانا مرحوم کا اصل میدان تصنیف و تالیف ہی رہا اور آپ اسی میدان کے مرد رہے۔قسام ازل نے آپ کے قلم کو تاثیر کی دولت بخش رکھی تھی۔ راقم نے آپ کی چند کتابیں ملاحظہ کی ہیں' الہامی طرز نگارش اور زود نویسی آپ کے قلم کے نمایاں اوصاف ہیں۔

ایک خط میں فرماتے ہیں۔

"میں نے قریباً ایک سو کتب مختلف مذہبی مضامین پر تیار کی ہیں اور حنفی مذہب اور صوفی مشرب کو مدنظر رکھا گیا ہے"۔(مکتوب بنام مولانا غلام محی الدین دیالوی محررہ ۱۰ جون ۱۹۰۶)

سیالکوٹ کے مشہور عالم دین شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ محمد عالم رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں۔

"مولانا ابوالبشیر محمد صالح نقشبندی اکثر لاہور کے دہلی گیٹ کے اندر واقع مدرسہ "حزب الاحناف" میں آیا کرتے تھے۔ مستحق طلباء کو اپنے ساتھ لے جاتے ان کی مالی امداد فرماتے اور انہیں پرتکلف کھانا کھلایا کرتے بعض بزرگ یوں بھی روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولانا ابوالبشیر محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ گھر سے کھانا پکوا کر اپنے خدام سے اٹھوا کر "حزب الاحناف" لایا کرتے تھے اور طلباء کو کھلایا کرتے تھے۔یوں آپ نے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی سنت مبارکہ کو زندہ کیا ہے"۔

جس عہد میں آپ لاہور میں رہے اس عہد میں لاہور میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۳۵ء پروفیسر حاکم علی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۴۴ء' پیر سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۵۸ء علامہ سید ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۶۱ء مفتی غلام جان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

متوفی ۱۹۵۹ء کے علاوہ ''تفسیر نبوی'' کے مؤلف حضرت مولانا نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۴۴ء پروفیسر نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۴۸ء مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۵۹ء اور مولانا غلام محمد ترنم رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۵۹ء لاہور کی علمی فضاؤں پر چھائے ہوئے تھے۔

اندازاً مولانا مرحوم نے بیسویں صدی کے چھٹے عشرے میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک آپ کے آبائی گاؤں میتراں والی کی جامع مسجد کے صحن میں اپنے والد ماجد کے پہلو میں ہے۔

''قادری رضوی کتب خانہ'' گنج بخش روڈ لاہور نے مصنف ہذا کی کتابیں

- احکامِ پردہ
- ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- احکامِ نماز
- آدابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حال ہی میں اعلیٰ معیار پر شائع کر کے قارئین کو دعوت مطالعہ دی ہے۔ محققین اور علم دوست حضرات سے گذارش ہے کہ مصنف موصوف کی کوئی کتاب آپ کے پاس محفوظ ہو تو قادری رضوی کتب خانہ سے رابطہ کریں' تاکہ اس کو بھی اشاعت کا لباس پہنایا جاسکے۔

صلاح الدین سعیدی لاہور

یکم ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ ۱۰ مارچ ۲۰۰۸ء

نماز حنفی مدلل

دیباچہ

حمد باری تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ رَفَعَ اَقْدَارَالْعُلَمَاءِ بِمِقْدَارِ مَعْرِفَۃِ کِتَابِہِ الْمُحْکَمِ ثُمَّ ھَدَی الْمُحَدِّثِیْنَ بِمَصَابِیْحِ الْمِصْبَاحِ مِنْ شُبْہِ الظُّلَمِ وَجَعَلَ عِلْمَ الْکُتُبِ کَالْعِلْمِ لِمَنْ تَقَدَّمَ مِنْ اَصْحَابِ الْاُمَمِ وَاَصْبَغَ عَلَیْھِمْ سَوَابِغَ النِّعَمِ بِعِرْفَانِہٖ بِمَصَابِیْحِ السُّنَّۃِ وَالْعِرْفَانِ الْمُقَدَّمِ وَاَعَزَّھُمْ فِی الدَّارَیْنِ وَاَکْرَمَ وَاحْتَرَمَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ فِی السَّابِقِ الْقِدَمِ بِالْقُرْاٰنِ الْاَحْکَمِ فَقَالَ الَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ فَسُبْحَانَ مَنْ یَّعْلَمَ الْحِکَمَ فِیْمَنْ اَخَّرَ وَقَدَّمَ اَحْمَدُہٗ حَمْدَ عَاجِزٍ شُکْرًا مَا اَوْلَاہُ مِنْ عَظِیْمِ النِّعَمِ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الْاَکْرَمُ الْمَبْعُوْثُ اِلٰی جَمِیْعِ الْاُمَمِ نَسْئَلُ اللّٰہَ اَنْ یَّخْتِمَ لِیْ کِتَابَ الْعَمَلِ بِھَا اِذْتُخْتِمُ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ الَّذِیْنَ ھُمْ اُولُو الْفَضْلِ وَالْحُکْمِ مَا عَبَدَاللّٰہُ حَمْدَ وَاَحْرَمَ۔

جمیع حمد وثناء اس یکتا و بے ہمتا دلربائے عالم کو زیبا ہے جو ہر ذرہ میں مہر نیم روز کی طرح عیاں ہے مگر کچھ عجب کرشمہ و انداز ہے کہ آج تک ان آنکھوں سے نہاں ہے۔

آنکھیں تجھ کو ڈھونڈتی ہیں دل ترا گرویدہ ہے
جلوہ تیرا دیدہ ہے صورت تری نادیدہ ہے
بے حجابی یہ کہ ہر ذرہ میں ہے تو آشکار
اور گھونگھٹ یہ کہ صورت آج تک نادیدہ ہے

یا یوں سمجھئے جیسا کہ ایک عاشق صادق نے کہا ہے۔

اے تیرِ غمت را دلِ عشاق نشانہ
عالم بہ تو مشغول تو غائب ز زمانہ

انسان ضعیف البیان کی کیا طاقت ہے کہ اس بحرِ ذخار میں قدم رکھ سکے اور اس کی اوصاف کا ایک شمہ بھی بیان کر سکے یا حیطۂ تحریر میں آ سکے۔ جبکہ مقربان بارگاہ عالی مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَمَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ کے معترف ہیں۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی اچھا فرمایا ہے۔

حمد بے حد مر خدائے پاک را — آنکہ ایماں دا دمشت خاک را
آنکہ در آدم دمیدا و روح را — دا داز طوفاں نجات او نوح را
آنکہ فرماں کرد قہرش بادرا — تا سزائے کرد قوم عاد را
آنکہ لطف خویش را اظہار کرد — با خلیلش نار را گلزار کرد
آں خداوندے کہ ہنگام سحر — کرد قوم لوط را زیر و زبر
سوئے او خصمے کہ تیر انداختہ — پشۂ کارش کفایت ساختہ
آنکہ اعدا رابدر یا درکشید — ناقہ را از سنگ خار اور کشید
چوں عنایت قادر قیوم کرد — در کف داؤد آہن موم کرد
باسلیماں داد ملک و سروری — شد مطیع خاتمش دیو و پری
از تن صابر بکر ماں قوت داد — ہم ز یونس لقمۂ باحوت داد

آں یکے را ازہ برسرے کشد　　دیگرے را تاج برسرے نہد
اوست سلطاں ہرچہ خواہد آں کند　　عالمے راو در دمے ویراں کند
ہست سلطانی مسلم مرورا　　نیست کس را زہرۂ چون و چرا
آں یکے را گنج و نعمت مے دہد　　دیگرے را رنج و زحمت میدہد
آں یکے راز رد و صد ہمیاں دہد　　دیگرے در حسرت ناں جاں دہد
آں یکے برتخت باصد عز و ناز　　دیگرے کردہ دہاں از فاقہ باز
آں یکے پوشیدہ سنجاب و سمور　　دیگرے خفتہ برہنہ در تنور
آں یکے بربستر کمخاب و نخ　　دیگرے برخاک خواری بستہ یخ
طرفۃ العینی جہاں برہم زند　　کس نمے آرد کہ آنجادم زند
آں کہ بامرغ ہوا ماہی دہد　　بندگاں را دولت و شاہی دہد
بے پدر فرزند پیدا او کند　　طفل را در مہد گویا او کند
مردۂ صد سالہ راحی مے کند　　ایں بجز حق دیگرے کے میکند
صانعے کزطیں سلاطیں میکند　　نجم را رجم شیاطیں مے کند
از زمین خشک رویا ند گیاہ　　آسماں را بے ستوں داروںگاہ
ہیچ کس در ملک او انبازنے　　قول اور الحن نے آوازنے

نعت سیّد المرسلین

درود نا معدود اس نبی آخر الزمان جمیل جہاں پر جس کے آگے حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن بھی گرد ہے۔

اکنوں توئی جمیل جہاں گرچہ ازیں   آوازۂ جمال زلیخا برآمدہ

لاتعداد و لاتحصی سلام اس آفتاب عالمتاب اور اس کی آل و اصحاب پر جس کے چہرۂ انور کی چمک دمک سے مہتاب بھی سرنگوں ہو جاتا تھا اور جس گل رعنا کا نہ فقط میں بلکہ مجھ ایسے ہزاروں غزل سرا ہیں۔

نہ من برآں گل رعنا غزل سرایم و بس   کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار آتند

اللہ تعالیٰ کی بے حد رحمت اس رحمۃ للعالمین پر اور اس کے یار و انصار پر جس کا کاشانہ فیض و رحمت آج تک وا ہے۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

بعد ازیں گویم نعت مصطفےٰ   آنکہ عالم یافت از نورش صفا

سید الکونین ختم المرسلیں   آخر آمد بود فخر الاولیں

آنکہ آمد نہ فلک معراج او   انبیاء و اولیا محتاج او

شد و جودش رحمۃ للعالمین   مسجد او شد ہمہ روئے زمیں

صد ہزاراں رحمت جاں آفریں   بروے و بر آل پاک طاہریں

آنکہ شد یارش ابوبکر و عمر   از سر انگشت او شق شد قمر

آں یکے او را رفیق غار بود   واں دگر لشکر کش ابرار بود

صاحبش بودند عثمان و علی | بہر آں گشتند در عالم ولی
آں یکے کان حیاء و حلم بود | واں دگر باب مدینہ علم بود
آں رسول حق کہ خیر الناس بود | عم پاکش حمزہ و عباس بود
ہر دم از ما صد درود و صد سلام | بر رسول و آل و اصحابش تمام

فضیلت آئمہ مجتہدین

ہزاراں ہزار رحمت ان مجتہدان دین پر جنہوں نے دین اسلام کی اشاعت میں سعی بلیغ کی اور تمام اہم اور مشکل مسائل کو آسان کر دیا۔

آں اما مانے کہ کردند اجتہاد | رحمت حق بر روان جملہ باد
بوحنیفہ بد امام باصفا | آں سراج امتان مصطفٰے
باد فضل حق قرین جان او | شاد باد ارواح شاگردان او
صاحبش بو یوسف قاضی شدہ | وز محمد ذوالمنن راضی شدہ
شافعی ادریس و مالک بازفر | یافت زیشاں دین احمد زیب فر
احمد حنبل کہ بود او مرد حق | در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
روح شاں در صدر جنت شادباد | قصر دین از علم شاں آباد باد

حالات مصنف

ابتدائی حالات

فقیر پر تقصیر بندۂ ناچیز ابوالبشیر محمد صالح حنفی نقشبندی مجددی گدی نشین بن مظہر الطاف حقانی، مصدر معارف صمدانی، زبدۂ واصلین، عمدۂ کاملین، ماہر علوم شرعیہ واقف فنون اصلیہ وفرعیہ عالم عامل، واعظ خوش تقریر، ناصح سراپا تاثیر حضرت مولانا مولوی مست علی حنفی نقشبندی مجددی قادری چشتی مرحوم مغفور سَقَی اللّٰہُ ثَرَاہُ وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ ساکن موضع میترانوالی ضلع سیالکوٹ حال وارد لاہور دیندار نیک شعار مسلمان بھائیوں کی خدمت بابرکات میں یوں رقمطراز ہے کہ جب یہ فقیر پر تقصیر قلیل البضاعت قصیر الاستطاعت ساڑھے تین برس کا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے سر سے والد ماجد صاحب کا سایہ جو ایک بڑی رحمت اور نعمتِ عظمیٰ ہوتا ہے اٹھالیا اور میں کسمپرسی کی حالت میں پڑا رہا اور تمام عیش وآرام جو باپ کی زندگی میں موجود تھے وہ سب کالعدم ہوگئے۔

اوصاف والد ماجد مولوی مست علی

غرض والد صاحب کے انتقال سے نہ صرف ہمارے خاندان کو ہی صدمہ پہنچا بلکہ تمام حلقۂ مشائخ میں بالخصوص آپ کے خدام اور راسخ الاعتقاد معتقدوں کے گھر بھی ماتم کدہ ہو رہے تھے اور وہ دردِ دل اور آہ وبکاء سے یہ مرثیہ پڑھتے تھے۔

کون عالم میں ایسا عالم ہے کس کے ایسے بلند ہیں درجات
کس کے دنیا میں ہیں فیوض ایسے کس کے ایسے ہیں دین میں برکات

کس کا شہرہ ہے شرق سے تا غرب — کس کی ایسی ہوئی حیات و ممات
جس نے جو پوچھا کہہ دیا فوراً — کیا ہی حاصل تھے ان کو معلومات
نظری ان کو سب بدیہی تھے — ان کو معلوم سب تھے مجہولات
تھے وہ حلال عقد لاینحل — تھے وہ کشاف سر ایماضات
فن اگر قفل تھا تو وہ مفتاح — علم اگر سقف تھا تو وہ مرقات
کون ہے ایسی جامعیت کا — عالم و عامل و کریم الذات
ایسا خوش ہے کہاں فاضل — کس میں ہیں جمع ایسے نیک صفات
حسن صورت میں احسن المنظر — حسن سیرت میں احسن العادات
کیا لکھیں ان کے ہم محاسن کو — کیا کہیں چھوٹا منہ بڑی ہے بات
تھے وہ شیریں کلام و خندہ دہن — بات تھی ان کی مثل قندونبات
ہر کسی سے بخندہ پیشانی — مسکرا کر وہ کرتے تھے ہر بات
کاشف معنی فروع و اصول — واقف کلیات و جزئیات
تھے وہ علامۂ جمیع علوم — تھے وہ فہامۂ جمیع نکات
اوج چرخ معانی و الفاظ — موج بحر لغات و مصطلحات
نکتہ دان ضمائر و اعلام — رحر فہم معارف و نکرات
صدر ایوان منصب تدریس — شاہ ذیشان ملک معقولات
بدر رخشان آسمان علوم — مہر تابان اوج منقولات
عالم قدس کے موارد سے — ہوتے تھے وارد ان پر الہامات
تھے کمال جال کے مصباح — تھے جمال کمال کے مشکات
مستفیض ان سے ہوتے تھے ہر روز — طلبا اور مشائخ اور سادات
ان کے ہر وقت فیض تھے جاری — گرمی ہو خواہ اجاڑا یا برسات

کیسا حاصل تھا ان کو علم سیر — جانتے تھے سبھوں کی کیفیات
تھا خدا داد علم و فضل ان کا — تھے وہ بحر فیوض و انعامات
فقہ تھی ان کی فقہ مجتہدین — اور حدیث ان کی تھی حدیث ثقات
اور تفسیر ان کی تھی تفسیر — تھی قرأت قرأت آیات
تھے وہ نزدیک سب اوامر سے — دور تھے ان سے جملہ منہیات
حق کی مرضی میں ان کی مرضی تھی — ہوئی اس میں ہی آخر ان کی نجات
بے تعصب تھے اور با انصاف — بامتانت تھے اور بے ہفوات
نہ تھی افراط ان میں اور تفریط — بین بین ان کے تھے سبھی حالات
عمل ان کا تھا سب شریعت پر — معرفت کے بھی ان کو تھے جذبات
ظاہر و باطن ان کا اکساں تھا — جیسے مرأت میں ہوں مرئیات
تھے ولایت کے ان میں سب احوال — اور کرامت کے ان میں سب تھے صفات
علماء کو جو چاہئیں باتیں — سب تھے ان میں فضائل و برکات
ہیں کمالات بے شمار ان کے — حد سے زائد ہیں ان کے تعریفات
رَبِّ اَدْخِلْهُ جَنَّةَ الْمَاْوٰى — خَالِدًا فِي الْقُصُوْرِ وَالْغُرُفَاتِ
مَوْتُهٗ كَانَ ثُلْمَةً فِي الدِّيْنِ — اِنَّهٗ قَالَ شَافِعٌ لِعُصَاتِ[1]

الغرض جب میں پانچ برس کا ہوا تو والد ماجد کے بڑے بھائی مولوی امیر علی صاحب الفیض الخفی والجلی مرحوم مغفور سے قرآن مجید پڑھ کر مدرسہ دیہاتی کی پہلی جماعت میں داخل ہوا۔ جب پانچویں جماعت تک پہنچ گیا تو میرے تایا موصوف مجھے اور میرے بڑے بھائی مولانا مولوی محمد صادق صاحب مرحوم و مغفور کو بمقام

---

[1] راقم الحروف کے والد ماجد صاحب کے کرامات اور دیگر حالات علیحدہ اولیاء اللہ کے زمروں میں شائع کئے جائیں گے۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

جوڑہ ضلع گوجرانوالہ میں ہمراہ لے گئے۔ جہاں حضرت مخدوم عالم و عالمیان، مجمع بحرین علم و عرفان، محرم اسرار ایزدمنان، صاحب سجادہ حضرت غوث العالمین، وارث الانبیاء والمرسلین، جنید زماں و شبلی دوراں مجدد العصر سیدنا و مولانا و مرشدنا فقیر محمد المعروف باباجی صاحب لحاظوی مدظلہم العالی و دامت برکاتہم الٰی یوم النشور حسن اتفاق سے تشریف فرماتھے۔ آپ سے بیعت کی استدعا کی گئی۔ آپ نے نہایت ہی مہربانی اور الطاف کریمانہ سے اس درخواست کو منظور کیا اور تخلیہ میں بٹھا کر بیعت مسنونانہ سے بہرہ اندوز کیا۔

بیعت کا ذکر

پھر آپ نے اپنی قدیمی محبت و الفت کے باعث روحانی تعلیم کے حاصل کرنے کیلئے اپنے خلیفہ اکبر اعنیٰ، عمدۃ العلماء، زبدۃ الفقہاء، منبع فضل و احسان، مجمع علم و عرفان، مظہر اسرار ازلی، مہبط انوار لم یزلی حضرت سیدنا و مولانا غلام محی الدین صاحب مرحوم و مغفور بن قطب زمان غوث دوران زبدۃ السالکین عمدۃ العالمین حضرت خان عالم المعروف بہ خلیفہ صاحب مرحوم مغفور ساکن بولی شریف ضلع گجرات طَیَّبَ اللّٰہُ مَرْقَدَھُمَا وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَقَامَھُمَا کے سپرد کیا جو اس وقت حسن اتفاق سے موجود تھے۔ آپ وقتاً فوقتاً تشریف لاکر خاکسار کے تاریک و زنگ آلودہ دل کو اپنی باطنی توجہ سے صیقل اور منور کرتے رہے۔ گو ان دنوں میں انگریزی تعلیم کے درپے تھا۔ لیکن انگریزی تعلیم سے میرے خیالات میں کسی طرح کا تغیر و تبدل نہ ہوا اور نہ میرے پاؤں صراط مستقیم سے ڈگمگائے۔ جیسا کہ آج کل عام انگریزی خوانوں کا حال تجربۃً دیکھا جاتا ہے۔ بلکہ میں تو سیدھا سادہ پرانی وضع قطع کا مسلمان ہوں اور انشاء اللہ تادم واپسیں اسی سیدھے راستے پر قائم رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بالعموم اور خاکسار کو بالخصوص سلف صالحین کا متبع کرے اور

انہیں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

صفات مرشد

الغرض میرے خیالات میں فلسفہ اور سائنس سے تغیر نہ ہونے کا اصلی سبب محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور والد صاحب مرحوم اور برادرم مولوی محمد صادق مرحوم کی باطنی توجہ اور اس سلسلہ پاک کی برکت اور جناب زبدۃ العارفین، عمدۃ الواصلین کی روحانی امداد سے ہوا، جن کی تعریف میں بے ساختہ یہ اشعار نکل رہے ہیں۔

سرور عالم شہ دنیا و دیں ۔۔۔ عاشق و معشوق رب العالمین
ماہی دریائے توحید خدا ۔۔۔ مظہر حق مصدر سر خفا
واقف اسرار حق دانائے راز ۔۔۔ بے نیاز عالم سے حق سے بانیاز
شاہ دیں سرخیل جملہ اولیاء ۔۔۔ تاج بخش اصفیاء و اتقیا
پیشواؤ شاہ شاہان جہاں ۔۔۔ مقتدائے جان جانان جہاں
رہنمائے زبدۂ ارباب علم ۔۔۔ رہبر ہر قدوۂ اصحاب علم
حامی دین متیں خیرالامم ۔۔۔ دافع بدعات وکیں کفر و ظلم
اختر چراغ ہدا ماہ عطا ۔۔۔ بحر علم معرفت نجم الہدا
قبلۂ ارباب و اصحاب یقیں ۔۔۔ کعبہ عباد زہاد اہل دیں
یعنی پیر اور مرشد اور مولا میرے ۔۔۔ حضرت فقیر محمد نیک پے
حضرت فقیر محمد اولیاء ۔۔۔ پیر و مرشد ہیں مرے اور رہنما
ہیں وہ بیشک مظہر انوار حق ۔۔۔ سر سے پاء تک مصدر انوار حق
چاہیے تجھ کو اگر وصل خدا ۔۔۔ سایۂ فقیر محمد میں تو آ
عکس سے اس نور کے تا اے پسر ۔۔۔ روئے جاناں پر پڑے تیری نظر
الغرض جو راہ حق مطلوب ہے ۔۔۔ جا قدم لے دوڑ میرے پیر کے

گرچہ یہاں سے کر گئے ہیں انتقال	فیض باطن ہے ولے ان کا بحال
بلکہ سو چند اس سے ہے نور و ضیا	کیونکہ پردہ جسم کا بھی اٹھ گیا
اب تو بیشک وہ سراسر نور ہے	نور ہے سایہ سے بالکل دور ہے
جب کہ ہووے شوق دیدار خدا	ان کے مرقد کی کرے زیارت وہ جا
مولد و مرقد شریف ان کا پسر	خلق میں روشن ہے چوں شمس و قمر
گر نہ آوے تجھ کو کوری سے نظر	پوچھ لے مجھ سے تو اب اے بے خبر
گاؤں چوراہے اک جائے ہدا	مسکن وماوا ہے اس جا آپ کا
مولد پاک آپ کا ہے اور مزار	اس جگہ تو جان لے اے ہوشیار
اعتقاد دل سے جو جاوے وہاں	اس پہ سب اسرار باطن ہوں عیاں
دیکھتے ہی اس کے مجھ کو ہے یقین	اس کو ہو دیدار رب العالمین
کرتے ہی زیارت مزار پاک کی	ہوویں ظاہر اس پہ اسرار خفی
کیوں پھرے ہے جابجا سر مارتا	سایۂ فقیر محمد میں تو آ
جو نہ ہو قدرت تجھے اس نور تک	ان کے خلفاء کے تو جا دامن سے لگ
ہیں بہت ان کے خلیفہ اور مرید	پا سکے ہے ان کو کب تو اے سعید
ہیں مرید اور طالب ان کے بیشمار	جن کی برکت ہے جہاں میں آشکار
لیک ان کا مرتبہ دیکھے ہے وہ	چشم بینا دل مصفا جس کے ہو
ان کا رتبہ کب تجھے آوے نظر	ہو رہا ہے تو تو بالکل بے بصر
ہے نگہ میں اس قدر ان کی اثر	سنگریزے جس سے ہوں رشک قمر
دیکھتے ہی ان کے دم میں اے اخی	سو برس کا بت پرست ہو ولے ولی
اس طرح کے چھوڑ کر مردان مرد	چھانتا پھرتا ہے کیوں عالم میں گرد
ان کی برکت سے مجھے بھی اے خدا	اپنے کوچہ کا ذرا رستہ بتا

Marfat.com

الغرض جب میں نے انگریزی تعلیم چچا صاحب ڈاکٹر صوبیدار فیض احمد خاں آنریری مجسٹریٹ (اللہ تعالیٰ ان کو جمیع حوادث روزگار سے محفوظ و مصون رکھے اور ان کے تازہ پودوں (اولاد) کو سرسبز اور شاداب کرے) کی امداد و استعانت سے ضرورت کے مطابق حاصل کرلی تو پھر میں ۱۸۹۶ء میں لاہور آکر ملازم ہوگیا اور دوران ملازمت میں میں لاہور کے چیدہ چیدہ علماء و فضلاء سے عربی فارسی کی کتب متداولہ پڑھتا رہا۔ گو میں نے کئی دفتروں میں ملازمت کی لیکن اس شغل کو ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ الحمدللہ کہ تھوڑے عرصے میں تمام فقہ واحادیث اور تفسیر کی کتابوں کو عبور کرلیا۔ پھر پنجاب و ہندوستان کے نامی گرامی علماء فضلاء کی خدمت اقدس میں وقتاً فوقتاً جاجا کر علمی، دقیق اور بعید از فہم مسائل کی تحقیق و تدقیق کیا کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ میرے تمام شبہات اور اعتراضات و اشکال رفع ہوگئے۔

پھر بسا اوقات میرے دل میں یہ خیال موجزن ہوا کرتا تھا کہ تبلیغ احکام کرنا بھی ضرور چاہیے۔ چونکہ ملازمت کی پابندی سے زبانی وعظ وغیرہ تو ہو نہیں سکتا تھا اس لئے کئی رات دن اسی سوچ بچار میں گذر گئے آخر القائے غیبی سے تصنیف و تالیف کی طرف میلان طبع ہوا اور یہ کام بھی نہایت مستحسن تھا۔ چنانچہ بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت اس شخص کیلئے ہے جو اپنے بعد میں اپنی قلمیں اور روشنائی چھوڑ جائے یعنی ایسی کتابیں تصنیف و تالیف کر جائے جن کے پڑھنے سے اور لوگوں کو بھی علم کا اشتیاق پیدا ہو اور وہ صراط مستقیم پر قائم ہو جائیں۔

لکھو اپنے قلم سے کچھ تو ایسی چیز کو لکھو
کہ گر دیکھو قیامت میں تو ہووے خوش تمہارا دل

باقیات الصالحات

صحیح حدیث میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی زبان سے

حق بات نکلے اور لوگ اس پر عمل کریں تو اس کا ثواب قیامت تک جاری رہے گا پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکو پورا پورا ثواب عطا فرمائیگا۔ یہی باقیات الصالحات ہیں۔ جنکی نسبت اللہ تبارک و تعالیٰ پ ۱۵ سورۂ کہف رکوع ۶ آیت نمبر ۴۶ میں ارشاد فرماتا ہے۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا یعنی مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی آرائش ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے رب کے نزدیک ثواب میں اور بہتر ہیں توقع کے اعتبار سے

مفسرین نے لکھا ہے کہ باقیات الصالحات سے مراد صدقہ جاریہ ہے کہ جس کا اثر دیر تک قائم رہے جیسے علم سکھا جانا' نیک تربیت کر کے اولاد صالحہ چھوڑ مرنا' مسجد سرائے باغ کھیت وغیرہ وقف کر جانا یا کوئی نیک رسم جاری کر جانا۔ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَبْعٌ یَجْرِیْ لِلْعَبْدِ اَجْرُهُنَّ وَهُوَ فِیْ قَبْرِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا اَوْ اَجْرٰی نَهْرًا اَوْ حَفَرَ بِئْرًا اَوْ بَنٰی مَسْجِدًا اَوْ وَرَّثَ مُصْحَفًا اَوْ تَرَكَ وَلَدًا یَسْتَغْفِرُ لَهٗ بَعْدَ مَوْتِهٖ اَوْ غَرَسَ نَخْلًا۔ یعنی انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزیں ایسی ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ ایک دینی تعلیم۔ دوسرے نہر جاری کرنا۔ تیسرے کنواں کھدوانا۔ چوتھے مسجد بنانا۔ پانچویں قرآن مجید چھوڑنا۔ چھٹے اولاد صالحہ چھوڑ جانا کہ اس کے واسطے مغفرت طلب کرے۔ ساتویں درخت وغیرہ لگانا۔

نوٹ:۔ اسی مفہوم کی حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مشکوٰۃ کتاب العلم کی تیسری فصل میں ہے اور سنن ابن ماجہ کے باب ثواب معلم الناس الخیر میں ہے۔

الحمدللہ میں نے اس مرحلہ کو بہت جلد طے کر لیا اور مفصلۂ ذیل کتابیں

یکے بعد دیگرے چھپ کر شائع ہو گئیں اور علماء وفضلاء نے میری تصانیف کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا اور میری حوصلہ افزائی کی۔ بالفعل یہ کتابیں تیار ہو کر چھپ چکی ہیں۔

(۱) مسائل العیدین۔ جس میں دونوں عیدوں کے تمام جزئی مسئلہ ایک عجیب ترتیب سے جمع کئے گئے ہیں کہ پڑھتے ہوئے دل نہیں اکتاتا۔

(۲) التوحید۔ جس میں مسئلہ توحید کو حنفی مذہب اور صوفی مشرب کے مطابق بیان کیا گیا ہے اصل میں یہ اسمائے حسنٰی کی تشریح ہے۔ قابل دید اور بڑی معرکۃ الآرا کتاب ہے۔

(۳) سوانح عمری رسول مقبول ﷺ حصہ اول جس میں نور مبارک کا مفصل بیان لکھا گیا ہے۔ فلسفہ اور سائنس سے ہر ایک مسئلہ کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔ حصہ دوم چھپ رہا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے باقی حالات مفصل اور مدلل لکھے گئے ہیں۔

(۴) سلسلۂ اسلام جس کے دس حصے چھپ چکے ہیں چنانچہ پہلے حصہ میں پانی کے مسائل ہیں۔ دوسرے میں نجاستوں کا بیان ہے۔ تیسرے میں غسل کے مسائل کا ذکر ہے۔ چوتھے میں احکام وضو کی تشریح کی گئی ہے۔ پانچویں میں تیمم کے مسائل قلمبند کئے گئے ہیں۔ چھٹے حصہ میں مسجد کے احکام لکھے گئے ہیں۔ ساتویں میں اذان کے مسائل کا بیان ہے۔ آٹھویں۔ نویں اور دسویں حصہ میں نماز کے احکام مفصل طور پر مرقوم کئے گئے ہیں۔

(۵) نماز مترجم۔ جس میں علاوہ نماز کے ترجمہ کے بچوں کے واسطے نماز کے ضروری ضروری مسائل بھی لکھ دیئے ہیں تاکہ بچوں کو بآسانی ساتھ ساتھ مسائل بھی یاد ہوتے جائیں۔

(۶) خطبات الحنفیہ۔ جس میں سال بھر کے ۵۲ نظم ونثر عربی خطبے مع ۵۲ مواعظ حسنہ مندرج ہیں۔ اس کتاب کے ہوتے کسی اور وعظ کی کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔ نہایت ہی صحیح صحیح وعظ ہیں۔

(۷) ظہور قیام امام مہدی حصہ دوم۔ جس میں نزول عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی موعود کا مدلل بیان لکھا گیا ہے۔ اور کاذب پنجاب کی قلعی کھولی گئی ہے۔

(۸) جنگ بلقان کے چشم دید حالات جس میں جنگ بلقان کے صحیح صحیح واقعات جمع کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں کئی کتابوں کے مضمون تیار ہیں جو انشاء اللہ العزیز یکے بعد دیگرے چھپتے رہیں گے۔

غرض نقشے است کز ما یاد ماند
کہ ہستی را نمے بینم بقائے

اسلام کی نازک حالت

گلِ پژمردہ کی مانند جھکائے سرہوں
شکلِ نرگس کے میں حیراں اور ششدر رہوں
آشنا کوئی نہ غمخوار ہے اس وقت مرا
کون جز ذاتِ خدا یار ہے اس وقت مرا

مسلمانو! یہ دل کو دوٹکڑے کر دینے والے اشعار جو اس وقت آپ کے گوش مبارک سن رہے ہیں' کیا آپ کو معلوم ہے کہ کس بیکس اور مظلوم کی زبان سے ادا ہو رہے ہیں۔ آہ! یہ ایک ایسے بیکس دور از وطن کی آواز ہے جس کا باپ رحمت ہو کر دنیا میں آیا تھا۔ یہ اس مظلوم یتیم کی آواز ہے جس کے باپ نے کل جہان کی دینی اور دنیاوی ترقی کیلئے ایک نا قابل ترمیم مکمل قانون خود اہل جہان پر پیش کیا تھا جس کو ہم اپنی اصطلاح میں کلامِ ربانی یا قرآن مجید کہتے ہیں اور جس پر عمل کرنے سے ہمارے اسلاف کو ہر طرح کی عظمت حاصل ہوئی تھی کہ آج صدیاں گذر جانے پر بھی قرطبہ اور گرینڈا کے کھنڈران کی شاہانہ سطوت وشوکت کا زبانِ حال سے پتہ دے رہے ہیں۔

مسلمانو! شاید بوجہ غائت بے توجہی کے آپ کا خیال نہ معلوم کر سکے کہ وہ مظلوم یتیم کون ہے۔ لہٰذا میں آپ کا قیمتی وقت ضائع نہ کروں گا۔ سنئے وہ بیکس دور از وطن بیچارہ اسلام ہے جس کے حقیقی باپ حضور سرور کائنات و مفخر موجودات علیہ التحیات والسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ آج یہ بوجہ ہماری غفلت اور اپنے

ضعف اغیار کے سخت ترین حملوں سے ہندوستان کے ہر ایک کونے میں زبان حال سے فریاد مچا رہا ہے کہ للہ میری خبر لیجئے۔لیکن صدائے برنہ خاست کا مضمون ہے۔ اغیار اس بیچارے پر جان شکن حملے کر رہے ہیں اور اس کے مٹانے کا کوئی پہلو فرو گذاشت نہیں کرتے۔اس کو کمزور اور ناتواں دیکھ کر مقابلہ کو ہندوستان کے مذہبی اکھاڑے میں دو پہلوان اتر پڑے ہیں۔ایک عیسائی مذہب اور دوسرے آریہ۔ان دونوں مذہبوں کا پول اور ان کی بنیاد کا متزلزل ہونا تو ان کی خلاف فطرت تعلیم ہی سے ظاہر ہے لیکن ان کی ظاہری قوت اور ان کی ماننے والوں کی جان نثاری نے ان کو یہ رتبہ دے دیا ہے کہ ان کے مذہبی واعظ آج فرانس۔جرمن۔چین۔لنڈن۔ جاپان۔امریکہ میں اپنی مذہبی (ناقص) تعلیم کا راگ الاپ رہے ہیں۔ان کو کسی گورنمنٹ سے کسی قسم کی مدد نہیں ملتی بلکہ قوم من حیث القوم اپنا فرض خود ہی ادا کرتی ہے۔میں آپ سے عیسائی مذہب کے ایک فرقے کی جوانمردی اور یکجہتی کا تذکرہ کرتا ہوں کہ جس کو پروٹسٹنٹ کہتے ہیں۔اس فرقے کے کل آدمیوں نے خواہ وہ لنڈن کے رہنے والے ہوں یا کسی دوسری ولایت کے باہم یہ اقرار کرلیا ہے کہ ہم صبح کی چاء میں شیرینی نہ ڈالیں گے بلکہ اس کا بچا ہوا پیسہ قوم کی نذر کریں گے تاکہ ہمارے مذہبی پیشواؤں کو اشاعت مذہب میں مالی مشکل کا سامنا نہ ہو۔اس فرقے کی سالانہ آمدنی بتیس کروڑ روپیہ ہے جو اشاعت عیسائیت میں صرف ایک فرقے کی جانب سے صرف کی جاتی ہے۔ایسے ہی نوپیدا شدہ فرقۂ آریہ نے بھی ترقی کا کوئی زینہ نہیں چھوڑا بلکہ وہ روز بروز اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے۔لاہور، بنارس، ہردوار اور بہت سے مختلف مقامات پر انکے مذہبی مدارس جاری ہیں۔ جہاں دینی تعلیم کے علاوہ اسلام پر نکتہ چینی کرنے کا سبق بھی پڑھایا جاتا ہے۔ان سے نکلے ہوئے طلباء گو جدید تعلیم حاصل کرنے کی وجہ سے روشن خیال کہلاتے ہیں لیکن

جب وہ اسلام کے مقابلہ میں آتے ہیں یا کسی سماج کی اسٹیج پر رونق افروز ہوتے ہیں اس وقت آپ جو گل افشانی فرماتے ہیں ان کو سن کر ایک پرجوش مسلمان کا زہرہ آب آب ہو جاتا ہے۔ ان کی ہر وقت یہی کوشش رہتی ہے کہ جا اور بے جا طریقے سے مذہب اسلام کو نیچا دکھایا جائے یا کوئی ایسی صورت ہو کہ اس کا نام صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح میٹ دیا جائے۔

مسلمانو! جب ایسے نامہذبانہ حملے بیچارے اسلام پر ہوں تو بتلاؤ وہ کیونکر نہ چیخے' کیونکر نہ چلائے۔ مسلمانوں اغیار تمہیں تک اپنی سیف لسان کا وار نہیں کیا کرتے بلکہ ان کو بوسیدہ اور زمین میں گڑی ہوئی ہڈیوں کو جنہوں نے ان کو حیوان سے انسان بنایا' جنہوں نے ان کو تہذیب سکھائی تھی' جن کی وجہ سے ان جنگلیوں نے اپنی شرمگاہ کو چھپانا سیکھا' جنہوں نے اپنے زمانہ حکومت میں وزارت کے نازک عہدہ کو بھی جو پولیٹیکل حیثیت کے اعتبار سے کسی دوسری قوم کو دنیا کبھی بھی قرین مصلحت نہیں ہے ان پر بند نہیں کیا' ان کو ان احسان ناشناسوں نے اپنے سب و شتم کا تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ چونکہ یہ باغ اسلام کے پرمنفعت شجر تھے' جب ان پر اسلام ہی کے سامنے آرہ سب وشتم چلایا جائے تو وہ کیونکر صبر کر سکتا ہے' اس لئے وہ چیختا چلاتا ہے مگر ہائے افسوس وہ ہزار چیخے چلائے۔ اس دشت پرخطر میں اس کی کون سنتا ہے جہاں ہزاروں درندے اس کو اور اس کے حامیوں کو منہ پھیلائے ہوئے کھڑے ہوں۔

کون سنتا ہے فغانِ درویش　　قہر درویش بجانِ درویش

مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نہایت عظیم تاریکی میں بھی ایک آدھ بار بجلی چمک جاتی ہے اور حقیقی راستہ کا نشان مل جاتا ہے۔ سینکڑوں ناکامیاں اٹھاتے اور صدہا بار ٹھوکریں کھانے پر بحمد اللہ مسلمان بیدار ہو گئے ہیں اور اب انہوں نے پکا

ارادہ کرلیا ہے کہ ان روباہ خصلتوں کی دھمکیوں کا جواب نہایت استقلال کے ساتھ دیا جائے اور اسلام کے چہرے پر جو ہماری غفلتوں سے غبار آ گیا ہے اس کو صاف کیا جائے۔ خدا مدد کرے۔ راقم الحروف کی جس نے ایسے نازک وقت میں اسلام جیسے قابل رحم یتیم پر ترس کھا کر اس کی حمایت کیلئے کمر چست باندھی ہے اور ارادہ کرلیا ہے کہ ایک سلسلہ ایسی کتابوں کا جاری کیا جائے جس میں اسلام کی عقلی اور نقلی خوبیاں اردو زبان میں ظاہر کی جائیں اور ان مسلمان نوجوانوں کے خیالات کی اصلاح کی جائے اور ان کے شبہات رفع کئے جائیں جو فلسفۂ جدید کو پڑھ کر مذہب کو غیر ضروری اور لاشی محض خیال کرتے ہیں جن سے اغیار کی نامہذبانہ حملوں کی روک تھام ہو۔ چونکہ یہ ایک مہتم بالشان کام ہے اس لئے بغیر کافی سامان کے اس کا چلنا غیر ممکن ہے۔ اگر قوم نے اس طرف کافی توجہ کی تو انشاء اللہ وہ دن کچھ دور نہیں ہے کہ جب ہم آفتاب اسلام کو پھر خط نصف النہار پر یا سمت الراس چمکتا ہوا دیکھیں۔ (دیکھو میری کتاب التوحید اور سوانح عمری رسول مقبول ﷺ)

صاحبو! اگر آپ کے خیال میں مہتم بالشان کام کی اعانت کی ضرورت معلوم ہوتی ہو تو اپنی اپنی پاکٹوں یا جیبوں میں ہاتھ ڈالئے اور اس یتیم کی حالت پر رحم فرما کر مالی اعانت فرمایئے۔ تاکہ آپ کو فردائے قیامت میں رسول اللہ ﷺ سے شرم سار ہونا نہ پڑے اور خدا کے حبیب ﷺ کا قرب نصیب ہو۔

مومن کچھ ایسا ویسا نہ ان کو سمجھ ذرا
یہ وہ ہیں جن کے واسطے حضرت نے ہے کہا
امداد جو کرے گا یتیموں کی برملا
اس کا بروزِ حشر بڑا ہوگا مرتبہ
دو انگلیوں میں دیکھتے ہو جتنا فاصلہ

جنت میں مجھ میں اس میں نہ ہو اتنا فاصلہ

ورنہ یاد رکھو کہ تم دنیا میں صرف چند روز کیلئے بھیجے گئے ہو جو کچھ تم نے مال ومتاع حاصل کیا ہے۔ یہ اسی وقت تمہارا ہوسکتا ہے۔ جب تم اس کو اس کے مصرف میں صرف کرو۔ ورنہ زمین جائیداد اور تمہاری کل اثاث البیت کا مالک حقیقی تمہارا خالق ہے۔ ان میں سے تمہاری ایک چیز بھی نہیں اور یہ بھی یاد رکھو کہ موت کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ آناً فاناً زمانہ کا رخ ادھر سے ادھر پھر جاتا ہے۔ تمام جائیدادیں یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔ یوم محشر میں مالک کل کو دمڑی دمڑی اور کوڑی کوڑی کا حساب دینا ہوگا۔ غرض اس روز تمہارا دامن ہوگا اور رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ۔ بتلاؤ اس وقت کیا جواب دو گے لہٰذا ایسے ضروری اور نہایت ضروری فرض کو ادا کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

مسلمانو مددگاری کرو اس کی دل و جان سے
اگر منظور ہے نزدیک ہونا راہِ یزداں سے
تر و تازہ کرو اپنی زمین اس ابرِ باراں سے
کہ تا معمور ہووے وہ شگفتہ نونہالاں سے

علماء کی منصبی فرائض سے بے توجہی

جو لوگ ہیں نیکیوں میں مشہور بہت — ہوں نیکیوں پر اپنی نہ مغرور بہت
نیکی ہے خود ایک بدی گر نہ ہو خلوص — نیکی سے بدی نہیں ہے کچھ دور بہت

جس طرح کوئی شخص اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ آفتاب کا نکلنا دن کی دلیل ہے اس طرح کوئی آدمی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ ہر زمانہ کی ایک

جداگانہ چال ہے اور ہر زمانہ میں ایک نرالا تغیر پیدا ہوتا ہے۔ انسان ہی کو لیجئے ایک زمانہ وہ تھا کہ اس کو سوائے رونے اور چلانے یا پیشاب پاخانہ کرنے کے دوسرا کوئی کام ہی نہ تھا۔ لیکن جوں جوں زمانہ اس پر گذرتا گیا اس کے ضعیف اعضاء مضبوط' اس کی عقل وتمیز افزوں' اس کی تہذیب جداگانہ ہوتی گئی۔

اور جب زمانہ نے اس کو اپنے مختلف اوقات کے رنگوں میں خوب رنگ لیا۔ وہ اس کے تقاضے سے ہر کام کرنے لگا۔ زمانہ نے کبھی اس کو جوان بنایا۔ کبھی بوڑھا کر دیا اور کبھی اس کو اس قدر کمزور کیا کہ آخر کار وہ ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ گیا اور یہ سب کچھ انسان نے اس وجہ سے بخوبی مان لیا کہ اس کو خوب معلوم تھا کہ میں زمانہ کی مخالفت کر کے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور میں اس کا بنایا ہوا قانون نہیں توڑ سکتا۔ وہ جس طرف چلائے چلو' اسکی جو کچھ خوشی اور منشاء ہو کرو' اس میں بہتری اور بہبودی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جو قوم ترقی کرنا چاہے' جو قوم عزت اور آبرو کے ساتھ دنیا میں رہنا پسند کرے' جس قوم کو ذلت اور ندامت سے بچنا منظور ہو وہ ضرور زمانہ کا ساتھ دے اور یہی وہ گر ہے جس پر عمل کرنے سے ہر زمانہ میں کوئی خاص قوم ممتاز رہی ہے اور یہی وہ گر ہے کہ آئندہ جو قوم ترقی کرنا چاہے گی اسی پر کار بند ہو گی اور دین و دنیا کے اعلیٰ مدارج طے کریگی۔ برخلاف اس کے ہمارے علماء جن کے ہاتھوں میں ہماری موت اور زندگی کی باگ ہے اور جن کے ہاتھوں میں ہماری قسمتوں کا فیصلہ ہے' اس اصول کے مخالف ہیں۔

علماء ہمارے جہاز کے ناخدا ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ وہ ہوا کے رخ کو پہچانیں۔ ہر موج کو غور سے دیکھیں تاکہ ہمارا جہاز طوفان اور باد مخالف کے تیز جھوکوں سے محفوظ رہے۔

کیا علماء کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اپنے فائدوں کو چھوڑ کر مخلوق خدا کی رہنمائی

کریں اور اسے سچا راستہ دکھلا دیں۔ کیا انکا یہ کام ہے کہ وہ گھروں میں تکیہ لگائے چین سے بیٹھے رہیں اور باہر ہزاروں اور لاکھوں مسلمان یتیم بچے عیسائی اور آریہ لوگوں کے ہاتھوں میں چلے جائیں۔ کیا انکا یہ کام نہیں کہ وہ شراب خانوں میں جا کر دیکھیں کہ کتنے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی عمریں ساقی کی بھٹیوں پر گذار دیں۔ کیا انکا یہ کام نہ تھا کہ وہ مسٹنڈے اور ہٹے کٹے مسلمان فقیروں سے بھیک جیسا شرم ناک پیشہ چھڑاتے اور ان کو قوت بازو سے پیدا کرنیکی ترغیب دلاتے۔ کیا یہ علماء کا کام نہیں تھا کہ وہ ۴۱ لاکھ ہندوستانی مسلمان بیوگاں کا نکاح کراتے۔ کیا یہ ان کا فرض نہ تھا کہ وہ باہر نکل کر دیکھتے کہ غیر اقوام ان کے برگزیدہ اور مقدس اسلام پر کیسے کیسے بیہودہ اعتراض کرتے ہیں۔

صاحبو! ان کا کام تھا کہ وہ دنیا کے نئے جزیروں میں جاتے اور وحشی اور غیر مہذب لوگوں کو مہذب بنا کر اسلام میں داخل کرتے۔ ان کا کام تھا کہ وہ سب آپس میں شیر وشکر ہو کر رہتے نہ یہ کہ اگر کسی جگہ بدقسمتی سے دو عالم جمع ہیں۔ ان کی ڈیڑھ اینٹ کی مسجدیں جدا بنتی ہیں' وہ اس کو برا کہتا ہے وہ اس کو گالیاں دیتا ہے۔ غرض انکا کام تھا کہ وہ متزلزل خیالات کے لوگوں کے ساتھ بہت نرمی اور انسانیت سے پیش آتے اور ہر بات کا جواب سنجیدگی[1] سے دیتے۔ کیا ہی اچھا کسی نے کہا ہے۔

جو دانایانِ یورپ ہیں وہ اس دیں کے ثنا خواں ہیں
سمجھتے ہیں کہ اس میں منفعت اور خیر و برکت ہے
سبق لیتے ہیں اس دین سے وہ اپنی حکمرانی میں
نظامِ سلطنت میں مشورہ کی ان کو عادت ہے

---

[1] راقم الحروف نے اپنی تمام تصنیفات میں اپنے تمام مخالف فرقوں کو بالعموم اور اسلامی فرقوں کو بالخصوص بڑی متانت اور سنجیدگی سے جواب دینے کا التزام رکھا ہے۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

رفاہِ قوم اور نفعِ رعایا ان کا ہے مقصد
تن آسانی و خود غرضی سے ان کو سخت نفرت ہے
اسی باعث سے ان کو کامیابی ہے مقاصد میں
ترقی پر بہت مدت سے ان کا جاہ و دولت ہے
اٹھائیں نفع دیں سے غیر اور دیندار ہوں محروم
دریغا اس سے بڑھ کر کیا مصیبت اور شامت ہے
ہمارے پیشوا احمد کی ہے میراث دین حق
اسی کی پیروی ان کی وصیت اور نصیحت ہے
نہیں میراث ان کی مال و دولت سیم و زر ہرگز
کہ یہ فانی ہے اور اس میں سراسر رنج و زحمت ہے
ہے جس کا نفع دائم وہ فقط دین محمد ہے
نہیں ہرگز بدلتی اس کی عزت و عظمت ہے
زمین و آسماں بدلیں نہ بدلے دین حق ہرگز
کہ یہ نور خدائی اور مہر چرخ حکمت ہے
مگر صد حیف چھوڑ امت احمد نے یہ ترکہ
اسی باعث سے اس کو ضعف اور ادبار و نکبت ہے
طریقہ ہے جو احمد کا سبق اس سے نہیں لیتے
مذاق ان کو ہے بدعت کا' نہیں سنت سے رغبت ہے
جو ہووے مال پاس ان کے تو بیجا صرف کرتے ہیں
سمجھتے ہیں کہ اس میں اپنی عزت اور شہرت ہے
لٹا کر مال و دولت کو ذلیل و خوار ہوتے ہیں

نہیں کرتے ہیں کچھ پروا کہ یہ حق کی ودیعت ہے
خدایا رحم کر اس پر کہ ہے یہ سخت خستہ حال
نہیں باقی کچھ اس میں عافیت اور تاب و طاقت ہے
خزاں آئی ہے کھیتی پڑ ہوئی ہے فصل سب ابتر
ترا ابرِ کرم برسے تو ہر دم خیر و راحت ہے

لائق علماء کی کمی

آپ نے ہندو پنجاب کے کئی قومی جلسوں میں دیکھا ہوگا کہ ہمارے واجب الاحترام مولانا اکرام الدین بخاری اور قاری شاہ سلیمان اور مولوی عبدالرسول وغیرہ وغیرہ[1] اہل مجلس کو بے خود کر دیتے اور لوگوں کے دلوں میں گھر کر کے اپنی مقناطیسی طاقت سے کھینچ لیتے ہیں۔ جانتے ہو کہ اس کا باعث کیا ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کو خداداد خصوصیتوں کے ساتھ اس فن کی مناسب تربیت حاصل ہوئی ہے اور اس پر ایک پرجوش دل جو محبت اسلام اور شوق محمدی سے سرشار ہے اضافہ ہے مگر آپ نے دیکھا ہوگا کہ ان کو ایک ہی جلسے میں کتنی دفعہ آپ کے روبرو کچھ کہنا پڑا ہے۔ یہی ایک بڑا ثبوت اس بات کا ہے کہ ہمارے پاس بہت سے ایسے بزرگ نہیں ہیں ورنہ ان کو اتنی مرتبہ تکلیف نہ دینی پڑتی۔ آپ ہی غور فرمائیے کہ چار پانچ اچھے واعظوں سے ہندوستان جیسے بڑے ملک میں جس میں نو کروڑ سے

[1] اور بھی لائق فائق حنفی عالم ہندوستان میں کہیں کہیں پائے جاتے ہیں لیکن بہت کم۔ راقم الحروف نے ان تین شخصوں کو اکثر اسلامی مجلسوں میں وعظ کرتے ہوئے دیکھا ہے اس واسطے صرف ان کا نام ہی لکھا۔۱۲

زیادہ مسلمان آباد ہیں' کیا ہو سکتا ہے۔

انگریزی داں مولویوں کی ضرورت

کئی انجمنوں نے مشتہر کیا کہ ہمیں زمانہ کے مذاق کے چند واعظوں کی ضرورت ہے مگر ہندوستان بدیں وسعت مطلوبہ ڈھنگ کے آدمیوں کے مہیا کرنے سے قاصر رہا۔

کچھ عرصہ ہوا کہ ٹرانسوال سے ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف درخواست آئی کہ چند ایسے اصحاب کا ایک وفد جنوبی افریقہ میں جہاں بہت سے خوشحال مسلمان تاجر ہیں آئے جو انگریزی میں مذہب اسلام پر وعظ کر سکتے ہوں لیکن اسکا جواب نفی میں دیا گیا۔

ایک دفعہ جنوبی امریکہ سے ایک مسلمان سوداگر نے مشتہر کیا تھا کہ ہمیں ایک انگریزی داں عالم درکار ہے کیونکہ یہاں مسلمانوں کی بہت سی آبادی ہوگئی ہے جو مختلف ممالک کے رہنے والے ہیں اور جن میں مشترک زبان انگریزی ہے مگر اس کا جواب بھی نفی دیا گیا۔ اسی طرح جاپان میں ایک خاص شوق تلاش مذہب کا موجود ہو گیا ہے اور وہاں کے لوگ آبِ حیات مذہب حق کی تشنگی میں العطش العطش پکار رہے ہیں مگر کوئی ایسا نہیں جو اسلام کے سرچشمۂ رحمت سے پیاسے ہونٹوں تک چند قطرۂ آب پہنچائے۔

یہ اور ایسی بہت سی ملکی اور غیر ملکی ضروریات ہیں جو چاہتی ہیں کہ ذی علم اور باثر واعظوں کی جماعت بڑھائی جائے جو موجودہ خاموشی کے سناٹے کو مبدل بفغان

کر دے اور مذہب حق کا وہ غلغلہ بلند ہو جسکی تاثیر سے پھر ایک دفعہ دنیا میں اسلام کی کوہاک بندھ جائے۔

غرض علماء وفضلاء کو فارغ التحصیل ہونے کے بعد انگریزی وغیرہ رائج الوقت زبان کو بھی ضرور سیکھنا چاہیے کیونکہ یورپ جیسے ملک میں ان کے حصول کے سوا اشاعت اسلام نہیں ہوسکتی' آخر جب وہ ہماری نہ سمجھیں اور نہ ہم ان کی سمجھیں تو افادہ اور استفادہ کیسے ہوگا۔

پیشوایانِ دین نے جو اسلامی دنیا کے باہر اسلام پھیلایا ہے۔ وہ کس طرح پھیلایا بعض خواہان اسلام نے اسلامی زبان سیکھنے کے بعد داعیان اسلام کو لبیک کہہ کر اسلام قبول کیا۔ بعض داعیان اسلام نے ان لوگوں کی زبان حاصل کر کے ان کو اپنے وعظ ونصائح اور تحریر پُر تاثیر سے متاثر فرمایا۔

تاریخ دانوں کو بخوبی معلوم ہے کہ فارسیوں وترکیوں اور چینیوں وغیرہ کی زبانیں دراصل اسلامی بولیاں نہیں اور جب سابق طریقے سے ان میں اسلام داخل ہوا تو پھر انہیں زبانوں میں اسلامی علوم خود انہوں نے اور دوسرے مسلمانوں نے شائع فرمائے۔ دور کیوں جائیں' یونانی فلسفے کی نظیر کو ہی مدنظر رکھیں۔ علمائے اسلام نے جو اس علم کو اپنی زبان میں مدون فرمایا۔ وہ کس طرح فرمایا۔ صورت تو یہ ہے کہ انہوں نے اوّل اس زبان وعلم کو حاصل کیا' پھر اس کا ترجمہ عربی زبان میں کر دیا۔ نظر بریں حالات علوم انگریزیہ کی تحصیل کو اگر ضروری قرار دیا جائے تو مضائقہ کیا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علوم انگریزیہ پڑھنے سے آدمی گمراہ ہو جاتا ہے' یہ خیال بالکل غلط ہے۔ ہاں بے دین انگریزی خوانوں کی ہر وقت صحبت سے ضرور گمراہی ہو جاتی ہے ورنہ دینداروں کی صحبت میں بیٹھ کر کوئی زبان سیکھ لی جائے تو

کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ چنانچہ فلسفۂ یونانی میں جس حالت میں عقول اور ہیولی اور طبیعت کو ازلی و ابدی اور افلاک کو نا قابل خرق و التیام قرار دیا گیا ہے جو بالکل خلاف اسلام ہے۔ جب اس کے پڑھنے سے علمائے اسلام گمراہ نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے اس کی تردید کی اور اس کے مقابلے پر علم کلام کو کھڑا کر دیا ہے تو مسلمان باوجود اہل ہونے کے دنیوی اور انگریزی علوم کو پڑھ کر کیا اس کے معقولات باطلہ کی تردید نہیں کر سکتے۔ لہٰذا انگریزی علوم کا جو ترقی دنیا اور اشاعت اسلام کیلئے فی زمانناسبب بن سکتے ہیں پڑھنا لازمی ٹھہرا۔ مگر ہاں پہلے دینی تعلیم کافی ہونی چاہیے۔ پھر انگریزی وغیرہ تعلیم کے حاصل کرنے کا کچھ خطرہ نہیں ہے۔ اگر دین کو بالائے طاق رکھ کر جیسا کہ آج کل عوام الناس کا دستور ہو گیا ہے انگریزی تعلیم کو حاصل کیا جائے تو پھر اس میں کچھ بھی شبہ نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کے خیالات حقیقی اسلام سے کوسوں دور بلکہ ان میں دہریت کی بو پائی جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہم کو دینی و دنیوی دونوں قسم کے علوم میں کمالیت پیدا کرنی چاہیے کو دونوں میں حقیقی کمال پیدا کرے۔ لیکن کم از کم اتنی تو کوشش ہونی چاہیے۔ گو علوم اسلامیہ میں مروجہ کمال کے ساتھ علوم انگریزیہ میں بقدر معتد بہ مہارت ہوتا کہ اہل اسلام تجارت و حرفت میں ترقی کریں اور اسلام کی اشاعت کر سکیں مگر کس اسلام کی؟ نہ اس اسلام کی جو آج کل خود تیار کیا جاتا[1] ہے۔ نہ وہ اسلام جو حضرت جبریل علیہ السلام کو قوت قدسیہ کہتا ہے۔ نہ وہ اسلام جو بہشت کو صرف راحت سے نامزد کرتا ہے اور نعمائے بہشت کو تمسخر میں اڑاتا ہے[2]۔ نہ وہ اسلام جو معجزات و خوارق صلحا کو قوت دماغیہ مقناطیسیہ کا نتیجہ بتاتا ہے۔ نہیں وہ اسلام جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے مسلم چلا آیا ہے جسے صرف چند اسلامی مدارس[3] نے

---

[1] جیسا کہ فرقۂ قادیانی اور فرقہ چکڑالوی وغیرہ۔ [2] جیسا کہ فرقہ نیچری وغیرہ [3] لاہور میں انجمن نعمانیہ۔ اور دہلی۔ کراچی۔ بمبئی۔ کانپور۔ لکھنؤ۔ کلکتہ وغیرہ وغیرہ میں بھی کئی حنفی انجمنیں ہیں۔

اس قدیم اسلام کی خدمت کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں تاقیامت صفحۂ ہستی پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

اولڈ فیشن اور نیو فیشن سے خطاب

اب میں دونوں گروہوں کی طرف الگ الگ خطاب کرتا ہوں۔ قدیم گروہ کا یہ خیال کہ مدارس موجودہ میں علوم قدیمہ کی تعلیم کافی طور سے ہو رہی ہے اسلئے کسی نئے طرح کے مکتب کی کیا ضرورت ہے۔ صحیح نہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اسلام میں جتنے علم پیدا ہوئے سب زمانے کی خاص خاص ضرورتوں سے پیدا ہوئے۔ مثلاً علم کلام صرف اس ضرورت سے پیدا ہوا تھا کہ فلسفۂ یونان کی تعلیم نے لوگوں کے مذہبی خیالات متزلزل کر دیئے تھے۔ اس بناء پر آج بھی چونکہ فلسفۂ جدید کی تعلیم نے ہزاروں آدمیوں کو مذہب کی طرف سے بے دل کر دیا ہے۔ اسلئے ضرور ہے کہ فلسفۂ جدیدہ کے مقابلہ میں ایک نیا علم کلام ایجاد کیا جائے' نہ صرف اسی قدر بلکہ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ جس طرح ہمارے قدماء نے یونان۔ مصر۔ ایران اور ہندوستان کے علوم وفنون اپنی زبان میں منتقل کئے تھے' اسی طرح یورپ میں جو نئے علوم وفنون ایجاد ہوئے ہیں' ہماری زبان میں منتقل کئے جائیں[1]۔

انگریزی خوانوں کا جو گروہ ملک میں موجود ہے' اس سے ایک ناواقف شخص اور کیا قیاس کر سکتا ہے۔ آج ملک میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں اعلیٰ درجہ کے انگریزی تعلیم یافتہ ہیں لیکن کیا ان میں ایک بھی فلسفہ دان ہے' منطقی ہے۔ اگر نہیں ہے تو ہمارے علماء اور کیا قیاس کر سکتے تھے۔

---

[1] دیکھو میری کتاب التوحید اور سوانح عمری رسول مقبول ﷺ۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

بہت بڑی چیز جو علم کا معیار ہے' وہ علمی ذوق ہے۔ ہمارے علماء علانیہ دیکھ رہے ہیں کہ انگریزی خواں جماعت میں علمی ذوق بالکل مفقود ہے یعنی ایک شخص بھی علم کو علم کی غرض سے نہیں پڑھتا۔ یہاں تک کہ اگر گورنمنٹ کی طرف سے نوکریوں کیلئے انگریزی دانی کی قید اٹھا لی جائے تو اس سرے سے اس سرے تک تمام اسکول اور کالج دفعۃً خالی ہو جائیں گے۔ پس اس سے ایک ناواقف شخص خواہ مخواہ یہ قیاس کرے گا کہ انگریزی میں دقیق' لطیف' نازک اور دلچسپ مسائل علمی نہیں ہیں' ورنہ یہ کیونکر ممکن تھا کہ ایک مدت تک مشغول رہنے کے بعد ایک شخص کو بھی علمی ذوق نہ پیدا ہوتا۔

اس بناء پر ہمارے علماء کو انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ کرنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ اس زبان میں بھی علوم وفنون لطیفہ موجود ہیں۔ پس جب ہمارے علماء پر یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ یورپین زبانوں میں ہر قسم کے علوم وفنون موجود ہیں اور خود ہمارے اسلامی علوم کے متعلق یورپ نے نہایت بیش بہا تحقیقات کی ہیں تو یقیناً ہمارے علماء یورپ کے علوم وفنون کو بھی اسی ذوق اور سرگرمی سے حاصل کریں گے جس طرح انہوں نے یونانی علوم وفنون کو حاصل کیا تھا۔

جدید گروہ نے یہ خیال کیا ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کو پھر قدیم تعلیم کے گڑھے میں دھکیلنا چاہتا ہے۔ میرا اصلی مقصد یہ ہے کہ مشرقی اور مغربی تعلیم کی ڈانڈے ملا دیئے جائیں۔ یہ قطعی ہے کہ جدید تعلیم اسلامی علوم اور اسلامی اثر سے بالکل خالی ہے اس لئے اگر محض جدید تعلیم پر قناعت کی جائے تو مسلمانوں میں قومیت اور مذہب کی روح قائم نہیں رہ سکتی۔

نہ صرف اسی قدر بلکہ جدید تعلیم بجائے خود بھی نوکری اور غلامی کے سوا اور

کسی کام کی نہیں۔ انگریز حاکموں نے سینکڑوں بار علے رؤس الاشہاد کہا کہ علم کو علم کیلئے سیکھو لیکن اس ہدایت اور نصیحت کا کیا اثر ہوا۔ کیا ہندوستان میں اس سرے سے اس سرے تک ایک شخص نے بھی علم کو علم کی غرض سے کبھی پڑھایا اب پڑھ رہا ہے۔ جدید تعلیم کا جو اسلوب ہے وہ ثابت کر رہا ہے کہ یہ حالت ماضی اور حال پر محدود نہیں بلکہ آئندہ بھی اس فرقے سے کبھی یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ علم کو علم کی غرض سے پڑھیں گے۔

اے حضرات! یہ خدمت اور یہ فرض جسکی ہدایت بڑے بڑے انگریز حکمرانوں نے کی ہے اس کو وہی غریب اور مسکین گروہ ادا کرے گا جس کو آپ پرانی اور دقیانوسی تعلیم والا کہہ کر یاد کرتے ہیں۔ اسی غریب گروہ نے ہمیشہ علم کو علم کی غرض سے پڑھا ہے اور یہی اب بھی اس خدمت کو انجام دے گا۔ ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ عربی علوم وفنون آج کل محض بیکار ہیں اور ان سے دنیاوی معاش کی ضرورت میں کچھ مدد نہیں۔ تاہم آج بھی سینکڑوں ہزاروں طلباء انہیں علوم کی تحصیل میں مصروف ہیں۔ کیوں۔ صرف اس لئے کہ وہ علم کو علم کی غرض سے سیکھتے ہیں' نہ زر و مال اور جاہ وجلال کیلئے۔

شاید کسی کو خیال ہو کہ یہ مذہبی جوش کا اثر ہے اور صرف مذہبی خیال سے یہ علوم حاصل کئے جاتے ہیں لیکن ان لوگوں کی نسبت کیا کہے گا جو منطق' فلسفہ' ریاضی اور ادب کی تحصیل ہیں نہایت سرگرمی سے مشغول ہیں اور جنہوں نے صرف انہیں علوم میں اپنی عمریں صرف کر دی ہیں۔ ان علوم میں کون سا علم مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کوئی علمی گروہ نہیں بلکہ ایک کاروباری گروہ ہے۔ اسی وجہ سے وہ علم کو صرف اس غرض سے پڑھتا ہے کہ کاروبار میں کام

آئے' اسلئے ان کو علم کی تحصیل سے اصل میں کچھ غرض نہیں۔ علمی گروہ وہی غریب علماء ہیں جو فاقے کر کے علوم کی تحصیل کرتے ہیں۔ صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ اس فرقے کو علوم جدیدہ کی ضرورت ذہن نشین کرا دی جائے تو پھر یہی گروہ ان علوم جدیدہ کو بھی اسی ذوق شوق اور سرگرمی سے سیکھے گا جس طرح وہ آج علوم قدیمہ کو حیرت انگیز کوششوں سے حاصل کر رہا ہے۔

عام خیال ہے کہ ہمارے علماء انگریزی تعلیم تعصب کی وجہ سے نہ خود حاصل کرتے ہیں نہ دوسروں کو اجازت دیتے ہیں؟ ہاں اس میں کچھ شک نہیں کہ علماء انگریزی تعلیم سے بالکل الگ ہیں لیکن اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا عام خیال کے مطابق اس کی وجہ تعصب ہے؟ اگر تعصب ہی ہے تو ہمارے علماء جن علوم وفنون کی تعلیم میں رات دن مشغول ہیں اور جس کو وہ اپنا مایۂ ناز سمجھتے ہیں۔ کیا وہ اسلامی علوم ہیں مثلاً منطق' فلسفہ' ریاضی' ہیئت' یہ وہ علوم ہیں جن کے پڑھنے پڑھانے میں ہمارے علماء کی تمام عمر صرف ہوتی ہے اور علماء ان علوم کو اسی شوق اور محنت اور سرگرمی سے سیکھتے ہیں جس طرح خالص مذہبی علوم مثلاً تفسیر اور فقہ اور حدیث کو۔ پس جبکہ ہمارے علماء نے تمام غیر قوموں کے علوم وفنون کے حاصل کرنے میں اس قدر بے تعصبی اور فیاض دلی ثابت کی ہے تو کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ انگریزی علوم و فنون کے سیکھنے سے ان کو تعصب نے باز رکھا ہے بلکہ یہ بات ہے کہ ان کو پورے طور پر معلوم نہیں ہے کہ انگریزی میں بھی ایسے ایسے نادر علم موجود ہیں جن کا ترجمہ عربی' فارسی میں آج تک نہیں ہوا۔ ہاں جب ان کو کسی انگریزی دان مسلمان سے واسطہ پڑا ہے تو وہ اس کو بے دین دیکھ کر متنفر ہو گئے۔ اور معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ انگریزی تعلیم کا ہی ایسا برا اثر ہے کہ آدمی بے دین اور گمراہ ہو جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ بات نہیں ہے بلکہ جن مسلمانوں نے اپنی مذہبی تعلیم پورے طور پر حاصل کی

ہے ان کے خیالات بالکل متزلزل نہیں ہوئے بلکہ اور بھی مضبوط اور مستحکم ہو گئے۔ ہاں اسلام میں بعض کاذب اور گمراہ فرقے پیدا ہو گئے ہیں جن کو ایسی حالت میں گمراہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور ان گمراہ فرقوں سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین

ہے دعا یا رب یہ باعجز اتم | سنت نبوی پہ ہوں ثابت قدم
امت احمد میں ہو میرا شمار | اور تیرے بندوں میں اے پروردگار
بندگان خاص میں کرلے پسند | مہربان ہو میں بہت ہوں دردمند
شرک و بدعت سے خدایا پاک کر | نارِ دوزخ سے مجھے بیباک کر
حب میں محبوب کی اپنی سدا | جام دل لبریز کرکے رکھ سدا
سنت نبوی پہ یوں محکم چلوں | جان دوں پر آن ہاتھوں سے نہ دوں
آبروئے عزت و دنیا و دیں | پاس ننگ و عار خویش و ہمقریں
کچھ رہے باقی نہ سنت کے سوا | تو کفایت ہووے اور خیرالوریٰ
عشق میں دونوں کے پس میں چور ہوں | اس نشہ میں رات دن مسرور ہوں
یاد میں تیری میرا دم ہو ختم | نزع کے مٹ جائیں سب درد والم

حنفی مذہب اور دیگر نوایجاد مذہب

حضرات! آج کل چاروں طرف مذہبی دنیا میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور ہر ایک فرقہ خواب غفلت سے بیدار اور ہوشیار معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ غیر اقوام کو چھوڑ کر مسلمانوں کے ہی بعض کاذب اور گمراہ فرقوں کی طرف ذرا نظر اٹھا کر

دیکھو کہ انہوں نے کس طرح دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک دھوم مچا رکھی ہے اور اپنے اوہامِ باطلہ کے اظہار کے کیسے کیسے بہتر ذرائع اور عمدہ وسائل بہم پہنچائے ہوئے ہیں اور کن کن طریقوں سے سادہ لوحوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کے جس قدر مختلف فرقے ہندوستان میں پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں' ان پر ایک وقت ایسا گذر چکا ہے کہ وہ سب کے سب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جھنڈے تلے نشو ونما پاتے تھے لیکن اب ہمارے علماء کی بے توجہی اور خود غرضی سے بعض ہوا پرستوں نے اپنی نفسانی خواہشوں اور ترلقموں کیلئے سچے اسلام سے منہ موڑ لیا ہے اور دیدہ و دانستہ اس دھکتی آگ کا ایندھن ہوگئے ہیں۔ جس کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ[1]۔

حضرات! چونکہ آج کل ہر ایک فرقہ اس کوشش میں سرگرداں ہے کہ ہمارا ہی مذہب عالمگیر مذہب ہو یا ہمارے ہی عقیدے کی تمام دنیا ہو جائے اور ہمارے ہی خیالات والے لوگ بکثرت ہو جائیں لیکن ہمارے حنفی بھائی خواب غفلت میں پڑے ہوئے خراٹے لے رہے ہیں' انہیں اتنا بھی پتہ نہیں ہے کہ آج کل مذہبی دنیا میں کیا کچھ انقلاب ہو رہا ہے اور ہم کس قدر کمزور ہوتے جاتے ہیں لیکن ہم بالکل خاموش اور سست بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہماری اس سستی اور بے توجہی کا یہ نتیجہ پیدا ہوگیا کہ ہم اپنے سچے اسلام یعنی حنفی مذہب سے بالکل بے خبر ہوگئے اور نہایت ہی سخت کمزوریاں ہم میں پیدا ہوگئیں۔ یہاں تک کہ دوسروں کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ

---

[1] اسکا ترجمہ یہ ہے۔ ڈرو آگ سے جس کا ایندھن آدمی (کافر) اور پتھر (بت) ہیں تیار ہے کافروں کیلئے۔ ۱۲

بھائی حنفی تو وہ ہوتے ہیں جو نہ کبھی نماز پڑھیں، نہ روزہ رکھیں، نہ حج کریں، نہ زکوٰۃ دیں بلکہ شرک و بدعات میں مبتلا رہیں۔ علاوہ ازیں پھر یہ کہتے ہیں کہ جیل خانوں میں جا کر دیکھو تو کثرت سے حنفی مسلمان ہی نظر آتے ہیں۔ قمار بازوں میں جا کر دیکھو تو سب میں اوّل نمبر حنفی مسلمانوں کا ہے۔ چوروں اور بدمعاشوں میں جا کر دیکھو تو ان میں بھی حنفی مسلمانوں کی کثرت ہے۔ رنڈیوں اور رنڈی بازوں کی پڑتال کرو تو ان میں بھی حنفی مسلمانوں کی کثرت ہوگی۔ مقدمہ بازوں میں جا کر تفتیش کرو تو ان میں بھی حنفی مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ آتشک اور سوزاک کی بیماریوں میں مبتلا دیکھو گے تو ان میں بھی حنفی مسلمان ہی نظر آئیں گے۔ غرض کہ جس قدر مذموم اور قبیح پیشے ہیں وہ سب کے سب حنفی مسلمانوں نے ہی اختیار کر رکھے ہیں۔ یہ بات کس قدر بالکل سچ ہے۔ گو جس فرقے کی زیادتی ہوگی وہ ہر ایک نیک و بد میں اوّل نمبر ہوگا لیکن بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے حنفی علماء و فضلاء کی قدر و منزلت کو چھوڑ دیا اور وہ بھی ہماری طرف سے بے پروا ہو گئے۔ حتیٰ کہ انہوں نے اپنی اولاد کو بجائے دینی تعلیم کے دنیوی تعلیم دلوا کر اعلیٰ اعلیٰ عہدوں پر ممتاز کرا دیا۔ اگر کچھ عرصہ تک یہی سلسلہ قائم رہا اور قوم کی اسی طرح بے پروائی اور بے اعتنائی رہی تو یاد رکھنا کہ ایک دن ایسا آ جائے گا کہ قوم کو ہند میں کوئی حنفی عالم نہیں مل سکے گا۔ گو اب بھی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ سوائے معدودے چند حنفی علماء کے کوئی متبحر اور علامہ عالم فاضل نظر نہیں آتا۔

حضرات! دشمن تو اس بات کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ حنفی مذہب کا نام و نشان ہی صفحہ ہستی سے مٹ جائے لیکن ایک ہم ہیں کہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہم کس کے پیرو ہیں اور وہ کس پایہ کے بزرگ تھے اور انہوں نے اس دنیا میں آ کر کیا کیا کام کیا، ہم نے کیوں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو قبول کیا۔ کیا

آج کل کا فلسفہ حنفی مذہب کے مخالف ہے' کیا فقہ حنفیہ قرآن و احادیث کے مخالف ہے' کیا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن و حدیث کے برخلاف اپنا اجتہاد کیا تھا' کیا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید و احادیث نبویہ سے ناواقف تھے؟

مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے ایسے ماہر اور واقف تھے کہ دیگر مذاہب کے بڑے بڑے متبحر علماء و فضلا بھی آپ کے علم و فضل کے مداح ہو گذرے ہیں اور آپ کی تعریف میں انہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھ ڈالیں جس کا ذکر ہم آگے چل کر بڑی شرح و بسط کے ساتھ کریں گے۔

حضرات! جاگئے اور خوب غفلت سے بیدار ہو کر اپنی آنے والی نسل کا انسداد کیجئے۔ ورنہ اگر یہی صورت رہی تو یاد رکھنا کہ تمہارا ہم خیال دنیا میں کوئی نظر نہیں آئے گا۔

جانتے ہو کہ کیوں تمہارے بچے لامذہب اور بے دین ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے ہاں کوئی مجلس نہیں ہے کہ جس میں وہ حنفی مذہب کی ایسی اعلیٰ اور پاک تعلیم حاصل کر سکیں جہاں انہیں زمانہ کی رفتار سے کما حقہٗ واقفیت ہو جائے اور نیز مخالفوں کے اعتراضات کی بوچھاڑ کو روک سکیں اور اپنی سچائی اور صداقت سے مخالفوں کے دہان پر مہرِ سکوت لگا سکیں۔

مسلمانو! ابھی تک تم میں رمق جان باقی ہے۔ اب بھی سب کچھ ہو سکتا ہے' اگر تم سنبھل جاؤ۔ جس قدر موجود ہو سب مل کر کوشش کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ تم سب فرقوں پر غالب آ جاؤ گے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا غرض اپنے بچوں کو حنفی مذہب کی تعلیم دلواؤ اور ان کے دل میں اسی مذہب حقہ کی خوبی ذہن نشین کرو اور

ان کے شکوک و اعتراضات کو رفع کرو۔ اپنے میں حنفی علماء پیدا کرو جس کی قوم کو بڑی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں یہ احتیاج اس طرح رفع ہو سکتی ہے کہ جس طرح دیگر فرقوں نے اپنی اپنی مجلسیں قائم کی ہوئی ہیں تم بھی شہر شہر' قصبہ قصبہ اور گاؤں گاؤں حنفی مجالس قائم کرو' تاکہ تم بھی اپنے مذہب کی کماحقہ اشاعت کر سکو۔

اے اہلِ دیں اٹھو اب تو سو چکے　　عمر گراں بہا کا بہت حصہ کھو چکے
اب کیا رہا ہے جس پہ تغافل یہاں تلک　　بارِ گناہ سے کاہل و جاہل تو ہو چکے

اب میں ان علماء کی طرف مخاطب ہوتا ہوں جو اپنے آپ کو خواہ مخواہ حیطۂ اسلام میں داخل سمجھتے ہیں حالانکہ ان کو اسلام سے کچھ بھی سروکار نہیں ہے' وہ تو ابن درہم و ابن دینار ہیں۔ جہاں سے ان کو روپیہ پیسہ ملے وہی ان کا مذہب وہی ان کا طریقہ ہے۔ علاوہ ازیں بعض نے اپنے آپ کو چار دانگ عالم میں تشہیر کرنے کیلئے ایک نیا ڈھنگ نکالا ہوا ہے۔ وہ یہ کہ ایک نیا طریقہ بنا کر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال دینا۔ لہٰذا وہ علماء جو آئے دن نئے نئے مسائل گھڑتے اور نئے نئے مذاہب نکالتے رہتے ہیں اور عوام میں ایک قسم کا اضطراب اور بداعتقادی پھیلاتے رہتے ہیں' انہیں للہ رحم چاہیے کہ کیا اسلام میں پہلے کچھ کم مذاہب نکلے ہوئے ہیں جو اب ان کی ضرورت ہے۔ بخدائے لایزال کہ اس تفرقہ نے مسلمانوں کو بڑا ہی سخت ضعف پہنچایا اور ان کی رہی سہی طاقت کو اس نے پائمال کر دیا ہے۔

پوچھتے کیا ہو مسلمانوں کا حال　　منتشر اجزا سب ان کے ہو گئے

تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے پ ۸ سورۂ انعام کے آخر میں آیت نمبر ۱۵۹ ارشاد فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ یعنی جن لوگوں نے راہیں نکال لیں اپنے دین میں اور بن گئے کئی فرقے' تجھ کو ان سے کچھ کام نہیں' کیونکہ وہ لوگ اسلامی طریق سے باہر ہیں تو جس قدر اپنوں سے نقصان پہنچا

ہے اس قدر غیروں سے نہیں پہنچا۔

ہرکس از دستِ غیر ے نالید سعدی از دستِ خویشتن فریاد

خدا کیلئے ایسے مہربانوں کو لازم ہے کہ امت مرحومہ و خیرالامم کیلئے بھیڑیا نہ بنیں بلکہ چرواہا بنیں اور ان کی نگہبانی کریں۔

حضرات ہمیں نہایت افسوس اور سخت رنج ہے کہ اسلام کی وہ نورانی شعاعیں جو آفتاب جہانتاب کی طرح ہر ایک قسم کی ظلمت کفر و شرک کو دور کرنے کیلئے ہادیٔ کامل اور مرشد اکمل (ﷺ) اُمتِ مرحومہ میں چھوڑ گئے' وہ آج گدلا اور ظلمت کدہ ہو رہا ہے۔ وہ لقب خیرالامم جو ہمیں اس لولاکی دربار سے عطا ہوا تھا وہ آج عصیان اور کفران سے مبدل ہوا نظر آتا ہے۔ جس اسلام نے ہمیں وحدت سکھلائی وہی آج تفرقہ کا بانی ہو رہا ہے۔ افسوس ہماری یہ بدبختی اور بدعملی اس مصفا اور روشن چشمے کو کیسا غیر قوموں کے سامنے گدلا اور سیاہ چشمہ پیش کر رہی ہے۔ جب تک بے دین اور گمراہ علماء اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئیں گے' یا ان علماء کے خیالات فسادہ کی پورے طور پر تردید نہ کی جائیگی ہم اپنی آئندہ نسلوں کے مذہبی خیالات کی حفاظت نہیں کرسکیں گے۔

کامل مذہب

مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ دین اسلام بالکل کامل ہو چکا' اب اس میں نئی ایجاد یا نئے الہام[1] کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (پ ٦ سورہ المائدہ آیت نمبر۳) یعنی آج کے دن میں نے پورا کر دیا ہے

---

[1] یعنی وہ الہام جو شریعت کیخلاف اور سلف صالحین کے مخالف ہو وہ وسوسہ شیطانی ہے۔ ایسے کاموں سے بچنا چاہیے۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

دین اور مذہب کو اور تم پر اپنی نعمت کو کامل کر دیا اور اسلام کے مذہب کو تمہارے لئے پسند اور گوارا کر لیا۔

پھر ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (پ۲۲ سورۂ احزاب آیت نمبر ۴۰) یعنی رسول ﷺ مردوں میں کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کی مہر ہیں۔

بعض قراء نے خَاتَمَ کو خَاتِمَ بکسر تا پڑھا ہے۔ پس اس تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ محمد ﷺ سب نبیوں کے پچھلے نبی ہیں کہ آپ کے بعد اور کوئی نبی نہ ہوگا۔

پہلی تقدیر پر یہ معنی ہوئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سب نبیوں کی مہر ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہو چکا۔ جس طرح کسی چیز کا منہ بند کر کے اس پر مہر لگا دیتے ہیں' اسی طرح حضور ﷺ نبوت کے سلسلہ پر مہر ہیں کہ اب بعد مہر آپ کے اس سلسلہ میں کوئی داخل نہ ہوگا۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم کتاب المساجد میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ یعنی رسالت مجھ پر تمام ہوگئی۔ صحیح ترمذی میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَانَبِیَّ بَعْدِیْ (مشکوۃ کتاب الفتن دوسری فصل) یعنی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

غرض رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی ترقی کے واسطے اللہ تعالیٰ کے علم میں ایک حد مقرر تھی۔ جوں جوں وہ حد ترقی کے قریب ہوتی گئی تو شریعت مذہب' قانون' اخلاق بھی ترقی کرتا گیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں قانون' اخلاق' شریعت کامل ہوگئی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اب کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں اور اس لئے رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین[1] ہیں۔

---

[1] مسئلہ ختم نبوت کو بڑی شرح وبسط کیساتھ سوانح عمری رسول مقبول میں لکھا گیا ہے۔ (مصنف)

غرض خدا کا دین کامل ہو چکا' اس کی نعمت پوری ہو چکی' اب اس میں ایک ذرا برابر کمی بیشی یا تغیر وتبدل کی گنجائش نہیں۔ ذرا سمجھنے کی بات ہے کہ بادشاہ وقت کے قوانین پر رعایا کو کیا اختیار ہے کہ وہ ترمیم و تنسیخ کرے اور اگر کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ بادشاہ کے نزدیک ایک بہت بڑے سنگین جرم کا مرتکب اور اعلیٰ درجہ کا سرکش اور باغی سمجھا جائے گا۔ اگر تغیر وتبدل کا اختیار کسی کو ہے تو وہ خود ہی بادشاہ کو ہے جس نے وہ قانون بنایا ہے' کسی دوسرے کو اس میں کچھ بھی دخل نہیں۔ اسی طرح قانون الٰہی میں ہم تغیر وتبدل کرنے والے کون اور اس کی ترمیم و تنسیخ کرنے کا ہمیں کیا اختیار ہے۔

خداوند حکیم نے اسلام کو دنیا کیلئے آخری شریعت قرار دیا ہے اور اس کی پابندی دنیا کیلئے جب تک کہ دنیا کی بقاء ہے لازم کر دی ہے' پھر بھلا ایسی شریعت میں کسی قسم کی فروگذاشت اور کوئی امر قابل ترمیم و تنسیخ کیونکر ہو سکتا۔ حاشا ثم حاشا۔ اس امر کو کبھی وہ شخص تسلیم نہیں کر سکتا جو اسلام کو ربانی شریعت اور اس کے احکام کو آلٰہی احکام سمجھتا ہے۔ ہاں آج کل کے گمراہ فرقے قرآن مجید کی ترمیم کر کے اپنے دعاوی کو ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ ان گمراہ فرقوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

بے دینوں سے تو ہم کو محفوظ رکھیو ہمیں روز محشر کا کھٹکا بڑا ہے
تو اللہ ہے میرا میں بندہ ہوں تیرا تیرے در کا مجھ کو سہارا بڑا ہے

مسلمانو! رسول اللہ ﷺ نے جس پاک شریعت کی تبلیغ فرمائی اور جس نور کو آپ نے ملک عرب میں پھیلایا اور پھر وہ نور مبارک عرب سے نکل کر تمام اقصائے عالم میں پھیلا اور سعادت مند گھروں میں اس کی روشنی پہنچی' وہ پاک شریعت ایک ہی ہے اور اس نور مقدس کی روشنی ایک ہی رنگ کی ہے۔ اب جو اسلام میں متعدد

فرقے پیدا ہو گئے ہیں اور ہر ایک فرقہ یہی کہتا ہے کہ اسلام کے حقیقی وارث ہم ہی ہیں۔ یہ بات پہلے نہ تھی اور نہ ہی یہ اختلافات تھے نہ ہی یہ فرقہ بندیاں تھیں بلکہ سب کے سب ایک ہی راہ پر تھے اور وہ راہ نہایت صاف اور سیدھی تھی اور ہر طرح کی آلائش اور مفاد فاسد سے منزہ اور پاک تھی۔

آج کل تو چالاک لوگوں[1] نے ایجاد مذہب کی روٹی کمانے کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے اور محض ترلقموں اور چرب نوالوں کی خاطر آیات اور احادیث کا گلا گھونٹ کر سبز باغ دکھایا جاتا ہے۔ اسی واسطے آئے دن حشرات الارض اور موسمی بخار کی طرح نئے نئے مذہب ایجاد ہو رہے ہیں۔ عوام الناس کالانعام ان کی چکنی چپڑی باتوں کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان عیاروں اور دھوکے بازوں اور منافقوں اور گمراہوں کے دام تزویر سے محفوظ و مصون رکھے۔ آمین

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دستے نباید داد دست

رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امتِ مرحومہ کو بالکل صاف اور سیدھی راہ پر چھوڑ کر دربار عام سے دربار خاص میں چلے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ اسی یک رنگی میں گذر گیا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری حج سے لوٹتے وقت خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو تم ایسے روشن راستے پر چھوڑ دیئے گئے ہو جس کی رات بھی دن ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں باہم جھگڑے مناقشے اور آخری وقت میں خونریز لڑائیاں بھی ہوئیں مگر مذہبی اختلاف کا نام تک نہ آنے پایا۔ ایک دوسرے کو مومن کامل الایمان جانتے رہے اور سب اسی ایک راستے پر چلتے رہے جس پر ان کے ہادی

---

[1] چالاک لوگوں کا حال میں نے قیام امام مہدی اور نزول عیسیٰ میں مفصلاً لکھ دیا ہے۔ قابل دید کتاب ہے۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

برحق ﷺ نے انہیں چھوڑا تھا۔ ہاں ان میں معمولی فروعی اختلاف ضرور تھا جس بناء پر حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی مذہب کی بنیاد پڑی۔ درحقیقت یہ چاروں فرقے ایک ہی ہیں کیونکہ اصول میں ان کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ برعکس اس کے آج کل کے نوایجاد مذاہب کے اصولوں میں سخت اختلاف ہے جس کے باعث ان کو اہلسنت و جماعت کے گروہ سے خارج کیا گیا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ ہر زمانہ میں ایک بڑی جماعت اسی راہِ راست اور صراطِ مستقیم پر قائم رہی جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد میں تھی۔ کبھی کسی زمانہ میں اس سوادِ اعظم سے زیادہ کیا معنی اس کی برابری بھی کوئی فرقہ اپنی تعداد کو نہیں کر سکا۔

رہی یہ بات کہ اس قدر مختلف فرقوں میں یہ تو ممکن نہیں ہے کہ اسلام کا حقیقی مصداق سب کو سمجھ لیا جائے۔ پس لامحالہ ان میں سے ایک ہی اپنے دعویٰ میں سچا اور ٹھیک ہوگا۔ لہٰذا سچے مذہب کی شناخت کا معیار یہ ہے کہ جس کی تصدیق قرآن مجید اور احادیث نبویہ اور اجماع امت کرے وہ مذہب صحیح اور من جانب اللہ ہے، ورنہ وہ خارج از اسلام ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

علم دیں فقہ است و قرآن و حدیث ہر کہ خواند غیر زیں گرد و خبیث

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ اور اجماع امت سے اپنی حقیقت ثابت کرنے کا حوصلہ صرف اہلسنت و جماعت کے سوا کسی اور فرقہ میں نہیں ہے۔ اگر کسی کو اس امر کے یقین کرنے میں تامل ہو تو وہ اپنے تجربے اور اس کتاب اور میری دیگر تصانیف کے مطالعہ کرنے سے بخوبی معلوم کر لے گا کہ حقیقی اسلام اہلسنت و جماعت کے ان چار مجتہدان دین یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ۔ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولی فروعی اختلاف میں

دائر اور محدود ہے۔ جن میں سے زیادہ محتاط محقق اور مقبول فی الخلائق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ جن کے اقوال اکثر عقل ونقل اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہیں جس کا ثبوت اس کتاب کے مطالعہ سے ناظرین پر منکشف ہو جائے گا۔

راقم الحروف نے محض نیک نیتی اور سچی عقیدت سے حنفی مذہب کے ہر ایک مسئلہ کو احادیث نبویہ سے تطبیق دینے کا بیڑا اٹھایا ہے۔ انشاء اللہ العزیز جب تک میری قلم میں تاب وطاقت ہے اس خدمت کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ اگر عمر نے وفا کی تو اس سلسلہ میں سینکڑوں کتابیں تصنیف وتالیف کر دی جائیں گی۔ گو آج کل کے اشتہاری مذہب صداقت اسلام بالخصوص حنفی مذہب کے مٹانے کے درپے ہیں لیکن جس مذہب کا خود ذات باری محافظ ونگہبان ہو اس کو کون مردود مٹا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک حنفی المذہب علماء وفضلاء کے مقابلہ میں کوئی بھی مرد میدان بن کر نہیں آسکا' اگر کہیں مقابلہ ہوا بھی تو فتح ونصرت حنفیوں ہی کو ہوئی ہے۔ کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا

ناظرین خود بنفسِ نفیس اس کتاب کی اوراق گردانی سے مذہب حقہ کے دلائل عقلیہ ونقلیہ کو بنظر انصاف دیکھ کر اندازہ لگالیں گے کہ واقعی سب سے زیادہ محتاط اور سچا مذہب یہی حنفی مذہب ہے کیونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جس قدر مسائل قرآن وحدیث سے استنباط کئے ہیں وہ عین ارشادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں۔ بالخصوص مسائل نماز اور ترکیب نماز میں آپ نے اس قدر تحقیق کر کے دکھلا دیا کہ وہ نماز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وصال میں پڑھی تھی وہ بعینہٖ اسی نہج اور طریق پر تھی جسے آپ نے اپنی خداداد لیاقت اور روحانی تصرف اور تابعی ہونے کی وجہ سے نہایت تحقیق سے چھان بین کر کے چاردانگ عالم میں مشتہر کر دیا' پھر تو آپ کے مذہب

میں عوام کیا خواص جوق در جوق شامل ہونے شروع ہو گئے۔ حتیٰ کہ مشرق سے مغرب تک آپ کا مذہب ایسا مقبول عام ہوا کہ کروڑ ہا لوگ آپ کے نام لیوا اور معتقد جا بجا پیدا ہو گئے۔

چمکتا ہے جہان میں آفتاب نورِ حنفی ہر طرف
کہ اس کے دیکھنے سے منکروں کو سخت حیرت ہے
گروہِ دشمناں اس کی چمک سے خیرہ ہوتے ہیں
نہیں شپر کو سورج کے مقابل تاب و طاقت ہے

اس زمانہ میں بعض لوگوں نے خلاف حق یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی ہوائے نفس کے موافق جو حدیثیں دیکھ لیں اس پر عمل کرنے لگے اور عوام الناس کو جو مقلد مذہب معین کے تھے اپنی خواہش کی طرف بلانے لگے، تو رفتہ رفتہ ان کا ایک فرقہ ہی الگ بن گیا اور جو لوگ مقلد تھے ان کو ہر مسئلے کے متعلق سمجھانے لگے کہ اس مسئلہ میں تمہاری کوئی دلیل نہیں لیکن جس پر ہم عمل کرتے ہیں اسکے متعلق مشکوٰۃ، ترمذی، بخاری وغیرہ میں صریح حدیثیں موجود ہیں۔ چونکہ اس وقت کے عام علماء کو احادیث حنفیہ سے واقفیت نہ تھی اس واسطے وہ لوگ انکے پھندوں میں پھنسنے شروع ہوئے تو بعض اکابر حنفیہ نے اس گروہ کی سرزنش کیلئے توجہ کی۔ چنانچہ جا بجا بحث مباحثے ہونے لگے اور یہ لوگ شکست پر شکست کھانے لگے حتیٰ کہ یہ لوگ حنفی علماؤں کے بحث مباحثے سے کوسوں دور بھاگنے لگے اور انشاء اللہ العزیز کبھی بھی حنفیوں کے مقابلہ میں نہیں آسکیں گے۔

چونکہ اس وقت تک کوئی ایسی کتاب جامع نہ تیار ہوئی جس میں اس فرقے کیلئے کافی مصالحہ ہو اس واسطے اس ناچیز ہیچمدان نے یہ ارادہ کیا کہ کوئی کتاب اس قسم کی تالیف کی جاوے جس میں ہر مسئلے کی دلیل قرآن شریف اور احادیث صحیحہ

سے مذکور ہوتا کہ ان حدیثوں کو مقلدین مذہب حنفیہ حفظ کر کے ان لوگوں کو الزام معقول دے سکیں اور ان ہوا پرستوں کے دھوکوں اور وساوس شیطانی سے بچ جائیں اور ان اشعار کے مطابق جیسا کہ میرا عقیدہ ہے اپنا عقیدہ درست کرلیں پھر انشاء اللہ تعالیٰ بلاحساب بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔

بندۂ پروردگارم امتِ احمد نبی — دوستدارِ چار یارم تا باولادِ علیؓ
مذہب حنفیہ دارم ملتِ حضرت خلیل — زیر پائے غوث اعظمؓ خاکپائے ہر ولی

سبب تصنیف وتالیف

غرض اس کتاب کی تالیف سے یہ ہے کہ مخالفین مذہب حنفیہ حضرت سیدنا الفقیہ الامام اعظم امام الآئمہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل اور مذہب پر طعن وتشنیع سے باز رہیں اور منہ اُٹھا کر ان کو برا بھلا نہ کہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فضل وکمال اور ان کا زہد وتقویٰ ان کا علم واجتہاد دنیائے اسلام پر روز روشن کی طرح واضح ہے ان کو بُرا کہنے والا درحقیقت اپنی فرومائگی ظاہر کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آفتاب کو سیاہ کہنے والا سوائے لقب کورچشمی کے اور کیا حاصل کرسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ محدثین کے شیخ الشیوخ اور استاذ الاساتذہ ہیں۔ ان کو برا کہنے والا اپنے شیوخ اور شیوخ کے شیوخ پر تبرا کرتا ہے اور اس کا جو وبال اسے پہنچے گا اس کی تشریح کی حاجت نہیں۔

چمکتا ہے جہاں میں آفتابِ نورِ حنفی ہر طرف
کہ اس کے دیکھنے سے منکروں کو سخت حیرت ہے

گروہِ دشمناں اس کی چمک سے خیرہ ہوتے ہیں
نہیں شپر کو سورج کے مقابل تاب و طاقت ہے

حضرات! میں نے اس کتاب کی تصنیف و تالیف کرتے وقت جس قدر تکالیف اور مصائب اٹھائی ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن اتنا عرض کر دینا مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون پر آج تک جس قدر کتابیں طبع ہوچکی ہیں خواہ وہ عربی زبان میں تھیں یا فارسی یا انگریزی یا اُردو میں ان سب کا مطالعہ کیا ہے۔ کتب صحاح کے علاوہ دیگر کتب حدیث' قرآن مجید کی اکثر تفاسیر' فقہ اور اصول فقہ کی تمام کتابیں دیکھنے کے علاوہ بڑے بڑے متبحر اور جید حنفی علماء وفضلا کی قلمی امداد اور استعانت سے ''نماز حنفی'' کو مدلل باحادیث نبویہ اور مکمل بمسائل جزئیہ کیا گیا ہے یعنی نماز حنفی کے ہر ایک فقہی مسئلہ کو احادیث نبویہ سے تطبیق دی گئی ہے اور نماز کے تمام جزئی مسائل کو ایک جا فراہم کیا گیا ہے۔ غرض اس میں کوئی ایسا چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا مسئلہ جو نماز کے متعلق ہو فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ گو ممکن ہے کہ بشری تقاضا کی وجہ سے کوئی مسئلہ میری نظر سے رہ گیا ہو اور اس کو میں نے درج نہ کیا ہو۔ اگر ناظرین باتمکین کوئی ایسا مسئلہ دیکھیں تو خاکسار کو براہ راست مطلع فرمادیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس فروگذاشت کو درست کرلیا جائے اور شکریہ کے ساتھ ان کا نام نامی بھی حاشیہ میں درج کیا جائے گا۔

غرض حنفیوں کی آسانی اور سہولت کے واسطے نماز حنفی مدلل ومکمل کو متعدد حصوں میں شائع کیا جاتا ہے۔

گر قبول افتدز ہے عز و شرف

اس کتاب مکمل یعنی نماز حنفی مدلل میں مفصلۂ ذیل عنوان ہوں گے احکام جمعہ واحتیاط الظہر کی مفصل مدلل ومکمل تشریح۔ مسائل الوضو مدلل ومکمل۔ مسائل

الاذان مدلل ومکمل۔ ضرورت نماز مدلل ومکمل۔ ترغیب جماعت مدلل ومکمل۔ وعید بے نمازاں مدلل ومکمل۔ فضائل نماز مدلل ومکمل۔ ترکیب نماز حنفی مدلل ومکمل۔ فضائل المسجد مدلل ومکمل۔ نماز حضوری اور اسرار نماز مدلل ومکمل۔ احکام نماز مدلل بفلسفہ و سائینس وغیرہ وغیرہ۔

غرض نقشے است کزما یاد ماند   کہ ہستی را نمے بینم بقائے

التماس مصنف

اہل علم وفہم سے امید وتوقع ہے کہ وہ اس کتاب کے الفاظ وعبارت پر خردہ گیری نہیں کریں گے بلکہ اگر اس میں کہیں سہو وغلطی دیکھیں گے تو اسے دامنِ لطف وکرم سے چھپائیں گے کیونکہ سہو ونسیان لازمۂ بشریت ہے۔

غلامِ ہمتِ آں ناظرین باکرم   کہ یک صواب بہ بیند وصد خطا پوشد

اور مقصود کو پیش نظر رکھ کر طاعات ومعاصی کے ثمرات دنیا اور آخرت کو سمجھیں گے اور پچھلے گناہوں سے توبہ کرکے آئندہ کیلئے استقامت علی الطاعات اور اجتناب سیئات کا عزم بالجزم دل میں جمائیں گے' اور جو حضرات اس کتاب سے فائدہ اٹھائیں وہ اس دور افتادہ کے حق میں سچے دل سے فلاح دارین کیلئے دعائے خیر فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔ جو کوئی میرے لئے ایک دفعہ بھی دعا کرے گا میں بھی اس کے حق میں غائبانہ دعائے خیر کرتا رہوں گا۔

تحقیقِ من در زمانِ حیات   دُعا میکنم روز و شب تا وفات

بدرگاہِ پروردگارِ اَحد   من از غائب و طاقتِ وسع خود

پئے آنکہ روزے نماید دُعا بخیر و نکوئی در احوالِ ما
بفضلِ خودش جملہ مقصد برآر زکارِ بدش روز و شب دُور دار

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ خداوندا تو اپنے کلام پاک کی بدولت اور اپنے محبوب سیدنا وشفیعنا وحبینا احمد مجتبیٰ ﷺ اور آل واصحاب رضوان اللہ علیہم اور اپنے ولیوں اور جانثاروں اور شہیدوں اور علمائے صالحین ومتقین کے طفیل اس ناچیز وناکارہ کی کتاب کومقبول فی الخلائق فرما۔ جس طرح تو نے میری دیگر تصانیف کومقبول و پسندیدۂ خواص وعوام کیا اور اپنے فضل واحسان سے اس میں ایسی برکت واثر عطا فرما کر جو بندۂ مومن خلوص نیت اور حسن عقیدت کے ساتھ تیری درگاہ عالی میں رجوع ہوکر اس کتاب سے منتفع اور مستفید ہونا چاہیے۔ وہ کامیابی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچ جائے اور صراط مستقیم پر قائم ہوکر بلا پس وپیش جنت الفردوس میں داخل ہو جائے۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کے تصنیف وتالیف کرنے والے اور اس کی تحریک دینے والے اور اس میں مدد دینے والے اور چھپوانے والے اور چھاپنے والے اور صحیح کرنے والے اور خلوص نیت سے پڑھنے والے اور بیچنے والے اور لکھنے والے کو جمیع حوادث روزگار سے محفوظ ومصون رکھے۔ آمین ثم آمین

مناجات بدرگاہِ قاضی الحاجات

یا اللہ العالمین بارِ گناہ آوردہ ام بردرت ایں بار بر پُشتِ دوتا آوردہ ام
غیر تو ملجا وما وانیستم درد و سرا رحم کن یا راحما حالِ تباہ آوردہ ام
دستگیرم نیست دیگر جز تو در دُنیاؤ دیں با ہزاراں انفعال ایں روسیہ آوردہ ام

گرچہ عصیاں بے عدد لا تقنطوا بر رحمت است — آیت لَا تَقْنَطُوْا بر خود گواہ آوردہ ام
عجز و مسکینی و بے خویشی و دل ریشی ہم — ایں ہمہ در دعوئے عشقت گواہ آوردہ ام
من نہ مے گویم کہ بودم سالہا در راہ تو — نیستم گمراہ کہ اکنوں انکسار آوردہ ام
چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست — بیکسی و ناکسی عجز و گناہ آوردہ ام
چشمِ رحمت بر کشا موئے سفیدِ من نگر — گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام
بر گناہِ من مبیں و بر کریمیت ببیں — زانکہ بہر ایں مرض توبہ دوا آوردہ ام
توبہ کردم توبہ کردم رحم کن رحمت نما — چوں بدرگاہ تو خود را در پناہ آوردہ ام

کتاب ہذا کے پڑھنے کا بہتر طریق

اس کتاب کے پڑھتے وقت اس بات کا ضرور لحاظ رکھیں کہ جس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے تو آپ پر ضرور بالضرور صلوٰۃ وسلام بھیجیں کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جس شخص کے پاس میرا نام ذکر کیا جائے اور وہ شخص مجھ پر درود نہ بھیجے تو وہ بڑا بخیل ہے۔

درحقیقت یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جو دنیا میں کسی کا دوست ہوتا ہے اس کے ذکر کے وقت اس کی مدح وثناء میں مشغول ہوتا ہے لیکن جب محبوب خدا' شافع روز جزا' پیغمبر حق محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سنا جائے تو پھر لوگ صلوٰۃ وسلام کے ثواب سے محروم رہیں۔ غرض حضور کے نام پڑھنے یا سننے کے وقت ضرور صلی اللہ علیہ وسلم کہنا چاہیے اور صحابہ کے نام کے وقت رضی اللہ عنہ کہنا چاہیے اور تابعین اور تبع تابعین کے نام کے وقت رحمۃ اللہ علیہ کہنا چاہیے۔

اس کتاب کے شروع کرنے سے پہلے مؤدب بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تین

بار درود بھیجیں پھر تین بار سورۂ اخلاص اور ایک بار سورۂ فاتحہ پڑھ کر تمام صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین مجتہدین اور محدثین اور علماء وفضلاء اور تمام بزرگان دین کے ارواح مبارک کو بخشیں پھر اس کتاب کو نیک نیتی سے مطالعہ کریں۔ جب پڑھنے سے فارغ ہوں تو پھر بھی ایسا ہی کریں۔

علاوہ ازیں اس بات کو ضرور ملحوظ خاطر رکھیں کہ جس قدر علم حاصل کرتے ہیں یا لوگوں کو سکھلاتے ہیں وہ محض اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اس کی رضا کیلئے اور اپنے عمل کرنے کے واسطے کرتے ہیں۔ تحصیل مال ومتاع اور دنیاوی غرض کے واسطے کبھی بھی علم دین حاصل کرنے کی نیت نہ کریں۔

جو کوئی مذکورہ بالا ہدایات پر کاربند ہو کر خلوص نیتی سے اس کتاب کو مطالعہ کرے گا' اللہ تعالیٰ اس کے علم میں برکت دے گا اور عمل کی توفیق عطا فرمائے گا۔ اور وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے گا۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْ لَنَا بِالْخَیْرِ وَاجْعَلْ خَوَاتِمَ اُمُوْرِنَا بِالْخَیْرِ اَللّٰھُمَّ یَسِّرْ عَلَیْنَا مُھِمَّاتِ الْعِلْمِ وَاَعْطِنَا عِلْمًا نَافِعًا وَفَھْمًا کَامِلاً وَقَلْبًا خَاشِعًا وَبَطْنًا مُشْبَعًا وَعَمَلًا مُقَرَّبًا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِوَالِدَیْنَا وَجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اٰمِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ

مُقَدَّمَةُ الکِتاب

آلٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا — عجب نقش قدرت نمودار تیرا
جہاں لطفِ گل ہے وہیں خارِ غم ہے — ہے گل خار میں گل میں ہے خار تیرا
عجب رنگ بے رنگ ہر رنگ میں ہے — یہ ہے رنگ صنعت کا اظہار تیرا
خوشی غم میں رکھی ہے اور غم خوشی میں — عجب تیری قدرت عجب کار تیرا
یہ نقشہ دو عالم کا جو جلوہ گر ہے — ہے پردہ میں روشن سب انوار تیرا
یہ کوتاہی اپنی نظر کی ہے یا رب — ترے نور کو سمجھیں اغیار تیرا
بہر رنگ ہر شئے میں ہر جا پہ دیکھو — چمکتا ہے جلوہ قمر وار تیرا
نہیں وہ جگہ اور نہیں وہ مکان ہے — کہ جس جا نہیں ذکر اذکار تیرا
تو ظاہر ہے اور لاکھ پردہ میں ہے تو — تو باطن ہے اور سخت اظہار تیرا
تو اوّل نہیں ابتدا تیرا یا رب — تو آخر نہیں انتہا کار تیرا
تو اوّل تو آخر تو ظاہر تو باطن — تو ہی ہے تو ہی یا کہ آثار تیرا

نظر کو اٹھا کر جدھر دیکھتا ہوں
تجھے دیکھتا ہوں نہ اغیار تیرا

نعت سیّد المرسلین

زباں سے نعت لکھنے میں جو نامِ مصطفےٰ نکلے
صریرِ کلک سے صلِ علیٰ صلِ علیٰ نکلے
تڑپ کر اے دلِ بیتاب تو آگاہ کر دینا
ادھر سے جب مدینہ جانے والا قافلہ نکلے
وہی ہے اہل دل اور ہے وہی اللہ کا بندہ
کہ جس کے ہر نفس میں یامحمد کی صدا نکلے
ہوئی کافور عالم سے اسی دم کفر کی ظلمت
حجابِ نور سے جس دم رسول دوسرا نکلے
یہ حسرت ہے کہ میں جی بھر کے دیکھوں جلوۂ احمد
الٰہی وہ بھی دن ہوگا جو دل کا حوصلہ نکلے
مرے اشعار میں ہے صاحب معراج کی مدحت
فرشتوں کی زباں سے کیوں نہ ہر دم مرحبا نکلے
ہمیں دُنیا سے کیا مطلب عدم کے رہنے والے ہیں
ادھر بھی ہم تلاشِ جلوۂ احمد میں آ نکلے
کروں اس کے قدم کی خاک کو کحل البصر اپنا
کوئی زائر مدینے کا جو اس جانب کو آ نکلے
مجھے وہ عشق دے یا رب کہ مرنے پر قیامت تک
لحد سے یامحمد یامحمد کی صدا نکلے

بعد حمد وصلوٰۃ کے بندۂ ناچیز ابوالبشیر محمد صالح حنفی نقشبندی مجددی چشتی قادری گدی نشین، دیندار تقویٰ شعار مسلمانوں کی خدمت اقدس میں یوں رقمطراز ہے کہ ''نماز حنفی مدلل'' چونکہ ایک بڑے وسیع پیمانہ پر لکھی گئی ہے اور اس میں کئی ایک اشارات وکنایات آئیں گے کہ جس کا سمجھنا عوام الناس کو نہایت مشکل اور دشوار ہوگا اس واسطے اصل مضمون شروع کرنے سے پیشتر ان امور کا بیان کرنا نہایت لازمی اور ضروری ہے کہ جسکے بغیر اس کتاب کا مضمون سمجھ میں نہیں آسکتا۔ حقیقت میں یہ مقدمۃ الکتاب نماز حنفی کی کنجی ہے کہ جس کے بغیر مسائل فقیہہ کی عقدہ کشائی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا ناظرین کو مناسب ہے کہ وہ مقدمۃ الکتاب کو بڑے غور وخوض سے مطالعہ کریں تا کہ ان کو ''نماز حنفی مدلل'' کے مسائل کے سمجھنے میں کسی طرح کی دقت اور تکلیف نہ ہو کیونکہ مقدمۃ الکتاب ہی تمام کتاب کا لب لباب ہوتا ہے اور کتاب کا دارو مدار بھی اسی پر ہوتا ہے۔ یہ مقدمۃ الکتاب پانچ بابوں پر منقسم ہے۔ پہلے باب میں علم کا بیان ہے۔ دوسرے میں علم عقائد کا ذکر ہے۔ تیسرے میں تدوین فقہ کا حال ہے۔ چوتھے میں تقلید کا بیان ہے۔ پانچویں میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں کا مختصر ذکر لکھا گیا ہے۔

پہلا باب

علم کا بیان

علم ایک ایسی نعمت غیر مترقبہ ہے کہ جس کے بغیر انسان کسی کام کا نہیں ہے۔
یہ ایک ایسی نعمت عظمیٰ ہے کہ جس کے بغیر انسان ترقی کے زینہ پر چڑھ نہیں سکتا۔
یہ ایک ایسی برکت ہے کہ جس کے بغیر انسان اپنے خالق و مالک کو پہچان نہیں سکتا۔
ع کہ بے علم نتواں خدارا شناخت۔ یہ ایک ایسا نورانی آفتاب ہے کہ جس گھر میں اس کی نورانی شعاعیں نہیں پڑتیں وہ گھر تاریک اور ظلمت کدہ ہے۔ یہ ایک ایسا زیور ہے کہ جس کے بغیر انسان کسی علمی مجلس میں بات کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔
یہ ایک ایسا ہنر ہے کہ جس نے اس میں کمال حاصل کیا وہ کبھی بھی تکلیف نہیں اٹھاتا۔
یہ ایک ایسا زبردست اوزار ہے کہ جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا' اس کے مقابلہ میں کوئی نہیں آ سکتا۔ آج جو قوم معراج ترقی پر ہے وہ اسی کی بدولت ہے۔ تمام انبیاء کو شرف و بزرگی اسی علم کے باعث ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کی اشاعت کیلئے مبعوث کیا تھا۔

شانِ رسول ﷺ

دیکھئے! اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک' خیر خواہ امت' ہادیٔ صراط مستقیم' قاسم نارو نعیم۔ شفیع المذنبین۔ خاتم النبیین۔ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے رفعت مرتبت اور علم و فضل کے کمال کا یوں اظہار فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (پ ۲۸ سورہ جمعہ آیت نمبر ۲) یعنی اے میرے پیدا کئے

ہوئے بندو۔ جانو اور آگاہ ہو کہ ہم نے تم پر کتنا بڑا بھاری احسان کیا' کیسا فضل و انعام کیا کہ تمہارے قلوب کی اصلاح' تمہاری خرابیوں کے ازالہ کے واسطے اپنے محبوب خاص' پیارے رسول مکرم کو اپنا خاص نائب بنا کر تمہارے پاس بھیج دیا۔ یہ ہمارا ہی کام تھا کہ ہم نے اپنے محبوب خاص اور مخصوص بارگاہ عالم وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (پ ۵ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۳) جیسے رسول اللہ ﷺ کو ایسی ان پڑھ قوم میں مبعوث فرمایا جو راہ راست کو چھوڑے ہوئے' صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے پیچ در پیچ گھائیوں میں سر ٹکراتے تھے۔ اس ہمارے تعلیم یافتہ رسولِ مقبول ﷺ نے جن کو کبھی کسی کے سامنے کتاب رکھنے اور سبق پڑھنے کی نوبت نہ آئی۔ علی الاعلان رموز معرفت و اسرار حکمت الٰہیہ کی تعلیم کو نہایت تفصیل کے ساتھ مشتہر و شائع کر دیا۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست کتب خانۂ چند ملت بشست

اسی ہمارے محبوب خاص کا کام ہے کہ ہمارے بندوں کو ہماری آیتیں سناتا ہے۔ ان کے تاریک قلوب میں ایمان کی پر فیض اور چمکدار روشنی اسی کی قوت عملیہ کا اثر ہے۔ ہماری مقدس کتاب کی تعلیمات و ہدایات کا قوم کو سبق دیتا ہے۔ غرض ان کے دلوں کو کفر و شرک وغیرہ باتوں سے پاک کرتا ہے اور ان کو اخلاق و آداب کی باتیں سکھلاتا ہے اور وہ بیشک اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اس آیت کریمہ سے علم دین کی کس قدر عظمت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہل اسلام بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر علم کی فضیلت اور اہل علم کی رفعت و مرتبت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی اور اپنے حبیب اکرم ﷺ کی یوں صفت و ثناء کرے کہ ہماری وہ ذات پاک ہے کہ ہم نے ایسے عالم علوم ربانیہ کو مبعوث کیا اور ہمارے محبوب کی وہ شان رفیع ہے کہ ہمارے بندوں کو ان علوم کا سبق دیتا ہے۔ (اللّٰہُ اکبرُ)

غرض علم آپ کے پیدا کرنے والے پاک پروردگار کا پسندیدہ خاص ہے اور آپ کے نبی برحق و شفیع مطلق محمد عربی ﷺ کا خاص ترکہ ہے جو آپ کے بعد آپ کے جانشینوں کو ملتا رہا اور تا قیامت ملتا رہے گا۔

گذرتا نہیں اُس پہ رنج و ملال ۔۔۔ جو ہو صاحبِ علم و فضل و کمال
رسائی تیری ہو اگر علم تک ۔۔۔ زمین پر کرے بیٹھ سیرِ فلک
بڑھا اپنا رُتبہ بہ علم و ادب ۔۔۔ کہ ہو نیک دُنیا میں تیرا سبب
رہو علم کے واسطے جانفشاں ۔۔۔ کہ ہو جسم میں خلق کے مثلِ جاں
ہیں سب متفق اس پہ اہل دلیل ۔۔۔ کہ ہے مرد بے علم خوار و ذلیل
جو ہے دولت بے بہا علم ہے ۔۔۔ جسے کہتے ہیں کیمیا علم ہے
ترا نام مشہور علامہ ہو ۔۔۔ تیرے جسم پر فخر کا جامہ ہو
جدھر جائے تو آئیں لینے کو لوگ ۔۔۔ ہوں سب مستعد جان دینے کو لوگ

فضائل

علم کی فضیلت میں قرآن مجید کی بیشمار آیات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱) اللہ تعالیٰ سورۂ مجادلہ رکوع ۲ پارہ ۲۸ آیت نمبر ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے۔
يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند کردے گا جو تم میں ایمان لائے اور جن کو علم عطا کیا گیا اور اللہ ان اعمال سے جو تم کر رہے ہو باخبر ہے۔

ان درجات کی نسبت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علماء کے درجات ایمانداروں پر سات سو درجے ہوں گے کہ دو درجوں کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ ہوگی۔ (احیاء العلوم)

۲) اللہ تعالیٰ سورۂ بقر رکوع ۳۷ پارہ ۳ آیت نمبر ۲۶۹ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا یعنی وہی سمجھ دیتا ہے، جس کو سمجھ مل گئی تو بیشک اس کو بڑی خوبی مل گئی۔

۳) اللہ تعالیٰ سورۂ زمر رکوع ا پارہ ۲۳ آیت نمبر ۹ میں ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ یعنی کہہ دے (یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو کہ کہیں برابر ہوتے ہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے اور اس کے احکام سے واقف ہیں اور وہ جو ان باتوں سے بے خبر ہیں، کیا ان کا درجہ ان کے درجے کے برابر ہے۔ ہرگز نہیں۔

۴) سورہ رعد پ ۱۳ ع ۶ آیت نمبر ۴۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ یعنی کہہ دے کافی ہے اللہ گواہ میرے اور تمہارے درمیان اور وہ لوگ کہ جن کو کتاب کا علم ہے۔

۵) سورہ نمل پ ۱۹ ع ۳ آیت نمبر ۴۰ میں ارشاد ہوتا ہے۔ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ بولا ایک شخص جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اس کو حضور میں لائے دیتا ہوں اس سے پہلے کہ لوٹے آپ کی طرف آپ کی آنکھ۔ اس میں اس بات کی تنبیہ ہے کہ وہ تخت کے لانے پر بزور علم قادر ہوا۔

۶) سورہ قصص پ ۲۰ ع ۸ آیت نمبر ۸۰ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا یعنی اور بولے وہ

لوگ جن کو علم ملا تھا کہ تم پر افسوس۔ اللہ کا ثواب بہتر ہے اس کیلئے جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے۔ اس میں بیان فرمایا کہ قدر آخرت کی بزرگی علم سے معلوم ہوتی ہے۔

۷) اللہ تعالیٰ پ ۲۴ سورۂ مومن آیت نمبر ۵۸ میں فرماتا ہے۔ وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ یعنی اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں یعنی جس کو علم اور سوجھ ہے وہ اللہ کے تمام احکام پر چلتا اور اس کی رضا مندی ہمیشہ ڈھونڈتا ہے اور جو علم اور سوجھ نہیں رکھتا وہ دین کی باتوں سے اندھا ہے ہاں دنیا کے کاموں میں خوب چوکس ہوتا ہے۔

گر زندگی ابد ہے تجھ کو منظور کر سعی تو علم دین میں حتی المقدور
احمد کو اسی سے قاب قوسین ملا موسیٰ پہ ہوا تھا اس سے ہی جلوۂ طور

۸) سورہ عنکبوت ع ۴ پارہ ۲۰ آیت نمبر ۴۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ یعنی اور یہ مثالیں ہم بیان فرماتے ہیں لوگوں کیلئے اور ان کو وہی سمجھتے ہیں جن کو علم ہے۔

۹) سورہ طہٰ ع ۶ پارہ ۱۶ آیت نمبر ۱۱۴ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا یعنی اور کہہ (یا محمد ﷺ) اے میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے۔

۱۰) سورہ عمران ع ۲ پارہ ۳ آیت نمبر ۱۸ میں ارشاد ہوتا ہے۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ یعنی اللہ گواہ ہے کہ کوئی عبادت کے قابل نہیں اس کے سوا اور فرشتے اور علم والے (گواہ ہیں) کہ وہ عالم کو سنبھالے ہوئے ہے انصاف سے کوئی معبود نہیں سوائے اس کے زبردست ہے حکمت والا۔

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنی ذات پاک سے شروع فرمایا پھر دوسرے مرتبہ میں فرشتوں کو ذکر فرمایا تیسرے میں علم والوں کو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ علم کی فضیلت و بزرگی کے واسطے یہی آیت کافی ہے۔

۱۱) سورہ آل عمران پ ۳ ع ۱ آیت نمبر ۷ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ یعنی اور نہیں جانتا ان کا اصل مطلب اللہ کے سوا کوئی اور جو لوگ ثابت قدم ہیں علم میں وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور سمجھائے نہیں سمجھتے مگر عقلمند لوگ۔

۱۲) سورہ الرحمٰن پ ۲۷ ع ۱ آیت نمبر ۳'۴ میں ارشاد ہوتا ہے۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ یعنی اس نے پیدا کیا انسان کو پھر اس کو بولنا سکھلایا۔

۱۳) سورہ فاطر پ ۲۲ ع ۴ آیت نمبر ۲۷'۲۸ میں ارشاد ہوتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ اللہ تعالیٰ کی دونوں صفتیں کامل ہیں' خطاؤں کا بخشنے والا بھی ہے اور اگر مواخذہ کر بیٹھے تو کوئی اس سے زیادہ زبردست نہیں جو اس کو بچالے۔ لیکن ان صفات کا سمجھنا اور پھر اس سے ڈرنا علم اور سمجھ والوں ہی کا کام ہے کہ عالم میں اس کی عجیب قدرتوں کے نمونے دیکھ کر اس کی عظمت کا خیال ذہن نشین کریں۔ اس نے رنگ برنگ کے میوے نکالے۔ طرح طرح کی رنگتوں کے پہاڑ بنائے۔ سنگ مرمر سفید۔ سنگ سرخ سرخ اور سنگ موسیٰ سیاہ پیدا کیا۔ طرح طرح کی رنگتوں والے آدمی اور جانور پیدا فرمائے۔ جس طرح انسانوں کی رنگتیں اور صورتیں جدا جدا ہیں اسی طرح طبیعتیں اور سیرتیں بھی الگ الگ ہیں۔ کوئی کافر' کوئی مسلمان اور کوئی سخی اور کوئی بخیل وغیرہ وغیرہ۔

غرض آیت اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (پ ۲۲ سورہ فاطر آیت نمبر ۲۸) میں مفعول کی تقدیم سے اختصاص وحصر فاعلیت کا افادہ ہوتا ہے' مطلب یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خشیت کا مدار علم ہے۔ انسان کو جس قدر معرفت زیادہ ہوگی۔ اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا اَخْشٰی کُمْ اللّٰہَ وَاَنَا اَتْقٰی کُمْ لَہٗ یعنی میں تمہاری نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا اور زیادہ پرہیزگار ہوں۔

۱۴) علم ہی سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر ترجیح دی اور خلعت خلافت سے مشرف فرمایا۔ چنانچہ سورۂ بقرپ ا ع ۳ آیت نمبر ۳۱' ۳۲' ۳۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یعنی اور اللہ تعالیٰ نے بتلا دیئے آدم علیہ السلام کو چیزوں کے نام سارے۔ پھر سامنے کیا ان چیزوں کو فرشتوں کے۔ پھر فرمایا کہ بتلاؤ مجھ کو ان چیزوں کے نام اگر تم سچے ہو۔ وہ بولے کہ تو پاک ذات ہے۔ ہم کو کچھ معلوم نہیں مگر جتنا تو نے سکھلایا۔ بیشک تو ہی اصل دانا حکمت والا ہے۔ فرمایا کہ اے آدم علیہ السلام تو بتلا دے ان کو ان چیزوں کے نام۔ پس جب ان کو بتلا دیئے آدم علیہ السلام نے ان چیزوں کے نام۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیوں میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میں جانتا ہوں چھپی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور مجھ کو معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو۔

غرض آیات مذکورہ بالا سے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ علم اور صاحب علم کی بزرگی اور عظمت تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بھی اس کی عظمت اور خوبی کے ظاہر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کیا ہی اچھا شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بنی آدم از علم یابد کمال　نہ از حشمت و جاہ و مال و منال
چو شمع از پئے علم باید گداخت　کہ بے علم نتواں خدارا شناخت
خرد مند باشد طلب گارِ علم　کہ گرم است پیوستہ بازارِ علم
کسے را کہ شد در ازل بختیار　طلب کردنِ علم کرد اختیار
طلب کردنِ علم شد بر تو فرض　دگر واجب است از پئے قطع ارض
برو دامنِ علم گیر استوار　کہ علمت رساند بدار القرار
میاموز جز علم گر عاقلی　کہ بے علم بُودن بود غافلی
ترا علم در دین و دُنیا تمام　کہ کارِ تو از علم گیرد نظام

علم کی فضیلت میں بیشمار احادیث آئی ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

فقیہ کی بزرگی

۱) عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ (متفق علیہ مشکوٰۃ کتاب العلم پہلی فصل) صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی نسبت خدا بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین میں فقیہ یعنی سمجھ دار بناتا ہے۔ اور میں بیشک تقسیم کنندہ علم وفقہ ہوں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔

سب سے بہتر عبادت

۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ الْفِقْهُ وَاَفْضَلُ الدِّيْنِ الْوَرْعُ (کنز العمال ج ۱۰ ص ۸۵) یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بہتر عبادت فقہ ہے اور سب سے بہتر دین پرہیزگاری ہے۔

سب سے بہتر عمل

۳) حدیث شریف میں مروی ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا عمل بہتر اور افضل ہے فرمایا علم۔ دوسری بار پھر عرض کیا۔ فرمایا علم۔ تب صحابہ نے عرض کیا کہ کونسا علم۔ آپ نے فرمایا اِنَّ قَلِيْلَ الْعَمَلِ مَعَ الْعِلْمِ كَثِيْرٌ وَكَثِيْرُ الْعِلْمِ مَعَ الْجَهْلِ قَلِيْلٌ یعنی علم کے ساتھ تھوڑا عمل بہت ہے اور بہت عمل جہل کے ساتھ تھوڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئی بزرگی اور مرتبہ علم کے بغیر حاصل نہیں ہوتا ہے۔ (اسی مفہوم کی حدیث کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۴۴ میں بھی ہے)

علم کے بغیر حلاوت ایمان کا نہ ہونا

۴) حدیث شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْعِلْمُ ثَمَرَةُ الْاِيْمَانِ وَمِصْبَاحُ الْاِسْلَامِ یعنی علم ایمان کا پھل ہے اور اسلام کی روشنائی ہے۔ یعنی جس شخص کو علم سے بہرہ نہیں اسے لذتِ ایمانی حاصل نہیں۔

علم سے ہی چھ خصائل کا پیدا ہونا

۵) دیکھئے مومن علم کی ترغیب نہیں کرتا مگر چھ خصلتوں کے سبب۔

۱) اللہ تعالیٰ نے ادائے فرائض کا حکم کیا اور مجھ کو ادائے فرائض کی طاقت نہیں مگر علم کے ساتھ۔ (۲) اللہ تعالیٰ نے معاصی سے منع کیا اور مجھ کو معاصی سے طاقت اجتناب نہیں مگر علم کے ساتھ۔ (۳) اللہ تعالیٰ نے نعمتوں پر شکر کو واجب کیا

اور مجھ کو اس پر قدرت نہیں مگر علم کے ساتھ (۴) اللہ تعالیٰ نے خلق کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم کیا اور مجھ کو انصاف کی قدرت نہیں ہے مگر علم کے ساتھ۔ (۵) اللہ تعالیٰ نے بلاؤں پر صبر کا حکم کیا۔ اور مجھ کو قدرت نہیں مگر علم کے ساتھ۔ (۶) اللہ تعالیٰ نے شیطان سے عداوت کا حکم کیا اور مجھ کو قدرت نہیں ہے مگر علم کے ساتھ۔

علم اور مال کی فضیلت کا مقابلہ

صحیح روایت میں آیا ہے کہ علم اور مال کی فضیلت میں اہل شام اور بصرہ کے درمیان جھگڑا ہو پڑا۔ کیونکہ اہل شام کہتے تھے کہ مال علم سے بہتر اور افضل ہے لیکن اہلِ بصرہ کہتے تھے کہ علم کا مرتبہ بہت بڑا ہے اور مال کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ نوبت بانیجار سید کہ دونوں فریق آپس میں جھگڑتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت مبارک میں فیصلہ کیلئے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس مسئلہ کا فیصلہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اے اہل شام علم مال کی نسبت آٹھ درجہ بڑھ کر ہے۔

(۱) علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال کسریٰ‘ قیصر‘ فرعون اور قارون وغیرہ کی میراث ہے۔ (۲) علم درس و تدریس اور وعظ گوئی سے زیادہ ہوتا ہے لیکن مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے۔ (۳) علم اپنے صاحب کو نگاہ رکھتا ہے لیکن مال کی حفاظت و نگہبانی خود صاحب مال کو کرنی پڑتی ہے۔ (۴) جب صاحب علم مر جاتا ہے تو علم اس سے جدا نہیں ہوتا اور مال مرنے کے بعد صاحب مال سے الگ ہو جاتا ہے اور اس کو اس کے وارث لے لیتے ہیں۔ (۵) کل نوع بشر کے چار گروہ ہیں۔ (۱) علماء (۲) امراء (۳) اغنیاء (۴) فقراء۔ پس یہ آخری تینوں گروہ تحقیق مسائل کیلئے علماء کے محتاج ہیں لیکن دیندار علماء کو ان کی کچھ حاجت نہیں پڑتی۔ (۶) اللہ تعالیٰ علم نہیں دیتا مگر اپنے خاص بندوں کو اور مال دیتا ہے کافروں اور ظالموں کو

نیکی اور بدی کے ساتھ۔ (۷) علم اپنے صاحب کو پل صراط سے برق درخشاں کی طرح گزار لے گا اور مال اپنے صاحب کو اسراف اور زکوٰۃ کے نہ دینے کے باعث دوزخ میں لے جائے گا۔ (۸) کسی شخص نے تحصیل علم کے باعث خدائی کا دعویٰ نہیں کیا مگر فرعون' شداد' نمرود وغیرہ نے مالدار ہونے کے باعث خدائی کا دعویٰ کیا اور مردود ہوئے۔

علم مثلِ جوہر است اے بابصر بشنواز من گر تو ہستی باخبر
ہست فاضلتر ز مال و ملک علم پیش جاہِ انبیائے باہنر

علم کا عمل سے افضل ہونا

علم عمل سے پانچ وجوہات کے باعث افضل ہے۔ (۱) علم بغیر عمل کے حاصل ہوتا ہے مگر عمل بغیر علم کے حاصل نہیں ہوتا۔ (۲) علم بغیر عمل کے نفع دیتا ہے مگر عمل بغیر علم کے نفع نہیں دیتا۔ (۳) علم چراغ کی مانند ایک نور ہے مگر عمل علم سے روشن ہوتا ہے۔ (۴) علم انبیاء علیہم السلام کا مقام ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں مگر عمل کو یہ رتبہ حاصل نہیں ہے۔ (۵) علم خدا کی صفت ہے مگر عمل بندوں کی صفت ہے اور اللہ کی صفت بندوں کی صفت سے ہزارہا درجہ بڑھ کر ہے۔

علم کے حروف میں لطائف عجیبہ

علم کے تین حرف ہیں۔ (۱) عین (۲) لام (۳) میم' پس عین کا اشتقاق علیین سے ہے۔ لام کا لطف سے اور میم کا ملک سے۔ اور عین لے جاتا ہے عالم کو علیین میں' لام اس کو لطیف کر دیتا ہے اور میم اس کو خلق پر مالک کرتا ہے۔ دیکھئے اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (پ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت نمبر ۱۱۴) یعنی اور تم کہو (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اے میرے رب مجھ کو

علم زیادہ دے۔ گو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام کمالات عنایت فرمائے تھے مگر آپ کو سوائے علم کے اور کسی چیز کے زیادہ خواہش کرنے کا حکم نہیں کیا۔

حصول علم کا حکم

حصول علم کیلئے احادیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اُطْلُبُوا الْعِلْمَ فَاِنَّ الطَّالِبِیْنَ لِلدُّنْیَا کَثِیْرًا یعنی تم علم کو طلب کرو اور عقل کو ڈھونڈو کیونکہ دنیا کے ڈھونڈنے والے بکثرت ہیں۔

عمل بغیر علم کے غبار کی طرح ہے

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف خطاب کیا کہ اے موسیٰ نعلین اور عصا لوہے کا لے کر علم اور دانش کو طلب کر یہاں تک کہ نعلین پھٹ جائیں اور عصا ٹوٹ جائے۔ اس واسطے کہ عمل بغیر علم کے غبار کی مانند یعنی ذلیل وخوار ہے۔

دل علم کے بغیر مُردہ ہے

حدیث صحیح میں ہے کہ علم عمل کی دلیل ہے اور جو چیز بغیر دلیل اور حجت کے ہے وہ بیشک گمراہی میں ہے۔ آج کل عوام الناس دینی علم سے بالکل بے خبر اور جاہل ہو رہے ہیں حالانکہ لطف زندگی اور دل کی روشنی علم سے ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اَلْعِلْمُ صَیْقَلُ الْقَلْبِ یعنی علم دل کا صیقل یعنی جلا دینے والا ہے۔ ایک روایت میں اس طرح آیا ہے۔ اَلْقَلْبُ مَیِّتٌ وَحَیٰوتُہٗ بِالْعِلْمِ وَالْعِلْمُ مَیِّتٌ وَحَیٰوتُہٗ بِالطَّلَبِ یعنی دل مردہ ہے اور اس کی زندگی علم سے ہوتی ہے اور علم بھی مردہ ہے اور اس کی زندگی طلب کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

دلِ جاہلاں را تو مُردہ شناس　　نباشد دلِ جاہلاں حق شناس
دلت را بعلم و ادب زندہ کن　　وگرنہ تو باشی خبر ناشناس

علم حصول تقویٰ کا وسیلہ ہے

علم کو شرف اسی لئے ہے کہ علم تقویٰ حاصل کرنے کا وسیلہ ہے۔ تقویٰ لغت میں وقاہ وقایۃ سے ماخوذ ہے۔ اس کی اصل وقیا ہے۔ واؤ تا سے بدل دی گئی۔ جیسا کہ تکلان وتجاہ سے۔ اور یاء واؤ سے بدل گئی۔ جیسا کہ بقوی میں۔ وقایتہ کے معنی فرط الصیانۃ کے ہیں۔ یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے۔ فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَامَكَرُوْا (سورۂ مومن ع ۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو ان برائیوں سے بچالیا جو وہ اس کے بارے میں سوچتے تھے" پس تقویٰ کے لغوی معنی اپنے نفس کو کسی شئے سے بہت بچانا ہے لیکن شریعت میں اس سے مراد اپنے نفس کو ایسے فعل یا ترک فعل سے بچانا ہے جس کے سبب سے وہ مستحق عذاب اخروی بن جائے۔ لہٰذا تقویٰ منکرات ومنہیات شرعیہ سے بچنے اور معروفات و اوامر کے بجالانے سے حاصل ہوتا ہے۔ پس تقویٰ کیلئے منکرات و معروفات کا علم ضروری ہے' یا یوں کہیے کہ علم تقویٰ کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد محمد بن الحسن بن عبداللہ سے یوں خطاب کیا گیا۔

تَعَلَّمْ فَاِنَّ الْعِلْمَ زَيْنٌ لِاَهْلِهٖ ۔۔۔ وَفَضْلٌ وَعَنْوَانٌ لِكُلِّ الْمَحَامِدِ
علم حاصل کر کیونکہ علم اہل علم کیلئے زینت ۔۔۔ اور فضیلت ہے اور تمام خوبیوں کا عنوان ہے

وَكُنْ مُسْتَفِيْدًا كُلَّ يَوْمٍ زِيَادَةً ۔۔۔ مِنَ الْعِلْمِ وَاسْبَحْ فِيْ بُحُوْرِ الْفَوَائِدِ
اور ہر روز علم سے زیادہ فائدہ کا طالب ہو یا ۔۔۔ اور فائدوں کے سمندروں میں تیر

تَفَقَّهْ فَاِنَّ الْفِقْهَ اَفْضَلُ قَائِدٍ ۔۔۔ اِلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاَعْدَلُ قَاصِدٍ
علم فقہ کی تحصیل میں کوشش کر کیونکہ فقہ ۔۔۔ نیکی اور تقویٰ کی طرف افضل رہبر ہے اور زیادہ عدل والا عادل ہے

هُوَ الْعِلْمُ الْهَادِيْ اِلٰى سُنَنِ الْهُدٰى ۔۔۔ هُوَ الْحِصْنُ يُنْجِيْ مِنْ جَمِيْعِ الشَّدَائِدِ
فقہ وہ علم ہے جو ہدایت کے طریقے کی طرف رہبر ہے ۔۔۔ وہی جائے پناہ ہے جو تمام شدتوں سے نجات دیتا ہے

فَاِنَّ فَقِيْهًا وَاحِدًا مُتَوَرِّعًا ۔۔۔ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ
کیونکہ ایک پرہیزگار فقیہ ۔۔۔ شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے

تقویٰ کی خوبیوں کا بیان

تقویٰ کی خوبیاں تو بیشمار ہیں لیکن ان میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱) عبادت کی غائت تقویٰ ہے۔ چنانچہ سورہ بقر پ ۱ ع ۳ آیت نمبر ۲۱ میں ارشاد ہوتا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی اے لوگو عبادت کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے ہو گذرے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

۲) روزے کی غایت تقویٰ ہے۔ چنانچہ سورہ بقر پ ۲ ع ۲۳ آیت نمبر ۱۸۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی اے ایمان والو۔ فرض کر دیئے گئے تم پر روزے جس طرح فرض تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

۳) اتباع راہ خدا کی وصیت کی غایت تقویٰ ہے۔ چنانچہ سورہ انعام پ ۸ ع ۱۹ آیت نمبر ۱۵۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی اور یہی میری راہ سیدھی ہے تو اس پر چلو اور نہ دوسرے راستوں پر کہ یہ تم کو تتر بتر کر دیں گے اس کی راہ سے۔ اس کا تم کو حکم دیا ہے تا کہ تم بچتے رہو۔

۴) عدل کی غائت تقویٰ ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ پ ۶ ع ۲ آیت نمبر ۸ میں ارشاد ہوتا ہے۔ اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ یعنی ضرور انصاف کرو انصاف ہی پرہیز گاری کے قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو

بیشک جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ باخبر ہے۔

۵) عفو کی غایت تقویٰ ہے۔ چنانچہ سورہ بقر ۱۳ ع میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی یعنی اور یہ بات کہ تم چھوڑ دو زیادہ قریب ہے پرہیزگاری کے۔

۶) تقویٰ اچھا لباس ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف پ ۸ ع ۳ آیت نمبر ۲۶ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ یعنی اور پرہیزگاری کا لباس یہ سب سے بہتر ہے۔

۷) تقویٰ زادآخرت ہے۔ چنانچہ سورہ بقر پ ۲ ع ۲۵ آیت نمبر ۱۲۹ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَاتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ یعنی اور زادراہ لیا کرو بیشک زادراہ پرہیزگاری ہے اور مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو۔

۸) تقویٰ مغفرت و رحمت کا باعث ہے۔ چنانچہ سورہ نساء ع ۱۹ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا یعنی اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگار بنو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۹) تقویٰ کفارہ گناہاں اور دخول جنت کا باعث ہے۔ چنانچہ سورہ انفال پ ۹ ع ۴ آیت نمبر ۲۹ میں ارشاد ہوتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّیُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یعنی اے ایمان والو۔ اگر ڈرتے رہو گے اللہ تعالیٰ سے تو کردے گا تمہارے لئے ایک امتیاز اور تم سے دور کردے گا تمہارے گناہ اور تم کو بخش دے گا اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔

۱۰) تقویٰ فتح و برکات کا سبب ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف پ ۹ ع ۱۲ آیت نمبر ۹۶ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ یعنی اور اگر

بستیوں والے ایمان لے آتے اور پرہیزگار بنتے تو ہم ان پر ضرور کھول دیتے برکتیں آسمان اور زمین سے لیکن وہ جھٹلانے لگے تو ہم نے ان کو دھر پکڑا ان کرتوتوں کے وبال میں جو وہ کرتے تھے۔

۱۱) تقویٰ کامیابی کا باعث ہے۔ چنانچہ سورہ نور پ ۱۸ ع ۷ آیت نمبر ۵۲ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ یعنی اور جو حکم مانے اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول کا اور ڈرتا رہے اللہ سے اور بچ کر چلے اس کی رضا مندی سے تو یہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

۱۲) تقویٰ تکالیف سے نجات پانے اور بے سبب روزی پہنچنے کا سبب ہے۔ چنانچہ سورہ طلاق پ ۲۸ ع ۱۶ آیت نمبر ۲ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ یعنی اور جو شخص ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ سے اللہ پیدا کر دے گا اس کیلئے نجات کی سبیل اور اس کو وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہو۔

از سبب ہا بگذر و تقویٰ طلب ‏ ‏ تا خدا روزی رساند بے سبب
حق ز جائے بخشدت روزی حلال ‏ ‏ کہ نباشد در گمان و در خیال

۱۳) تقویٰ مخالفین کے مکر سے امن کا باعث ہے۔ چنانچہ سورۂ آل عمران پ ۴ ع ۱۲ آیت نمبر ۱۲۰ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ یعنی اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو تم کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا ان کا فریب۔ بیشک جو کچھ یہ کر رہے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے۔

۱۴) تقویٰ امداد الٰہی کا سبب ہے۔ چنانچہ سورہ آل عمران پ ۴ ع ۱۳ آیت نمبر ۱۲۵ میں ارشاد ہوتا ہے۔ بَلٰٓى اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ یعنی بلکہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرتے رہو اور وہ تم پر آپڑیں اسی دم تو تمہاری مدد کرے گا تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتوں نشان والوں سے۔

۱۵) ہر ایک کو بقدر طاقت تقویٰ اور اسکا کمال حاصل کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ سورہ تغابن پ ۲۸ ع ۲ آیت نمبر ۱۶ میں ارشاد ہوتا ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی تو ڈرو اللہ تعالیٰ سے جہاں تک تم سے ہو سکے اور سنو اور مانو اور خرچ کرو بہتر ہوگا تمہارے ہی لئے اور جو شخص محفوظ رکھا جائے اپنے نفس کے بخل سے تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

۱۶) عاقبت و آخرت اور جنت پرہیزگاروں کیلئے ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (پ ۱۶ سورہ طٰہٰ رکوع ۸ آیت نمبر ۱۳۲) یعنی اور انجام بخیر پرہیزگاری کا ہے۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (پ ۹ سورہ اعراف ع آیت نمبر ۱۲۸) یعنی اور انجام بخیر پرہیزگاروں کا ہے۔ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ (پ ۲۳ سورہ ص ع ۴ آیت نمبر ۴۹، ۵۰) یعنی اور بہشت پرہیزگاروں کیلئے اچھا ٹھکانا ہے، ہمیشگی کے باغ کہ کھلے ہوئے ہوں گے ان کیلئے دروازے۔

۱۷) پرہیزگار جنت کے وارث ہیں۔ چنانچہ سورہ مریم پ ۱۶ ع ۴ آیت نمبر ۶۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا یعنی یہ وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اس شخص کو وارث بنائیں گے جو پرہیزگار ہوگا۔

۱۸) پرہیزگار اللہ کے نزدیک بزرگ ہے۔ چنانچہ سورہ حجرات پ ۲۶ ع ۲ آیت نمبر ۱۳ میں ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ یعنی تم میں زیادہ

باعزت اللہ کے نزدیک پرہیزگار ہے۔

۱۹) اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا دوست ومحبّ ہے۔ چنانچہ سورہ جاثیہ پ ۲۵ ع ۱ آیت نمبر ۱۹ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ یعنی اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا دوست (کارساز) ہے۔

۲۰) اور پ ۳ سورہ آل عمران آیت نمبر ۷۶ میں ارشاد ہوتا ہے۔ بَلٰی مَنْ اَوْفٰی بِعَھْدِہٖ وَاتَّقٰی فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ یعنی مواخذہ کیوں نہ ہو جو کوئی پورا کرے اپنا قرار اور پرہیزگار بنے تو بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔

۲۱) اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا مددگار ہے۔ چنانچہ سورہ بقر پ ۲ ع ۲۴ آیت نمبر ۱۹۴ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ یعنی اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور جانے رہو کہ اللہ ڈرنے والوں ہی کے ساتھ ہے۔

۲۲) اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے کام آسان کر دیتا ہے۔ چنانچہ سورہ طلاق پ ۲۸ ع ۱ آیت نمبر ۴ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا یعنی اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کیلئے پیدا کر دے گا اس کے کام میں آسانی۔

علماء وفضلا کی بزرگی وعظمت

علماء وفضلا کی بزرگی وعظمت میں بیشمار حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَقِیْہٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَی الشَّیْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ (رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ

مَــاجَۃ) یعنی ترمذی اور ابن ماجہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے باعتبار غلبہ کے زیادہ بھاری بوجھل ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم دوسری فصل کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۴۷، ۱۴۸)

عالم اور عابد کی عبادت میں فرق

جو شخص بغیر علم کے عبادت اور زہد و ریاضت کرے اور جو شخص علم حاصل کر کے عبادت کرے، ان دونوں کی عبادتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے۔ عَنْ کَثِیْرِ بْنِ قَیْسٍ قَالَ کُنْتُ جَالِسًا مَّعَ اَبِی الدَّرْدَآءِ فِیْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَجَآءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ یَا اَبَا الدَّرْدَآءِ اِنِّیْ جِئْتُکَ مِنْ مَّدِیْنَۃِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِحَدِیْثٍ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ تُحَدِّثُہٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَاجِئْتُ لِحَاجَۃٍ قَالَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَّطْلُبُ فِیْہِ عِلْمًا سَلَکَ اللّٰہُ لَہٗ طَرِیْقًا مِّنْ طُرُقِ الْجَنَّۃِ وَاِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَھَا رِضًا لِّطَالِبِ الْعِلْمِ وَاِنَّ الْعَالِمَ لَیَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالْحِیْتَانُ فِیْ جَوْفِ الْمَآءِ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ عَلٰی سَآئِرِ الْکَوَاکِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَآءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَادِرْھَمًا وَاِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ (رَوَاہُ اَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِیُّ)

یعنی صحیح ترمذی میں کثیر بن قیس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں مسجد دمشق میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ میں تمہاری خدمت میں مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک حدیث کیلئے آیا ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہو۔ مجھے اور کوئی مطلب آنے سے نہیں ہے۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ (اس کی اس

شوق طلب کی فضیلت کیلئے) فرمایا کہ بیشک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ایسے راہ چلے جس میں علم کی طلب کرتا ہو تو اللہ اس کو جنت کی راہ پر چلاتا ہے اور بیشک فرشتے اپنے پروں کو طالب علم کی رضا کیلئے بچھا دیتے ہیں اور پانی میں مچھلیاں استغفار کرتی ہیں اور بیشک عالم کی بزرگی عابد پر ایسی ہے جیسے بدر کی فضیلت تمام ستاروں پر اور بیشک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور بیشک انبیاء علیہم السلام دینار و درہم کے مورث نہیں ہوئے' وہ تو علم ہی کے موارث ہوئے ہیں' پھر جس نے اس کو حاصل کیا تو پورا حصہ دین کا حاصل کیا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم دوسری فصل اسی مفہوم کی حدیث کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۴۶ میں بھی ہے)

میراثِ رسول اللہ ﷺ

طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کا گذر ایک دن بازار میں ہوا۔ کھڑے ہوکر بازار والوں سے کہنے لگے کہ تم لوگ بڑے ہی ناتوان ہو۔ وہ بولے۔ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کیا بات ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ کی میراث بٹ رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہوئے ہو' جا کر اپنا حصہ کیوں نہیں لیتے۔ وہ سب کے سب کہنے لگے کہ کہاں بٹ رہی ہے۔ فرمایا مسجد میں۔ پھر وہ سب کے سب لپکے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے آنے تک وہیں ٹھہرے رہے۔ جب وہ آئے تو پوچھا کہنے لگے اے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہم تو مسجد میں گئے مگر وہاں کوئی چیز بٹتی ہوئی نہ دیکھی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کیا تم نے کسی کو مسجد میں نہیں دیکھا۔ کہا کیوں نہیں۔ کچھ لوگ تو نماز میں مشغول ہیں' کچھ قرآن مجید کی تلاوت میں اور کچھ لوگ باہم حلال و حرام کا تذکرہ کر رہے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ افسوس یہی تو محمد رسول اللہ ﷺ کی میراث ہے۔

عابد اور عالم کی عبادت کا مقابلہ

خزانۃ الروایت میں ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سَاعَۃٌ مِّنْ عَالِمٍ یَتَّکِیُٔ عَلٰی فِرَاشِہٖ یَنْظُرُ فِیْ عِلْمِہٖ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الْعَابِدِ سَبْعِیْنَ عَامًا یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر عالم ایک ساعت اپنے بستر پر تکیہ لگا کر کتاب کو دیکھے تو وہ اس کا دیکھنا عابد کی ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے۔
(کنزالعمال ج ۱۰ ص ۸۷)

عالم اور عابد کا پل صراط کے وقت مقابلہ

اربعین میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا اجْتَمَعَ الْعَالِمُ وَالْعَابِدُ عَلَی الصِّرَاطِ قِیْلَ لِلْعَابِدِ اُدْخُلِ الْجَنَّۃَ بِعِبَادَتِکَ وَقِیْلَ لِلْعَالِمِ قِفْ مَا شَفَعْ فَمَنْ شِئْتَ فَاِنَّکَ لَا تَشْفَعْ لَاحَلَّ اِلَّا اَشْفَعَتْ مَقَامُ الْاَنْبِیَاءِ (کنزالعمال ج ۱۰ ص ۸۷) یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب عالم اور عابد پل صراط پر جمع ہوں گے تو عابد کو حکم کیا جائے گا کہ اپنی عبادت کے سبب جنت میں داخل ہو اور عالم کو کہا جائے گا کہ ٹھہر۔ تو شفاعت کر لوگوں کی جس کسی کی تو چاہے کیونکہ تجھے حصہ دیا جائے گا مقام انبیاء علیہم السلام سے۔

علم پڑھانے والے اور روزہ دار کا مقابلہ

دارمی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مرسلاً روایت کیا۔ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلَیْنِ کَانَا فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَحَدُھُمَا کَانَ عَالِمًا یُصَلِّی الْمَکْتُوْبَۃَ ثُمَّ یَجْلِسُ فَیُعَلِّمَ النَّاسَ الْخَیْرَ وَالْاٰخَرُ یَصُوْمُ النَّھَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ اَیُّھُمَا اَفْضَلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَضْلُ ھٰذَا الْعَالِمِ الَّذِیْ یُصَلِّی الْمَکْتُوْبَۃَ ثُمَّ یَجْلِسُ فَیُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ عَلَی الْعَابِدِ

الَّذِیْ یَصُوْمُ النَّھَارَ وَیَقُوْمُ اللَّیْلَ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ یعنی پوچھے گئے رسول اللہ ﷺ دو شخصوں سے کہ تھے بنی اسرائیل میں۔ ایک ان میں سے عالم تھا جو نماز فرض پڑھ کر بیٹھتا تھا اور لوگوں کو علم سکھلاتا تھا اور دوسرا شخص دن کو روزہ رکھتا اور تمام رات عبادت کرتا' ان دونوں میں سے کون افضل ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا اس عالم کی بزرگی (جو نماز مفروضہ پڑھتا ہے پھر بیٹھتا ہے اور لوگوں کو سکھلاتا ہے) اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے جیسے میری بزرگی تمہارے ادنیٰ پر ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم تیسری فصل)

حکایت عالم و عابد و شیطان

نقل آئی اک مجھے اس جا پہ یاد ۔۔۔ یہ بیان کرتے تھے میری استاد
ایک دن کوئی ولی مردِ خدا ۔۔۔ شب کو وہ کرنے وضو دریا گیا
دیکھا دریا پر ہجوم جنیاں ۔۔۔ تخت پر ابلیس بیٹھا ہے وہاں
گرد اس کے اس کی ہے اولاد سب ۔۔۔ اس ولی کو دیکھ کر آیا عجب
پھر یہ دل میں اس ولی نے یوں کہا ۔۔۔ ہے یہ جلسہ بالیقیں ابلیس کا
یعنی یہ شیطان ہے اے دل نہ ڈر ۔۔۔ جس کے حق میں کہتے ہیں خیر البشر
تخت اک تحقیق ہے ابلیس کا ۔۔۔ بے گماں پانی کے اوپر ہے بچھا
کرتا تھا اولاد اپنی سے سوال ۔۔۔ ان سے پوچھے تھا بنی آدم کا حال
سچ بتاؤ کیا کیا انسان سے ۔۔۔ کس کو برگشتہ کیا ایمان سے
ہیں یہ سب دشمن ہمارے آدمی ۔۔۔ دشمنوں سے تم بھی موت کچھ کی
یعنی دشمن ہیں ہماری جان کے ۔۔۔ تم ہو دشمن ان کے سب ایمان کے
تھا فرشتوں سے مرا عالی مقام ۔۔۔ ان کے باعث سے ہوا شیطان نام
اور تھا اک تخت میرا عرش پر ۔۔۔ وہ سبب ان کے سے اُلٹا سر بسر

اور کیا ہے بند ہم پر آسمان — چڑھ نہیں سکتے ہیں ان پر بے گماں
ہے نگہباں ان پہ اک تارا مگر — دے جلا تم سے کوئی جائے اگر
سن کلام عطار کا اے باخرد — نجم را رجم شیاطیں مے کند
ایک شیطان نے یہ دی اس کو خبر — آج میں نے قتل کروایا بشر
دوسرا وہ اس طرح سے برملا — پیش ابلیس لعیں کہنے لگا
جاتا تھا انسان اک بہر نماز — میں نے لا رکھا اسے مسجد سے باز
اور سوجھائی اس کو ایسی ایک بات — جسکے باعث چھوڑ دی اس نے صلوٰۃ
ایک نے آ کرکے دی اس کو خبر — حج سے روکا آج میں نے اک بشر
ایک نے آکر کہا اے پیشوا — منع اس کو روزہ رکھنے سے کیا
ایک نے آکر کہا سن میری بات — باز رکھا میں نے دینے سے زکوٰۃ
ایک شیطان سب کے پیچھے تھا کھڑا — بڑھ کے یوں ابلیس سے کہنے لگا
جاتا تھا اک طفل پڑھنے کو قرآن — باز رکھا اس کو پڑھنے سے وہاں
اور لگایا اس کو ایسی کھیل پر — تا نہ ہووے علم سے وہ بہرہ ور
جو سنا ابلیس نے اس کا سخن — کودا اپنے تخت سے وہ راہِ زن
آ خوشی سے لے گیا گودی اٹھا — تخت پر اپنے بٹھایا اس کو لا
گاہ ماتھا چومتا تھا گاہ زباں — گاہ اسے کہتا تھا اے جان جہاں
گاہ کہتا تھا اسے نور البصر — تجھ پر سے قربان کئی لاکھوں پسر
کام تو نے یہ کیا ہے استوار — جس سے انسان کا نہیں عز و وقار
یعنی بے علمی سے ہے انسان خراب — ہم بے دنیا ہم بے عقبیٰ ہم حساب
اور منگا اس کیلئے خلعت دیا — دے کے خلعت پھر اسے رخصت کیا
تھے جو باقی اور اس کے گرد و پیش — دیکھ کر کھایا سبھوں نے دل میں طیش
ہو کے باہم سب نے شیطاں سے کہا — کام اس نے ایسا کیا مشکل کیا

تم نے بخشا جو اسے خلعت لباس ایسی بخشش سے ہوئے ہم سب اداس
ایک لڑکا باز آیا علم سے اپنی کم فہمی سے اپنے جہل سے
اور برائی ہم نے کی انسان کے ساتھ تا نہ ہووے حشر میں اس کی نجات
اور رہے ہم ان کو مانع در حیات از نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ
اور دیا ہم نے اسے سب کچھ بھلا تاکہ ہو قہرِ خدا میں مبتلا
جو نہ لایا امر خالق کا بجا ہوگا رسوا حشر میں پیش خدا
سن شیاطینوں کی ساری گفتگو ہنس کے یوں کہنے لگا وہ زشت خو
ایک عابد ہے یہاں خلوت نشیں جانتا کچھ بھی نہیں وہ علم دیں
رہتا ہے درود و ظائف میں مدام لیک امرونہی سے غافل تمام
ہے بڑا عابد وہ اور نیکو خصال ساتھ میرے چل کے دیکھو اسکا حال
پھر شیاطینوں کو ہمراہ لے گیا در پہ عابد کے کیا سب کو کھڑا
اور پکارا اس کو اے عابد نکل باہر آنے میں نہ کر لیت و لعل
جو سنی عابد نے وہ بانگ عجیب یک بیک آیا چلا اس کے قریب
دیکھ کر عابد کو بولا بو الفضول حق نے کی ہے بندگی تیری قبول
ہے بلاتا تجھ کو رب العالمین لینے آیا ہوں میں جبریل آمین
اور لایا ہوں براق نازنین ہو سوار اس پر تو اب جلدی یہیں
دے کے عابد کو فریب استوار اک گدھے پر کر دیا اس کو سوار
اس پر چڑھ کر ہاتھ سے باگوں کو تھام اس خر بے دُم کو ہانکا تیز گام
جا کے خندق میں دیا اس کو گرا بول و غائط جس جگہ پر تھا پڑا
بھر گئے کپڑے غلاظت میں تمام گھر تلک آئے وہ روتے نیک نام
یہ دکھا کر حال جاہل سر بسر لے گیا ان سب کو اک عالم کے گھر
در پہ دی عالم کے یوں اس نے ندا مرحبا یاں تک تو آ مرد خدا

حق نے تجھ پر مولوی بھیجا سلام — میں ہوں جبریل امیں لایا پیغام
یعنی میں ہوں خاص پیک ذوالجلال — چل بلاتا ہے تجھے ایز د تعال
تا بٹھا دے تجھ کو اے مرد خدا — عرش اپنے پر جناب کبریا
علم تیرا بس ہوا مقبول رب — اس سبب آیا ہوں لینے کو اب
اور کھڑے ہیں منتظر تیرے ملک — آئے ہیں ہمراہ مرے طے کر فلک
اپنے پر تجھ پر کریں گے سائبان — تا نہ ہو خورشید کچھ ایذا رساں
سن کے عالم نے دیا اس کو جواب — جھوٹ کیا بکتا ہے اے خانہ خراب
میں نے دیکھا ہے کتابوں میں لکھا — لے گئے تشریف جب سے مصطفےٰ
پھر نہیں آنے کا جبریلِ امیں — تا نزول[1] عیسیٰ اے مردک لعیں
اس سخن سے تیرے یہ ثابت، ہوا — ہے فریبندہ تو شیطاں برملا
تو ہے خناس اور ابلیس لعیں — میں دغا کھانے کا اب تجھ سے نہیں
کھسکے یہ سنکے لگائے اس کے چار — بھاگا اس جا سے مع خویش و تبار
جا چھپا ہفتم زمیں میں سر بسر — کہتے ہیں ابلیس کا اس جا ہے گھر
اور کہا سب سے جو تھے شاکی وہاں — دیکھا تم نے علم کا رتبہ یہاں
گر پڑھے عالم دو رکعت آ شکار — اور پڑھے اُمی اگر رکعت ہزار
زیادہ ان دو کا ہے اس سے مرتبہ — گر ہزار امی کرے رکعت ادا

انبیاء کے وارث لوگ

علماء کا اس سے بڑھ کر اور کیا درجہ ہوگا کہ علماء انبیاء کے وارث اور گدی نشین ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ (رواہ ابوداؤد والترمذی) یعنی ترمذی اور ابوداؤد میں ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عالم انبیاء

[1] نزول عیسیٰ کا مفصل بیان میں نے ظہور مہدی و نزول عیسیٰ میں لکھ دیا ہے۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

کے وارث ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۴، سنن ابن ماجہ ص ۲۰ باب فضل العلماء)

مسلمانو! یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ نبوت کے درجہ سے بڑھ کر اور کوئی رُتبہ نہیں ہے۔ پس اس رُتبہ کی وراثت سے بڑھ کر کوئی اور شرف بھی نہیں ہے۔

فرشتوں کا عالم کیلئے دعائے مغفرت کرنا

احیاء العلوم ج ۱، علم کا بیان، باب فضیلت علم میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ عالم کے واسطے زمین و آسمان میں جو چیز ہے مغفرت طلب کرتی ہے۔ (اتحاف السادۃ المتقین ج ۱ ص ۷۱) پس اس سے بڑھ کر کونسا منصب ہوگا جس منصب کیلئے آسمان و زمین کے فرشتے مغفرت چاہنے میں مشغول ہوں۔ جائے غور ہے کہ وہ تو اپنے نفس میں مشغول رہتا ہے اور فرشتے اس کیلئے مغفرت چاہنے میں مشغول رہتے ہیں۔ (اللہ اکبر) (احیاء علوم الدین مترجم ج ۱ ص ۴۲، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

نبوت کے قریب تر لوگ

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے درجۂ نبوت کے قریب تر اہل علم اور اہل جہاد ہیں۔ اہل علم اس واسطے کہ انہوں نے لوگوں کو وہ باتیں بتائیں جو رسول ﷺ لائے تھے اور اہل جہاد اس وجہ سے کہ انہوں نے پیغمبروں کی لائی ہوئی شریعت پر اپنی تلواروں سے جہاد کیا۔ (احیاء العلوم مترجم ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

قیامت کے دن شفاعت کرنے والے لوگ

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثَلَاثَةٌ الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ (رواہ ابن ماجہ ص ۳۳۰ باب ذکر الشفاعۃ) یعنی مشکوٰۃ کے باب الشفاعت میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے۔ انبیاء پھر علماء پھر شہداء۔ (کنز العمال ج۱۰ ص۸۶) اس حدیث سے علم کا بڑا رتبہ ثابت ہوتا ہے کہ نبوت کے بعد اور شہادت کے اوپر ہے۔

ابوداؤد نے مرفوعاً ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ شہید اپنے اہل بیت میں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔ پس اس پر علماء کی شفاعت کو قیاس کر لینا چاہیے۔

علماء اور شہیدوں کا مقابلہ

رُوِیَ الشِّیْرَازِیُّ عَنْ اَنَسٍ وَابْنِ عَبْدِالْبَرِّ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ وَابْنِ الْجَوْزِیِّ فِی الْعِلَلِ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ مَرْفُوْعًا یُوْزَنُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ وَدَمُ الشُّهَدَاءِ فَیَرْجَحُ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ عَلٰی دَمِ الشُّهَدَاءِ (مرقات جزء خامس ص۲۸۳) یعنی شیرازی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلل میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی اور شہیدوں کا خون وزن کیا جائیگا۔ پس علماء کی سیاہی شہیدوں کے خون پر غالب آئے گی۔ (احیاء العلوم، کنز العمال ج۱۰ ص۸۰)

خاص چیزوں کے دیکھنے کا ثواب

کنز العرفان میں ہے۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْهِ الْوَالِدَیْنِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ اِلَی الْکَعْبَةِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ فِی الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ وَالنَّظَرُ اِلٰی وَجْهِ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ مَنْ زَارَ عَالِمًا فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ وَمَنْ صَافَحَ عَالِمًا فَکَاَنَّمَا صَافَحَنِیْ وَمَنْ جَالَسَ عَالِمًا فَکَاَنَّمَا جَالَسَنِیْ وَمَنْ جَالَسَنِیْ فِی الدُّنْیَا اَجْلَسَهُ اللّٰهُ مَعِیَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے والدین کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے، کعبہ شریف کی زیارت کرنا عبادت ہے، قرآن شریف کی طرف

نظر کرنا عبادت ہے۔ عالم کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ جس شخص نے جس عالم کی زیارت کی' گویا اس نے میری زیارت کی اور جس شخص نے عالم سے مصافحہ کیا گویا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ جو شخص عالم کی مجلس میں بیٹھا وہ گویا میری مجلس میں بیٹھا اور جو میری مجلس میں دنیا میں بیٹھا' اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن میرے ساتھ بٹھائے گا۔

علماء کی طرف دیکھنے کی عظمت

حدیث صحیح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کون سی کوشش بہتر اور فاضل تر ہے فرمایا کہ علم سیکھنا۔ پھر پوچھا کہ اور کیا ہے۔ فرمایا کہ نماز پنجگانہ پھر پوچھا کہ اور کیا ہے۔ فرمایا کہ عالموں اور عقلمندوں کی طرف دیکھنا کہ یہ عبادت میں داخل ہے۔

مجلس علماء میں بیٹھنے کی فضیلت

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ساعت عالم کے پاس اس حال میں بیٹھنا جہاں علم کا بیان ہو۔ ہزار رکعت نماز اور سو ہزار تسبیح اور ہزار گھوڑوں سے جو جہاد کی نیت سے باندھ رکھے ہوں بہتر اور برتر ہے۔

صحبت صالح اگر یک ساعت است بہتر از صد خلوت و صد طاعت ست

آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا باعث

فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا محض علم اور فہم کی تعظیم کے سبب سے تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید اور احادیث شریف سے مصرح ہے۔

دو جنتوں کے مستحق لوگ

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْعَالِمِ

سَاعَتَیْنِ اَوْ اَکَلَ مَعَہٗ لُقْمَتَیْنِ اَوْ سَمِعَ مِنْہُ کَلِمَتَیْنِ اَوْ مَشٰی مَعَہٗ خُطْوَتَیْنِ اَعْطَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی جَنَّتَیْنِ کُلُّ جَنَّۃٍ مِثْلُ الدُّنْیَا مَرَّتَیْنِ یعنی جو شخص عالم کے پاس دو ساعت بیٹھے یا عالم کے ہمراہ دو لقمے کھائے یا عالم کی زبان سے دو کلمات سنے یا عالم کے ساتھ دو قدم چل کر جائے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے دو جنت عطا فرمائے گا۔ ایک ایک جنت دنیا سے ایک ایک حصہ زیادہ ہوگا۔

ایماندار عالم کی شناخت کا طریقہ

بیہقی نے موقوف روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''آدمیوں میں سے بہتر اور ایماندار وہ عالم ہے کہ اگر لوگ اس کے پاس حاجت لے جائیں تو ان کو فائدہ دے اور اگر اس سے بے پروائی کریں تو وہ اپنے نفس کو بے پروا کرے۔
(احیاء العلوم مترجم ج۱ص۴۲' کنز العمال ج۱۰ص۱۷۴)

ایمان کا ثمرہ

حاکم نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''ایمان ننگا ہے اور اس کی پوشش تقویٰ ہے اور اس کی آرائش حیاء اور اس کا ثمرہ علم ہے''۔ (احیاء العلوم ج۱ص۴۳' الفردوس بماثور الخطاب ج۱ص۱۱۲' احیاء علوم الدین عربی ج۱ص۱۶)

چالیس حدیثیں یاد کرنے والوں کو خوشخبری

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری امت کو چالیس حدیثیں یاد کرکے پہنچائے۔ قیامت کے روز میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔ (احیاء العلوم مترجم ج۱ص۴۴' مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

اللہ تعالیٰ کا علماء کو دوست رکھنا

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے ابراہیم میں علیم ہوں اور ہر علم والے کو دوست رکھتا ہوں۔ (احیاء العلوم مترجم ج ا ص ۴۴' کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۴)

عالم کا امین ہونا

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عالم زمین پر اللہ تعالیٰ کا امانت دار ہے۔ (احیاء العلوم مترجم ج ا ص ۴۴' کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۹۱)

حکام اور فقہا کی درستی پر لوگوں کا انحصار

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''میری امت میں سے دو قسمیں ایسی ہیں کہ جب وہ درست ہوں تو سب لوگ درست ہو جائیں۔ اگر وہ بگڑ جائیں تو سب لوگ بگڑ جائیں۔ ایک امیر یعنی حکام ہیں' دوم فقہاء (احیاء العلوم مترجم ج ا ص ۴۴' کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۳۴)

اللہ سے قریب کرنے والا علم

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب مجھ پر کوئی ایسا دن آئے جس میں مجھ کو وہ علم نہ ہو جو مجھے خدائے تعالیٰ سے قریب کر دے تو اس روز کا آفتاب نکلنا مجھ کو نصیب نہ ہو''۔ (احیاء العلوم مترجم ج ا ص ۴۵' جامع ترمذی ص ۳۸۴'۳۸۵' باب جاجاء فی فضل الفقہ)

عالم کی موت کے غم کا اندازہ

عَنْ اَبِیْ دَرْدَاءَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَوْتُ الْعَالِمِ مُصِیْبَۃٌ وَلَا بحبر وَثُلْمَۃٌ لَاتُسَدُّ وَھُوَ نَجْمٌ طُمِسَ وَمَوْتُ قَبِیْلَۃٍ اَیْسَرُ مِنْ مَوْتِ عَالِمٍ (رواہ ابوداؤد والترمذی) یعنی ابوداؤدٗ ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عالم کا مرنا ایک ایسی مصیبت ہے کہ اس کا جبر نقصان نہیں اور ایسا رخنہ ہے کہ بند نہیں ہوسکتا اور وہ ستارہ ہے کہ بے نور ہوگیا اور ایک قبیلہ کا مرنا عالم کی موت کی نسبت زیادہ آسان ہے۔

غم کرنے کا ثواب

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس مومن نے کسی عالم کے مرنے کا غم کیا تو اللہ تعالیٰ اسکے واسطے ہزار عالموں اور ہزار شہیدوں کا ثواب لکھتا ہے'' پھر آپ نے فرمایا کہ ایک عالم کا مرنا گویا ایک جہان کا مرنا ہے۔

علماء کو برا کہنے کا نتیجہ

کواشی میں مرقوم ہے کہ جو شخص کسی عالم باعمل سے بدزبانی اور فحش کلامی کرے وہ شخص کافر ہوجاتا ہے اور اس کی عورت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقہ بطلاق بائن ہوجاتی ہے۔ ایسا ہی صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ بدیع الدین میں لکھا ہے۔

حدیث شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جو شخص عالم کی بے عزتی کرے یا عالم کو تکلیف دے یا رنج پہنچائے گویا اس نے میری بے عزتی کی اور جس نے میری بے عزتی کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اہانت کی۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کی اہانت کیٗ وہ دوزخ کی دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا۔

قربِ قیامت کے آثار

حدیث صحیح میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”عنقریب میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ علماء وفضلاء سے بھاگیں گے۔ پس ان کو اللہ تعالیٰ تین بلاؤں میں مبتلا کرے گا۔ اوّل ان کے کسب سے برکت اٹھ جائے گی۔ دوم اللہ تعالیٰ ان پر ظالم بادشاہ بھیجے گا۔ سوم ایسے لوگ دنیا سے بے ایمان جائیں گے۔

پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ علماء کی عزت کریں اور ان کی صحبت سے فیض اٹھائیں اور ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کا کوئی کلمہ نہ کہیں۔

علماء سے بغض رکھنے والوں کو عذابِ آخرت

جو لوگ دیندار علماء فضلاء سے بغض و حسد رکھتے ہیں وہ قیامت کے دن بڑے بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ سَأَلْتُ جِبْرَائِيْلَ عَنْ صَاحِبِ الْعِلْمِ فَقَالَ هُمْ سِرَاجُ اُمَّتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ طُوْبٰى لِمَنْ عَرَفَهُمْ وَالْوَيْلُ لِمَنْ اَنْكَرَهُمْ وَاَبْغَضَهُمْ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میں نے جبرائیل علیہ السلام سے عالم کا درجہ پوچھا، اس نے کہا کہ وہ لوگ آپ کی امت کے چراغ ہیں، دنیا اور آخرت میں وہ لوگ خوش ہیں، جنہوں نے عالم کا مرتبہ پہچانا اور عذاب ہے ان لوگوں کے واسطے جنہوں نے عالموں سے انکار کیا اور ان کے ساتھ بغض و حسد رکھا اور ان سے بے ادبی اور گستاخی کی۔

(الحجۃ، امام موسیٰ بن احمد وجامی)

افسوس سخت افسوس ہے کہ آج کل مسلمانوں میں یہ سب بری باتیں پائی جاتی ہیں اور وہ علماء کی طرف سے سخت بدظن اور بدگمان ہو رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے

کہ عام مسلمان بدصحبتوں اور بری مجلسوں کے باعث بے دین اور گمراہ ہو گئے ہیں اور ان کو دینداری اور پرہیزگاری کا مطلق شوق نہیں رہا بلکہ دیندار مسلمانوں کو دیکھ کر ہنسی اڑاتے ہیں جس کا خمیازہ ان کو آنکھ کے بند کرنے کے ساتھ ہی معلوم ہو جائے گا۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اُمتِ محمدی سے خارج لوگ

دیکھئے رسول اللہ ﷺ علماء کے حقوق کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ لَّمْ يُجِلَّ كَبِيْرَنَا وَيَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيَعْرِفْ لِعَالِمِنَا (رواہ احمد والطبرانی) یعنی احمد اور طبرانی وغیرہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص بڑے کی عزت اور چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے وہ میری امت سے نہیں ہے"۔ (نشر طی التعریف ص ۴۴)

علماء کے اکرام و توقیر کرنے کا فائدہ

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ يَعْنِيْ فِي الْقَبْرِ ثُمَّ يَقُوْلُ اَيُّهُمَا اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْاٰنِ فَاِذَا اُشِيْرَ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِي اللَّحْدِ (رواہ البخاری)

یعنی صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ شہدائے احد میں سے دو دو کو قبر میں رکھتے۔ پھر فرماتے کہ قرآن شریف کس کو زیادہ یاد ہے۔ جب ایک کی طرف اشارہ کیا جاتا تو اسے لحد میں پہلے رکھتے۔

دیکھئے رسول اللہ ﷺ تو علمائے صالحین کی ایسی عزت وشان اور قدرومنزلت کریں مگر آج کل کے مسلمان علماء کی صحبت سے متنفر ہوں۔ افسوس صد افسوس۔

ہم لوگوں کی نہ دنیا ٹھیک ہے اور نہ ہی دین۔ مگر دنیا کے نہ ہونے کا ہر ایک کو کسی قدر رنج وغم ہوتا ہے اور اسی واسطے وہ جائز اور ناجائز وسائل یعنی چوری' لوٹ گھسوٹ' رشوت اور سود خواری سے روپیہ پیسہ پیدا کرنے کی سعی بلیغ کرتے ہیں اور اس کے ضائع ہونے کا بھی بڑا رنج ہوتا ہے۔ چنانچہ مٹی کا پیالہ جس سے پانی پیتے ہیں' ٹوٹ جاتا ہے تو کس قدر صدمہ ہوتا ہے لیکن بطور مثال عرض ہے کہ مدتوں کی نمازیں غائب اور دل پر خیال بھی نہیں آتا۔ اس کا ظاہراً سبب یہ ہے کہ ایمان میں نقصان ہے' دین میں فتور ہے۔ جس کا بڑا باعث یہ ہے کہ احکام شریعت وسیرت حضرت خاتم رسالت ﷺ حالات اصحاب کرام رضی اللہ عنہم واہل بیت عظام سے محض بے خبری اور غفلت ہے۔ اس کا منتہائے سلسلہ یہی خامی وکوتاہی علم دین ہے۔

علماء سے متنفر ہونے کی وجہ

اگر مسلمان علماء کی صحبت اختیار کریں تو ان کو سب ضروری باتیں معلوم ہو جائیں لیکن ان کو تو ہر وقت یہ خوف رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو مولوی صاحب کچھ کہہ بیٹھیں۔ میاں تمہاری صورت خلاف شرع ہے۔ پاجامہ خلاف سنت ہے۔ برخلاف اس کے اگر کوئی طبیب کہہ دے کہ میاں تم پر سوداویت کا غلبہ معلوم ہوتا ہے جلد اس کا علاج کرلو' ایسا نہ ہو کہ مرض بڑھ جائے تو اس کو بڑی شفقت سمجھتے ہیں۔ افسوس ایمان کو بدن کے برابر بھی عزیز نہیں رکھتے۔ اگر ان لوگوں کو جسم کے برابر بھی ایمان کی محبت ہوتی تو علماء کی نصیحت کو برا نہ مانتے' اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت بخشے۔

علماء کی ضرورت

مروی ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ قفائی کے پاس سے گزرے اور فرمایا اِنْ اَعْطَیْتَنِیْ

شَرْبَۃً اُعَلِّمُکَ مَسْئَلَتَیْنِ مِنَ الْفِقْہِ یعنی اگر تو مجھ کو شربت کا ایک پیالہ عنایت کرے تو میں تجھ کو دو مسئلے فقہ سے سکھلاؤں۔ قفائی نے کہا کہ مجھ کو مسائل کی حاجت نہیں۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حافظا گوہر یک دانہ مدہ جز بخواص — قیمت در گر انما یہ چہ دانند عوام

یعنی عوام الناس قیمتی موتی کی قدر کیا جانیں۔ اے حافظ تو یکتا گوہر خواص کے سوا مت دے۔

الغرض اس کو ایسے مسئلے کی ضرورت درپیش ہوئی۔ وہ یہ تھی کہ اس نے حلف اٹھائی تھی کہ اگر میں اپنی بیٹی کیلئے تمام دنیا کی چیزیں جہیز میں نہ دوں تو میری عورت پر طلاق ہے۔ پس اس نے علمائے وقت سے فتویٰ طلب کیا۔ سب نے اسکے حانث ہونے پر فتویٰ دیا۔ بامر مجبوری اسے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا پڑا۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں نے تجھ سے شربت کا ایک پیالہ مانگا تھا تو اس وقت میرا ارادہ اسی مسئلہ کے سکھانے کا تھا مگر اب مسئلہ کی تعظیم شان کے واسطے ہزار دینار لئے بغیر نہ سکھاؤں گا۔ اس نے بامر مجبوری ہزار دینار مہیا کر دیئے' تب آپ نے فرمایا کہ اگر بیٹی کے جہیز میں مصحف دے گا تو اپنی قسم میں سچا ہوگا کیونکہ قرآن شریف میں دنیا کی تمام نعمتیں شامل ہیں۔ پس اس جواب سے علمائے وقت دنگ رہ گئے اور سب نے تسلیم کیا اور آپ کے علم میں یوں مداح ہوئے۔

علم درے است نیک باقیمت — جہل درویست سخت بے درماں

ہنر یا بد و فضل و دین و کمال — کہ گاہ آید و گہ رو دجاہ و مال

چند عجیب وغریب سوالات کے جواب

خلیفہ ماموں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک ہوشیار اور تجربہ کار لونڈی سے پوچھا کہ جس چیز میں دم بھر کی لذت حاصل رہتی ہے وہ کونسی لذت ہے اور جس لذت کا

دن بھر میں خاتمہ ہو جاتا ہے وہ کونسی لذت ہے۔ جس لذت کا تین دن تک اثر رہتا ہے وہ کونسی لذت ہے۔ اور ایک ماہ کی لذت کس چیز میں میسر ہوتی ہے۔ سال بھر تک لذت کس چیز میں حاصل رہتی ہے اور عمر بھر کی لذت کا کس پر خاتمہ ہوتا ہے۔ ابدی لذت کس چیز میں میسر ہوتی ہے؟ تو لونڈی نے نہایت ہی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا کہ دم بھر کی لذت جماع میں حاصل ہوتی ہے۔ اور دن بھر کی لذت کا خاتمہ شراب پر ہوتا ہے۔ تین دن کی لذت شگوفہ میں ہے۔ نئی دلہنوں میں مہینہ بھر کی لذت و مزہ داری ہے۔ سال بھر کی لذت بچوں میں ہے۔ عمر بھر کی لذت دوستوں اور دینی بھائیوں کی ملاقات میں ہے اور جس بات میں ابدی لذت اور دوامی مزیداری ہے وہ عفو الٰہی ہے۔ (اسے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب نصیحت میں لکھا ہے)

عقبیٰ میں علماء کی ضرورت

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اہل جنت ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کی زیارت کیا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تَمَنَّوْا عَلَى مَا شِئْتُمْ یعنی تم مجھ سے آرزو کرو جو چاہو۔ وہ علماء کی طرف متوجہ ہو کر کہیں گے مَاذَا نَتَمَنّٰى یعنی ہم کیا آرزو کریں۔ علماء جواب دیں گے۔ تَمَنَّوْا عَلَيْهِ كَذَا كَذَا یعنی تم خدائے تعالیٰ سے فلاں فلاں آرزو کرو۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عقبیٰ میں بھی علماء کی ضرورت ہوگی۔ (مرقاۃ جز خامس ص ۲۸۷، کنز العمال ج ۱۰ ص ۸۶)

سب سے بہتر باپ

صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر آدمی کے تین باپ ہوتے ہیں۔ ایک باپ تو وہ ہے جس کی صلب سے یہ خارج ہوا۔ دوسرا باپ

وہ ہے جس نے اسے علم سکھلایا۔ تیسرا باپ وہ ہے جس نے اسے دُختر دی۔ ان تینوں میں وہی زیادہ اچھا ہے جس نے اسے علم سکھلایا۔ اس لئے کہ علم خداشناسی کا ذریعہ ہے اور اس سے بڑھ کر دین و دنیا میں کوئی نعمت نہیں۔ پھر آدمی ایسے باپ کا ادب نہ کرے تو کس کا کرے۔

دنیا کے قائم رہنے کی چار چیزیں

حدیث صحیح میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی مضبوطی چار چیزوں سے ہے۔ اوّل عالموں کے علم سے۔ دوسرے حاکموں کے عدل سے۔ تیسرے مالداروں کی سخاوت سے۔ چوتھے فقیروں کی دعا سے۔ پس اگر عالموں کا علم نہ ہوتا تو بیشک تمام لوگ جاہل و گمراہ اور بے دین ہو جاتے۔ اگر مال داروں کی سخاوت نہ ہوتی تو بیشک تمام فقیر ہلاک ہو جاتے۔ اگر فقیروں کی دعا نہ ہوتی تو تمام مالدار ضرور ہلاک ہو جاتے۔ اگر حاکموں کا انصاف نہ ہوتا تو ظالم لوگ غرباء کو کھا جاتے جیسا کہ بھیڑیا بکری کو کھا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے جانشین لوگ

مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ رسول اللہ ﷺ کے گدی نشین اور خلفاء یہی علماء و فضلاء ہیں جن کیلئے رسول اللہ ﷺ نے مغفرت کی دعا مانگی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ خُلَفَائِیْ قُلْنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَنْ خُلَفَاؤُکَ قَالَ الَّذِیْنَ یَاْتُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ یَرْوُوْنَ اَحَادِیْثِیْ وَیُعَلِّمُوْنَھَا النَّاسَ (رواہ الطبرانی فی الاوسط) یعنی طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ یا اللہ میرے خلیفوں پر رحم کیجئے۔ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ

آپ کے خلیفہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے اور میری حدیث روایت کر کے لوگوں کو تعلیم کریں گے۔ (احیاء علوم الدین مترجم ج ۱ ص ۶۰)

یاد رہے کہ ان علماء سے وہ علماء مراد ہیں جو ظاہر و باطن میں رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور ان کی رفتار و گفتار اور وضع قطع اور نشست و برخاست عین اللہ و رسول کے فرمان کے مطابق ہے نہ کہ آجکل کے بعض مجہول اور گمراہ علماء سے مراد ہے جن کی ظاہری شکل تو اسلامی ہوتی ہے مگر باطن میں اس کے برعکس ایسوں ہی کی نسبت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ع از بروں چوں گور کافر وز دروں بیگانہ وش

اللہ تعالیٰ ان علماؤں کو ہدایت بخشے تا کہ دوسرے لوگ ان کی دیکھا دیکھی گمراہ نہ ہو جائیں۔

علماء کو مغفرتِ گناہ کی بشارت

جو لوگ نیک نیتی سے دینی علم پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الْعُلَمَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَمْ اَجْعَلْ حِكْمَتِيْ فِيْ قُلُوْبِكُمْ اِلَّا وَاَنَا اُرِيْدُ بِكُمُ الْخَيْرَ اِذْهَبُوْا اِلَى الْجَنَّةِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكُمْ (مسند ابوحنیفہ) یعنی مسند ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء کو جمع کرے گا' پھر فرمائے گا کہ میں نے تمہارے دلوں کو علم سے منور کیا تھا کہ تمہارے لئے دین و دنیا میں بھلائی ہو' جاؤ جنت میں میں نے تمہارے گناہ بخش دیئے جس طرح تم سے ہوئے۔

علماء کو رزق کی کفالت اور دیگر مقاصد کی برآری کا وعدہ

اللہ تعالیٰ صاحب علم کی تمام دینی اور دنیوی حاجات برلاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وُلِدْتُّ سَنَةَ ثَمَانِیْنَ وَحَجَجْتُ مَعَ اَبِیْ سَنَةَ سِتٍّ وَّتِسْعِیْنَ وَاَنَا ابْنُ سِتَّ عَشْرَةَ سَنَةً فَلَمَّا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ وَرَأَیْتُ حَلْقَةً عَظِیْمَةً فَقُلْتُ لِاَبِیْ حَلْقَةُ مَنْ هٰذِهٖ فَقَالَ حَلْقَةُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءِ الزَّبِیْدِیْ صَاحِبِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمْتُ فَسَمِعْتُهٗ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَفَقَّهَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ کَفَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مُهِمَّهٗ وَرَزَقَهٗ مِنْ حَیْثُ لَایَحْتَسِبُ یعنی مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ۸۰ ہجری میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے ساتھ ۹۶ ہجری میں حج کو گیا اور اس وقت میری عمر ۱۶ برس کی تھی، پھر جب میں مسجد الحرام میں داخل ہوا اور ایک بڑا حلقہ دیکھا تو میں نے اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ کس کا حلقہ ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن الحارث بن جزء الزبیدی کا۔ تب میں آگے بڑھا تو میں نے سنا وہ کہتے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے دین میں تفقہ حاصل کیا' اللہ اس کے مقاصد کا ذمہ دار ہے اور اس کو رزق دے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔

درود شریف لکھنے کا ثواب

علم پڑھنے کا یہ بڑا فائدہ ہے کہ جو کوئی تصنیف و تالیف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف لکھنے کا التزام رکھتا ہے' اس کیلئے فرشتے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ کِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَۃُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَا دَامَ اِسْمِیْ فِیْ ذٰلِکَ الْکِتَابِ (رواہ الطبرانی) یعنی طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کتاب میں لکھ کر مجھ پر درود بھیجا تو جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا' فرشتے برابر اس کیلئے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔

صحیح ترمذی ابواب الوتر باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے زیادہ نزدیک مجھ سے قیامت کے دن وہ شخص ہوگا یعنی مرد ہو یا عورت جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ (مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلھا' دوسری فصل)

اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص سب سے بڑھ کر شفاعت کا مستحق ہوگا۔ یہ وصف صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ میں بالخصوص زیادہ تر پایا جاتا ہے کیونکہ یہ پاک لوگ رات دن درود خوانی میں مشغول رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی درود پڑھنے کی ترغیب دیتے ہیں[1]۔

صحیح مسلم ج ا ص ۱۷۵ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ ایک روایت میں اتنا اور زیادہ آیا ہے کہ دس درجے بڑھتے ہیں اور دس گناہ مٹتے ہیں۔ (اس کو احمد' نسائی وغیرہ ج ا ص ۱۵۲ نے ابی طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بدلہ ملنا ایک بڑی فوزِ عظیم ہے۔ یہ حدیث مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فصل اوّل میں ہے)

---

[1] صوفیوں کے اصول اور رموز تصوف اور عملیات مجرب کتاب عملیات وتعویذات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ میں مدلل ومفصل طور پر لکھ دیے ہیں۔ (مصنف)

صحیح ترمذی ابواب الدعوات میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کا ذکر سن کر درود نہ بھیجے وہ بخیل ہے۔ (یہ حدیث مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ کی تیسری فصل میں ہے)

ترمذی ابواب الدعوات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔ اس کی ناک پر خاک پڑے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۱۹۴' مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ)

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے وقت درود بھیجنا واجب ہے۔ جو اس وقت درود نہیں بھیجتا ہے وہ ذلیل وخوار ہوگا۔

حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا لفظ یہ ہے کہ جس کے پاس میرا ذکر ہوا اور اس نے درود نہ بھیجا وہ شقی ہے۔ (اس کو ابن سنی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے)

حدیث صحیح میں مروی ہے کہ دنیا میں جو فرشتے چلتے پھرتے سیر کرتے ہیں۔ وہ امت کا صلوٰۃ وسلام پہنچا دیتے ہیں (مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ وفضلها دوسری فصل) جو رسول اللہ ﷺ کے عاشق ہیں اس کا جواب خود رسول اللہ ﷺ دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ایک سلام کے عوض دس سلام کرتا ہے۔ (یہ مضمون حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن عوف میں نزدیک حاکم کے آیا ہے)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یوں وارد ہے کہ جس نے ایک بار درود شریف بھیجا اللہ اور فرشتے اس پر ستر بار درود بھیجتے ہیں۔ (اسکو احمد نے روایت کیا ہے)(مسند احمد ج ۲ ص ۱۸۷' مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۷)

معلوم ہوا کہ درود شریف کے سبب سے دنیا کی تمام مہمیں آسان ہو جاتی ہیں اور آخرت میں مغفرت ہوتی ہے۔ دنیا بھی ملی' آخرت بھی سنور گئی۔ کہو اب کیا باقی رہا مگر اکثر لوگ اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہیں کرتے۔ دیکھئے شاہ ولی اللہ صاحب

محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ پایا ہے اسی درود شریف کی برکت سے پایا ہے۔ راقم الحروف کے والد ماجد مولوی مست علی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے درود شریف کی برکت سے طریقت میں کمال حاصل کیا۔ کہتے ہیں کہ آپ درود شریف اس کثرت سے پڑھا کرتے تھے کہ آپ کے جسم مبارک کے ہر ایک بال سے درود شریف کی صدا آتی تھی اور نیز جس جگہ آپ بیٹھتے تھے اس جگہ سے خوشبو آتی تھی۔ یہ بات بالکل قرین قیاس اور صحیح ہے کیونکہ میں نے بھی خود اپنے شیخ کی ایسی حالت دیکھی ہے[1]۔

ابوداؤد میں حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم جمعہ کے دن مجھ پر بہت درود شریف بھیجا کرو کیونکہ تمہارا یہ درود شریف مجھ پر عرض کیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کو درود شریف کو کثرت سے پڑھنے کی زیادہ خصوصیت ہے۔ طبرانی میں حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ میں یہ بھی آیا ہے کہ ہر دُعا اوٹ میں ہے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر درود نہ بھیجا جائے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر دعا کے اوّل و آخر درود شریف پڑھ لینا چاہیے تاکہ وہ دعا قبول ہو جائے اور جو کام دعاؤں اور ذکروں سے نکلتا ہے وہ کام فقط کثرت درود شریف سے نکلتا ہے۔ غرض درود شریف کے فائدے بیشمار ہیں مگر اس جگہ تھوڑے سے فائدے لکھے جاتے ہیں۔

۱) اللہ تعالیٰ کیساتھ موافقت ہے' گو ہمارے درود اور اللہ تعالیٰ کے درود میں بہت بڑا فرق ہے۔ کہاں تراب کہاں رب الارباب۔ (۲) فرشتوں کی موافقت۔

---

[1] اس کو وہی سمجھتے ہیں جو اس رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ چو دل بمہر نگارے نرستۂ اے ماہ۔ ترا ز حالتِ عشاق بے نوا چہ خبر۔

(۳) اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتوں کا اس شخص پر درود بھیجنا۔ (۴) ایک درود پر دس درود کا اللہ تعالیٰ سے حاصل ہونا۔ (۵) ایک درود پر دس نیکیاں ملنی' دس گناہ مٹنے' دس درجے بڑھنے۔ (۶) دوزخ اور نفاق سے بری ہونا۔ (۷) جنت میں شہیدوں کے ہمراہ ایک جگہ بسنا۔ (۸) اس دعا کا قبول ہونا جسکے ساتھ درود پڑھا گیا ہے۔ (۹) شفاعت کا مستحق ہونا۔ (۱۰) مرنے سے پہلے جنت کی بشارت کا ملنا۔ (۱۱) سو درود پر ہزار درود کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا۔ (۱۲) فرشتوں کا دوست ہو جانا اور اس کی مدد کرنا۔ (۱۳) بہشت کے دروازے پر اس کے کندھے رسول اللہ ﷺ کے کندھے سے بھڑ جانا۔ (۱۴) مرنے کے بعد قبر پر درود کا اس کیلئے استغفار کرنا۔ (۱۵) ایک درود کا برابر کوہ احد کے ہو جانا۔ (۱۶) ایک فرشتے کا رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر اسکے درود پہنچانے کیلئے مقرر ہونا۔ (۱۷) بھرپور ثواب کا ملنا۔ (۱۸) گناہوں کا روز بروز مٹنا۔ (۱۹) بردہ آزاد کرنے سے زیادہ ثواب کا حاصل ہونا۔ (۲۰) ایک درود میں اسی برس کے گناہ صغیرہ کا دور ہو جانا۔ (۲۱) کراماً کاتبین کا تین دن تک گناہ کا بانتظار توبہ نہ لکھنا۔ (۲۲) ہول قیامت سے نجات پانا۔ (۲۳) رحمت کا ہر طرف سے اس کو ڈھانپ لینا۔ (۲۴) اللہ کے غضب سے امان میں آ جانا۔ (۲۵) عرش کے نیچے سایہ پانا۔ (۲۶) ترازو کا بھاری ہو جانا اور دوزخ سے بچ جانا۔ (۲۷) محشر کی پیاس سے امن میں ہونا۔ (۲۸) پل صراط پر ثابت قدم رہنا۔ (۲۹) ہزار بار درود پڑھنے سے جنت کا اپنے لئے دیکھ لینا۔ (۳۰) بہت سی بیویوں کا جنت میں ملنا۔ (۳۱) برابر بیس جہاد کے ثواب پانا۔ (۳۲) برابر صدقے کے اجر حاصل کرنا۔ (۳۳) سو درود کا برابر لاکھ نیکی کے ہونا اور لاکھ گناہوں کا معاف ہو جانا۔ (۳۴) ہر روز سو بار درود شریف کا پڑھنا موجب ہے سو حاجتوں کے بر آنے کا۔ تیس دنیا میں ستر آخرت میں۔ (۳۵) ہر روز سو بار درود شریف پڑھنا ایسا

ہے جیسے رات دن عبادت کی۔ (۳۶) یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام عملوں سے محبوب تر ہے۔ (۳۷) مجلس کی زینت ہے اور قیامت کے روز نور ہے۔ (۳۸) محتاجی دور ہوتی ہے۔ (۳۹) رسول اللہ ﷺ سے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ (۴۰) اس کی برکت اس کی اولاد میں اثر کرتی ہے۔ (۴۱) زیادہ پڑھنے والا اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے۔ (۴۲) درود خواں سے بعض فرائض فوت شدہ کا سوال نہیں ہوتا۔ (۴۳) جو پچاس دفعہ روز درود شریف پڑھتا ہے قیامت میں اس کا مصافحہ رسول اللہ ﷺ سے ہوگا۔ (۴۴) دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے۔ (۴۵) جس دعا کے ساتھ درود ہوتا ہے وہ دعا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پردہ پھاڑ کر جا پہنچتی ہے۔ (۴۶) صبح و شام دس بار درود شریف پڑھنے سے شفاعت کا استحقاق ہو جاتا ہے۔ (۴۷) جس نے دن میں تین بار رات میں تین بار شوق و محبت سے درود پڑھا اس کے گناہ اس دن اور اس رات کے معاف ہو جاتے ہیں۔ (۴۸) گھر میں سلام کر کے جانا۔ پھر درود شریف پڑھنا محتاجی وضیق کو دور کرتا ہے۔ (۴۹) بھولی ہوئی بات یاد آ جاتی ہے۔ (۵۰) مرض نسیان دور ہو جاتا ہے۔ (۵۱) محتاج کیلئے بجائے صدقہ و خیرات کرنے کے ہے۔ (۵۲) مصلی کو خود رسول اللہ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ (۵۳) رسول اللہ ﷺ سے کہا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں آپ پر درود بھیجتا ہے مثلاً فرشتے یوں عرض کرتے ہیں کہ محمد صالح بن مولوی مست علی رحمۃ اللہ علیہ آپ پر درود بھیجتا ہے۔ مثلاً فرشتے یوں عرض کرتے ہیں کہ محمد صالح بن مولوی مست علی رحمۃ اللہ علیہ آپ پر درود و سلام عرض کرتا ہے۔ زہے عزت و شرف زہے سعادت و کرامت کہ ہم سے گنہگاروں کا وہاں نام مذکور ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہماری خوش نصیبی ہوگی۔ (۵۴) جو بددعا رسول اللہ ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام نے درود شریف نہ بھیجنے والی پر کی ہے اس سے نجات ملتی ہے۔ (۵۵) ایسا آدمی

بہشت کا رستہ نہیں بھولتا۔ (۵۶) رسول ﷺ پر جفا کرنے سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔ (۵۷) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی لعنت سے نجات ملتی ہے۔ (۵۸) بخیل کہلانے سے امن حاصل ہوتا ہے۔ (۵۹) رسول اللہ ﷺ کو اس شخص سے دلی محبت ہو جاتی ہے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ قیامت میں ہر شخص اپنے دوست کے ساتھ ہوگا گو عمل میں اس کے برابر نہ ہو۔ ہم کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا اور رسول خدا ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت اور اولیاء اور مجتہدین اور محدثین کا حشر میں ساتھ ہوگا۔ (۶۰) درود شریف پڑھنے سے ہدایت ایمان اور حیات دل ملتی ہے اور گمراہی وفسق سے بچ جاتا ہے۔ (۶۱) اس شخص کی محبت کو اللہ تعالیٰ تمام آسمان اور زمین والوں کے دل میں ڈال دیتا ہے یعنی نیک لوگ اسے دل سے چاہنے لگتے ہیں۔ (۶۲) اس کے ہر کام میں۔ عمر میں' مال میں' ایمان میں' گھر بار اور بال بچوں میں برکت ہوتی ہے۔ (۶۳) کثرت درود شریف سے کثرت محبت رسول اللہ ﷺ کی پیدا ہوتی ہے یہ محبت آخر کو جنت میں لے جائے گی۔ (۶۴) اس میں کچھ نہ کچھ رسول اللہ ﷺ کا حق ادا ہو جاتا ہے' سب نہ سہی تھوڑا ہی سہی' ورنہ حضور ﷺ کے حقوق واحسانات کا شکر کسی مخلوق سے کہاں ادا ہو سکتا ہے۔ (۶۵) درود شریف پڑھنے میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی آ جاتا ہے۔ (۶۶) رسول اللہ ﷺ پر درود شریف بھیجنے والا کثیر الذکر قرار دیا جاتا ہے۔ (۶۷) کثرت درود سے محبت برزخ بھی کبھی میسر آ جاتی ہے یا خواب میں مشرف بزیارت ہوتا ہے۔ (۶۸) کثرت درود کی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا چاہنے والا ہے۔ جو شخص جس چیز کو زیادہ دوست رکھا کرتا ہے تو اس کا ذکر بھی بہت کیا کرتا ہے ورنہ زبانی محبت کا دعویٰ کرنے والے بہت ہیں۔ محبت کی جگہ دل ہے زبان نہیں ہے۔ دل کی محبت کا اثر پڑتا ہے۔ زبان کی دوستی خالی از نفاق نہیں ہوتی۔

ان فوائد کے علاوہ اور بہت سے درود شریف کے فائدے ہیں جن میں سے کچھ جمعۃ المبارک کے بیان میں بھی آئیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بعد تلاوت قرآن مجید اور ذکر خدا کے کوئی وظیفہ درود شریف سے بہتر نہیں ہے بلکہ اگر اور ذکر نہ کر سکے تو اسی درود شریف پر قناعت کرے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی آ جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھی پڑھ لیا جاتا ہے۔ درود شریف کے صیغے قریب تمیں عدد کے احادیث شریف میں بالفاظ مختلف آئے ہیں جن کا ذکر میں نے اپنی کتاب فضائل درود شریف میں مفصل طور پر لکھ دیا ہے جو عنقریب شائع کی جائے گی جس کا حجم غالباً چار پانچ سو صفحہ کے قریب ہوگا۔ غرض درود شریف پڑھنے کے بڑے فائدے ہیں۔ وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ

آسان ہر ایک ہوتی ہے مشکل درود سے
مقصد دلوں کے ہوتے ہیں حاصل درود سے
ناقص اگر پڑھے تو ہو کامل درود سے
دل سوئے دوست رہتا ہے مائل درود سے
خالق کی یاد رہتی ہے دل میں بسی ہوئی
جس نے پڑھا درود اسے حق رسی ہوئی
حاصل درود خواں کو ہو دیدارِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم
ہوتا ہے دستیاب ہر اک دل کا مدعا
ہر رنج کا علاج ہے ہر درد کی دوا
غمگین کو ہے رفاہ تو بیمار کو شفاء
عشقِ آلہ بہرِ مصلی درود ہے
تاریکیٔ دروں کی تجلی درود ہے

عالم اور عابد کا مقابلہ

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ الْبَاهِلِیِّ قَالَ ذُکِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْاٰخِرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنَاکُمْ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّی النَّمْلَةَ فِیْ جُحْرِهَا وَحَتَّی الْحُوْتَ لَیُصَلُّوْنَ عَلٰی مُعَلِّمِی النَّاسِ الْخَیْرَ (رواہ الترمذی)

یعنی ترمذی میں حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو دو شخصوں کا ذکر کیا گیا۔ ایک ان میں سے عابد اور دوسرا عالم۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر۔ (مشکوۃ کتاب العلم دوسری فصل ص ۳۴)

طالب العلم کیلئے حشرات الارض کا دعا کرنا

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے اور اہل آسمان و زمین یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور یہاں تک کہ مچھلیاں اس شخص کیلئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو نیکی کی تعلیم دینے والا ہو۔ (مشکوۃ کتاب العلم دوسری فصل)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کو کیسا نبوت کے درجے کے ساتھ کیا ہے اور جو عمل کہ علم سے خالی ہو اس کے رتبے کو کیسا کم فرمایا ہے۔ حالانکہ عابد جس عبادت کو ہمیشہ کرتا ہے اس کو علم تو رکھتا ہی ہے۔ اگر اس کا علم نہ ہو تو عبادت نہ ہوگی۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ یعنی ابوداؤد ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہ نے حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ عالم کی بزرگی عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی بزرگی سب ستاروں پر۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم دوسری فصل)

پیغمبروں کی وراثت

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا اِنَّمَا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ (رواہ ابوداؤد الترمذی) یعنی ابوداؤد و ترمذی وغیرہ میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تحقیق علماء پیغمبروں کے وارث ہیں‘ پیغمبر میراث میں دینار و درہم نہیں چھوڑتے‘ وہ تو علم ہی کا ترکہ چھوڑتے ہیں‘ جس نے اسے حاصل کیا اس نے بھرپور حصہ لیا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم دوسری فصل)

علم دین کے سکھلانے کی بزرگی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَرَّ بِمَجْلِسَيْنِ فِیْ مَسْجِدِهٖ فَقَالَ كِلَاهُمَا عَلٰى خَيْرٍ وَّاَحَدُهُمَا اَفْضَلُ مِنْ صَاحِبِهٖ اَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَدْعُوْنَ اللّٰهَ وَيَرْغَبُوْنَ اِلَيْهِ فَاِنْ شَاءَ اَعْطَاهُمْ وَاِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ وَاَمَّا هٰؤُلَاءِ فَيَتَعَلَّمُوْنَ الْفِقْهَ اَوِ الْعِلْمَ وَيُعَلِّمُوْنَ الْجَاهِلَ فَهُمْ اَفْضَلُ وَاِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ثُمَّ جَلَسَ فِيْهِمْ (رواہ الدارمی) یعنی دارمی میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں پر گذرے اور

فرمایا کہ دونوں اچھے کام پر ہیں اور ایک دونوں میں سے اپنے ساتھی سے افضل ہے۔ یہ لوگ جو خدا سے دعا مانگ رہے ہیں اور اس کی طرف دل لگا رہے ہیں اگر خدا چاہے تو ان کو دے اور اگر چاہے تو نہ دے لیکن یہ لوگ جو فقہ یا علم سیکھتے اور جہلا کو سکھلاتے ہیں تو یہ افضل ہیں اور بیشک میں بھی معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں' پھر آپ انہیں میں بیٹھ گئے۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم تیسری فصل ابن ماجہ ص ۲۱' کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۴۷)

اس حدیث سے علم کی فضیلت عبادت پر کس قدر ثابت ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا مجلس علم میں بیٹھنا کیسی نعمت عظمیٰ کو بیان کر رہا ہے۔ کسی بزرگ نے اس موقعہ پر کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

گدایاں را ازیں معنی خبر نیست ۔۔۔ کہ سلطان جہاں با ماست امروز

علم کی مجالس میں بیٹھنا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ مَجَالِسُ الْعِلْمِ (رواہ الطبرانی فی الکبیر) یعنی طبرانی نے کبیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہارا جنت کے باغوں میں گذر ہوا کرے تو چرا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جنت کے باغ کون سے ہیں؟ فرمایا: علم کی مجلسیں۔ (کنز العمال ج ۱۰ ص ۷۹)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ جُلَسَائِنَا خَیْرٌ قَالَ مَنْ ذَکَّرَکُمُ اللّٰہَ رُؤْیَتُہٗ' وَزَادَ فِیْ عِلْمِکُمْ مَنْطِقُہٗ' وَذَکَّرَکُمْ بِالْاٰخِرَۃِ عَمَلُہٗ' (رواہ ابو یعلی) یعنی ابو یعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ کسی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ ہمارے لئے کون سا ہم نشین بہتر ہے؟ فرمایا: جس

کی زیارت خدا کو یاد دلائے اور گفتگو علم کو بڑھائے اور عمل آخرت کو یاد دلائے۔

باقیات الصالحات

یہ تو ظاہر ہے کہ انسان کی موت کے ساتھ ہی اس کے اعمال بھی منقطع ہو جاتے ہیں لیکن چند عملوں کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سَبْعٌ یَجْرِیْ لِلْعَبْدِ اَجْرُھُنَّ وَھُوَ فِیْ قَبْرِہٖ بَعْدَ مَوْتِہٖ مَنْ عَلَّمَ عِلْمًا اَوْ کَرٰی نَھْرًا اَوْحَفَرَ بِئْرًا اَوْ غَرَسَ نَخْلًا اَوْ بَنٰی مَسْجِدًا اَوْوَرَّثَ مُصْحَفًا اَوْ تَرَکَ وَلَدًا یَسْتَغْفِرُلَہٗ بَعْدَ مَوْتِہٖ (رواہ البزار و ابونعیم فی الحلیۃ) یعنی بزار اور ابو نعیم نے حلیہ میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد بندے کو قبر میں برابر پہنچتا رہتا ہے۔ (۱) جس نے لوگوں کو علم سکھایا۔ (۲) جس نے نہر نکالی۔ (۳) جس نے کنواں کھدوایا۔ (۴) جس نے کھجوروں کے درخت لگائے۔ (یا کوئی اور میوہ دار درخت اور باغ وغیرہ لگائے جس کو تمام آدمی اور چرند پرند کھائیں۔ (۵) جس نے مسجد بنوائی۔ (۶) جس نے ترکہ میں قرآن شریف چھوڑا۔ (۷) جس نے اولاد (صالح) چھوڑی کہ مرنے کے بعد اس کیلئے مغفرت کی دعا کرے۔ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تین چیزیں اور بیان فرمائی ہیں۔ (۸) جو اپنی صحت و زندگی میں اپنے مال سے صدقہ نکال کر دے جائے۔ (۹) جو ندی نالا اور دریاؤں کے پل تیار کرا جائے۔ (۱۰) جو مسافروں کے واسطے سرائے بنا جائے۔

علم کے سکھلانے اور پھیلانے سے یہ مراد ہے کہ وہ علم لوگوں کو سکھایا ہے' کتابوں میں پڑھایا ہے' کتابیں تصنیف کر کے چھوڑ گیا ہے جس کو لوگ پڑھ کر ہدایت پاتے ہیں' حق بات معلوم کرتے ہیں۔ یہ نفع خاص علم قرآن و حدیث میں

ہوتا ہے' نہ کسی اور علم میں۔ نیک بخت بیٹے سے یہ مراد ہے کہ عالم باعمل یا عامل صالح ہو' ایسا بیٹا باپ کیلئے جب دعائے مغفرت کرتا رہتا ہے تو وہ دعا اس کے والدین کیلئے مغفرت کا سبب ہوتی ہے۔ جس کے پاس قرآن پاک ہوتا ہے' وہ اس میں تلاوت کرتا ہے۔ جب تک کوئی شخص اس میں تلاوت کرے گا' ایک اجر اس تلاوت کا اس مالک قرآن مجید کو بھی ملتا رہے گا جو قرآن مجید کو ترکہ میں چھوڑ گیا ہے۔ اسی طرح جب تک کوئی مسجد آباد رہے گی' لوگ اس میں نماز پنجگانہ ادا کیا کریں گے' تب تک اس نماز کا ثواب اس شخص کو بھی ملا کرے گا۔ اسی طرح جب تک مسافر لوگ اس کی سرائے میں ٹھہرا کریں گے' آرام پائیں گے' اس بانی سرائے کو بھی اس کا اجر ملتا رہے گا۔ اسی طرح نہر کا پانی جو آدمی اور جانور پئیں گے' اس کا ثواب نہر والے کو ہوگا۔ صدقہ و خیرات سے خواہ کوئی باغ یا زمین وقف کر جائے' یا کوئی جائیداد و آمدنی چھوڑ جائے' جس سے خلق منتفع ہو' اس کا اجر بھی ہمیشہ حاصل ہوتا رہے گا۔

نہ مرد آنکہ ماند پس از وے بجائے　　پل و مسجد و چاہ و مہماں سرائے

طبرانی میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے کوئی اچھی راہ نکالی' اس کو اس نیکی کا اجر ملے گا کہ وہ خود اس کام کو اپنی زندگی میں کرتا رہے گا اور مرنے کے بعد جب تک کہ وہ کام متروک نہ ہوگا۔ اور جس نے بری راہ نکالی' اس پر گناہ ہے اس برائی کا جب تک کہ وہ کام متروک نہ ہو۔ اس مفہوم کی احادیث صحیح مسلم کتاب العلم' مشکوٰۃ کتاب العلم پہلی فصل' سنن ابن ماجہ باب من سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ اور موطا امام مالک کتاب القرآن باب العمل فی الدعا میں ہیں۔

معلوم ہوا کہ جو شخص مرد ہو یا عورت کوئی سنتِ حسنہ نکال جاتا ہے یعنی فرائض

و واجبات و سنن شریعت و حسنات و فضائل دین کو اپنے گھر یا محلہ یا شہر یا ریاست یا سلطنت یا ملک یا اقلیم میں جاری کر جاتا ہے لوگ اس پر عمل کرنے لگتے ہیں۔ اس کا اجر اس کو ہمیشہ جب تک وہ کام دنیا میں جاری رہتا ہے ملا کرتا ہے جس طرح کوئی کسی کو نماز' روزے' زکوٰۃ اور حج پر قائم کر جائے' کوئی عدل کا رستہ بتا جائے' کوئی طریقہ صدقہ وخیرات کا سکھا جائے۔ کوئی علم سنت وقرآن کا رواج کر جائے سو یہ کام داخل باقیات الصالحات ہیں۔ اس کے مقابلہ میں برے کام بھی ہیں۔ جس طرح کوئی رواج شراب خواری' زنا کاری یا کسی اور فسق و فجور کا اپنے گھر' محلے یا شہر میں چھوڑ جائے' ظلم وستم کا طریقہ تعلیم کر جائے' اس کا وبال بھی ہمیشہ اس کو ملتا رہے گا' جب تک یہ برا کام جاری رہے گا۔ جو امرا' رؤسا' فاسق ظالم ہوتے ہیں' ان کو دیکھ کر جو کوئی ویسا کام کرتا ہے ان سب کا گناہ اس کے ذمہ پر بھی لکھا جاتا ہے' پورا پورا' نہ کم نہ زیادہ۔ جو امیر رئیس امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتا ہے' پھر جو کوئی اس کے کہنے پر چلتا ہے تو ان سب کا اجر اس کو بھی ملتا ہے۔ اسلئے اہل دولت وحکومت یا تو سب سے زیادہ اجر پاتے ہیں یا سب سے زیادہ عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔ اوّل جنت میں جاتے ہیں' دوسرے کیلئے دوزخ تیار ہو چکی ہے۔

طبرانی میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو یہ باقیات صالحات ہیں' ان کلمات کو کہنا گناہوں کو ایسا جھاڑتا ہے جس طرح درخت اپنے پتوں کو گراتا ہے۔ یہ کلمات کنوزِ جنت میں سے ہیں۔

صحیح مسلم میں سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک رات دن کی رباط مہینے بھر کے صیام وقیام سے بہتر ہے' پھر اگر اسی حال میں مر گیا تو اس کا عمل جس کو وہ کیا کرتا تھا جاری رہتا ہے' اس کو

رزق ملتا ہے اور منکر نکیر سے امن میں ہو جاتا ہے۔ طبرانی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ وہ قیامت کے دن شہید اٹھے گا۔

طبرانی میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مرابط کا عمل جاری رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن قبر سے اٹھائے۔ یاد رہے کہ مرابط وہ ہے جو راہ خدا میں کمر باندھ کر چوکی پہرہ کیلئے سرحد اسلام پر تیار رہتا ہے۔ یا ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا منتظر ہے۔

غرض یہ کام تو بالخصوص داخل باقیات الصالحات ہیں' انکے علاوہ اس طرح کے جتنے اچھے کام ہیں ایک زمانہ دراز تک باقی رہ سکتے ہیں' مگر یہ جب ہوتا ہے کہ وہ سارے کام خالصاً لِوَجْهِ اللّٰه کیے گئے ہوں۔ دکھانے' سنانے' ناموری' نیک نامی حاصل کرنے کیلئے نہ ہوں۔ امراء رؤسا ایسے کام بکثرت کرتے ہیں مگر ان کی نیت بھی شہرت و نیک نامی ہوتی ہے' وہ اس اجر سے بالکل محروم رہ جاتے ہیں' ان کے حق میں یہ کام سیئات باقیات ہوکر عذاب کا سبب ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ ہر عمل کا اعتبار نیت پر ہے۔ جب نیت درست ہوتی ہے' تب ہی پھل بھی ملتا ہے۔ وَاِلَّافَلَا

گندم از گندم بروید جو ز جو   از مکافاتِ عمل غافل مشو

کافر' منافق اور مومن کے پہچاننے کا طریقہ

مروی ہے کہ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری مجلس کے لوگ تین طرح سے اُٹھتے ہیں۔ اوّل کافر' دوم منافق' سوم مومن محض۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ میں تفسیر قرآن بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدا و رسول یوں فرماتے ہیں۔ جو کوئی میری تصدیق نہ کرے پس وہ کافر ہے۔ اور جس کا دل اس بیان سے تنگ ہو' پس وہ منافق ہے اور جو کوئی اپنے گناہ پر نادم ہو اور ترک گناہ کا عزم بالجزم کرے' پس وہ مومن محض ہے۔

مردُودعلم کی تشریح

انسان کیلئے کوئی چیز علم سے بہتر نہیں مگر جو لوگ علم اس واسطے حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کے کاموں کو رونق دیں اور اس سے جاہ وچشم پیدا کریں' ان کے حق میں بہتر یہی ہے کہ اس نیت سے علم نہ سیکھیں بلکہ کسی کسب پر دل لگائیں' کیونکہ جو لوگ ایسی نیت سے علم سیکھتے ہیں وہ شیاطین الانس ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ سب کو ان سے محفوظ رکھے۔ اس پر مجھے ایک حکایت یاد آئی ہے کہ کسی بزرگ نے شیطان کو خواب میں بیکار بیٹھے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ تم تو گمراہی کے دھندے میں رات دن لگے رہتے ہو' تمہاری بیکاری کا کیا سبب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب سے اس زمانے کے علماء پیدا ہوئے ہیں ہر ایک میرا شاگرد رشید ہے' اور بدچالی اور گمراہی کے فن میں پکا ہے۔ پس جو کچھ مجھے کرنا چاہیے تھا' یہ سعادتمند فرزند شب و روز اس کی تدبیرات میں لگے رہتے ہیں اور میری خواہش کے کام بخوبی بجالاتے ہیں' اس لئے اب میں خوش وخرم ہوں۔ پھر اس نے پوچھا کہ بعض ان میں سے نماز پڑھتے' روزے رکھتے' مونچھیں منڈواتے' داڑھی بڑھاتے ہیں اور عصا ہاتھ میں لیکر چلتے ہیں۔ ان کی یہ صورت تو اہل شرع کی سی ہے پھر کیونکر ان سے ایسے کام ہوتے ہیں جن سے تیری رضامندی ہوتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ بھی عین شاگردی اور میری پیروی ہے کہ ظاہر میں حاجی' ملا' عالم اور شیخ کی صورت بنائے رہنا اور باطن میں پرلے درجے کے حسد' بغض' کینہ' مکر' فریب اور طمع وغیرہ کے زنگ سے دل کو سیاہ رکھنا کہ سچے مسلمان جو دنیا کے کاموں میں بڑے ناسمجھ ہوتے ہیں' ان کو اپنی چال میں فوراً پھنسالیں اور ان کے جان و مال کو ایک دم میں تاخت و تاراج کر دیں اور کسی کا مال و جان لیں اور کسی کا جوہر ایمان۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسے ریاکار لوگوں سے محفوظ رکھے۔

ریا اور دکھاوے کے عمل کا انجام

ریا اور دکھاوے کا انجام نہایت برا ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ولید بن ابی عثمان مدنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مسلم کے بیٹے عقبہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا اور اس سے شفیا اصحی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مدینے گیا تو دیکھا کہ ایک شخص پر لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں' تو میں ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا' وہ لوگوں کو حدیث سنا رہے تھے۔ جب وہ فارغ ہو کر خلوت پذیر ہوئے تو میں نے کہا آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ مجھ سے وہی حدیث بیان کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر سمجھی بوجھی ہوگی۔ فرمایا: اگر یہ تیرا ارادہ ہے تو میں وہی حدیث بیان کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر سمجھی بوجھی ہوگی۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے' پھر ہوش میں آئے تو کہا میں وہی حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس مکان میں کہ سوائے میرے اور آپ کے کوئی نہ تھا بیان کی تھی۔ یہ کہہ کر دوبارہ بیہوش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ہوش میں آ کر اپنا منہ پونچھا اور کہا کہ میں وہی حدیث بیان کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اس مکان میں اس حالت میں کہ سوائے میرے اور آپ کے کوئی نہ تھا بیان کی تھی۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایسے سخت بیہوش ہوئے کہ منہ کے بل زمین پر گرنے لگے تو میں دیر تک تکیہ دیئے رہا۔ پھر ہوش میں آ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تبارک وتعالیٰ حساب کیلئے اپنے بندوں کی طرف نزول فرمائے گا اور ہر ایک امت زانو کے بل گری ہوگی تو سب سے پہلے ایک عالم' ایک شہید اور ایک مالدار کو بلایا جائے گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ

اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ یُقْضٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَلَیْہِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَهَا قَالَ مَا عَمِلْتَ فِیْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِیْكَ حَتّٰی اسْتُشْهِدْتُّ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ یُّقَالَ فُلَانٌ جَرِیْءٌ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب سے پہلے ایک شہید کو حساب کیلئے بلا کر اپنی نعمتیں اسے جتائے گا۔ وہ اقرار کرتا جائے گا۔ پھر حکم ہوگا۔ اچھا تو نے ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا۔ وہ عرض کرے گا خداوندا میں تیری راہ میں لڑ کر شہید ہوگیا۔ ارشاد ہوگا تو نے جھوٹ کہا۔ تو نام آوری اور بہادری جتانے کی غرض سے لڑا' سو تجھے لوگوں نے بہادر کہا' محض ہماری راہ میں نیک نیتی کے ساتھ نہ لڑا نہ شہید ہوا پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے منہ کے بل کھینچ کر دوزخ میں ڈال دو۔

وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَہٗ وَقَرَءَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِیَ بِہٖ فَعَرَّفَہٗ نِعَمَہٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِیْهَا تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ وَعَلَّمْتُہٗ وَقَرَاْتُ فِیْكَ الْقُرْاٰنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ لِیُقَالَ عَالِمٌ وَقَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ لِیُقَالَ هُوَ قَارِیٌٔ فَقَدْ قِیْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِہٖ فَسُحِبَ عَلٰی وَجْهِہٖ حَتّٰی اُلْقِیَ فِی النَّارِ یعنی اور ایک شخص کو جس نے اپنی عمر کو تعلیم و تعلم پڑھنے پڑھانے اور قرآن مجید کی تلاوت میں صرف کی ہوگی' اللہ تعالیٰ اسے بلا کر اپنی نعمتیں جتائے گا' اور وہ اقرار کرے گا۔ پھر ارشاد ہوگا کہ ان نعمتوں کا تو نے کیا حق ادا کیا؟ وہ عرض کرے گا۔ خداوندا میں نے علم پڑھا پڑھایا' قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہا۔ حکم ہوگا کہ تو جھوٹا ہے' تیرا پڑھنا پڑھانا' قرآن مجید کی تلاوت اس غرض سے تھی کہ تجھے لوگ عالم اور قاری کہیں سو اس کا ثمرہ تجھے مل چکا ہے پھر فرشتوں کو حکم ہوگا اسے منہ کے بل کھینچ کر دوزخ میں ڈال دو۔

وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَعْطَاهُ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ فَاُتِيَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعَمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيْلٍ تُحِبُّ اَنْ يُّنْفَقَ فِيْهَا اِلَّا اَنْفَقْتُ فِيْهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِيَ فِي النَّارِ (رواہ الترمذی والمسلم والنسائی) یعنی ایک اور شخص کو بلا کر جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کئی قسم کے مال سے وسعت دی ہوگی' اپنی نعمتیں جتائے گا۔ سو وہ اقرار کرے گا۔ پھر حکم ہوگا کہ بھلا تو نے ان نعمتوں کا کیا حق ادا کیا؟ وہ عرض کرے گا۔ خداوندا میں نے تیری رضا مندی کیلئے تیرے سب راستوں میں خرچ کیا کہ لوگ تجھے فیاض اور سخی کہیں' سو جس غرض و نیت سے تو نے دیا اس نیت کا پھل تجھے مل گیا کہ تو دنیا میں مشہور ہو گیا۔ پھر فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دو۔ (ترمذی ومسلم اور نسائی وغیرہ نے روایت کیا) (یہ حدیث مشکوٰۃ کتاب العلم کی پہلی فصل میں ہے)

ابوعثمان مدنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علا بن ابی حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جلاد تھا۔ ایک دن ایک شخص نے ان کے پاس یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جب ان لوگوں کا یہ حال ہوگا تو باقی لوگ کس گنتی میں رہے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ ہمیں ان کی ہلاکت کا گمان ہو گیا۔ ہم کہنے لگے کہ اس نے بہت بڑی خبر لا سنائی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہوش میں آئے اور اپنا منہ پونچھا اور کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔ نیک کام کرنے سے' جن کا مطلب دنیا کی زندگی اور دنیاوی رونق ہے' ہم ان کے عملوں کا بدلہ یہیں دنیا میں ان کو پورا پورا بھر دیتے ہیں اور وہ دنیا میں کسی طرح گھاٹے میں نہیں رہتے لیکن یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے آخرت میں گئے گذرے ہوئے اور ان کا کیا دھرا

سب اکارت اور لغو ہوا۔ چنانچہ ایک اور حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بَشِّرْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ بِالسَّنَاءِ وَالدِّیْنِ وَالرِّفْعَۃِ وَالتَّمْکِیْنِ فِی الْاَرْضِ فَمَنْ عَمِلَ مِنْھُمْ عَمَلَ الْاٰخِرَۃِ لِلدُّنْیَا لَمْ یَکُنْ لَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَّصِیْبٍ (رواہ البیہقی) یعنی بیہقی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'یہ امت روشنی' دین' بلندی اور زمین میں غلبہ کی خوشخبری دی گئی ہے' سو جو کوئی آخرت کا کام دنیا کیلئے کرے اس کیلئے قیامت میں کچھ نہیں۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ یَقُوْمُ فِی الدُّنْیَا مَقَامَ سُمْعَۃٍ وَرِیَاءٍ اِلَّا سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (رواہ الطبرانی) یعنی طبرانی میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بندہ دنیا میں سنانے اور دکھانے کی نیت سے عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اس کی فاسد نیت کا اظہار کرے گا۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَزَیَّنَ بِعَمَلِ الْاٰخِرَۃِ وَھُوَ لَا یُرِیْدُھَا وَلَا یَطْلُبُھَا لُعِنَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (رواہ طبرانی) یعنی طبرانی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو کوئی آخرت کے عمل سے آراستہ ہوا اور اس کی نیت طلب آخرت کی نہیں تو اہل آسماں اس پر لعنت کرتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ رِجَالٌ یَخْتَلِطُوْنَ الدُّنْیَا بِالدِّیْنِ یَلْبَسُوْنَ

لِلنَّاسِ جُلُوْدَ الضَّانِ مِنَ اللِّيْنِ اَلْسِنَتُهُمْ اَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ وَقُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الذِّيَابِ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَبِيْ يَغْتَرُّوْنَ اَمْ عَلَيَّ يَجْتَرِءُوْنَ فَبِيْ حَلَفْتُ لَاَبْعَثَنَّ عَلٰى اُولٰٓئِكَ مِنْهُمْ فِتْنَةً تَدَعُ الْحَلِيْمَ حَيْرَانَ (رواہ الترمذی) یعنی ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر زمانے میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین و دنیا کو گڈمڈ کر دیں گے اور دکھاوے کیلئے بھیڑوں کے نرم چمڑے پہنیں گے' ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی مگر دل ان کے بھیڑیوں جیسے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا مجھے دھوکا دیتے ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں' مجھے قسم ہے اپنی ذات کی' میں ان پر ایسا فتنہ بھیجوں گا کہ عقلمندوں کو بھی حیران و پریشان کر دے گا۔ (مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ)

جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ دین اسلام پر مستقیم ہو جائیں ان کو لازم ہے کہ اپنے عمل بے ریا اور خالصاً للہ کریں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

دین پر مستقیم ہونے کا علاج

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا اكْتَسَبَ مُكْتَسِبٌ مِثْلَ فَضْلِ عِلْمٍ يَهْدِيْ صَاحِبَهٗ اِلٰى هُدًى اَوْ يَرُدُّهٗ عَنْ رَدًى وَمَا اسْتَقَامَ دِيْنُهٗ حَتّٰى يَسْتَقِيْمَ عَمَلُهٗ (رواہ الطبرانی والکبیر) یعنی طبرانی نے کبیر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نے علم جیسی کوئی بزرگ شئے حاصل نہیں کہ جو اپنے صاحب کو سیدھا راستہ دکھائے اور ہلاکت سے باز رکھے' اور جب تک عمل مستقیم نہ ہوگا دین مستقیم نہ ہوگا۔

مطلب یہ ہوا کہ جب تک عمل میں خلوص اور نیک نیتی نہ ہو وہ نہ تو مومن ہوتا ہے اور نہ ہی حصول بہشت اور عذاب آخرت سے محفوظ ہو سکتا ہے کیونکہ جب ایمان ہی نہ رہا تو پھر بہشت کیسے مل سکتا ہے۔ دیکھئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومن کی

خاص خاص نشانیاں بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

مومن کی نشانی

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِالْخَيْفِ خَيْفِ مِنًى يَقُوْلُ نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَبَلَّغَهَا مَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لَا فِقْهَ لَهٗ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلٰى مَنْ هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ ثَلَاثٌ لَا يَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَالنَّصِيْحَةُ لِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَلُزُوْمُ جَمَاعَتِهِمْ فَاِنَّ دَعْوَتَهُمْ تَحُوْطُ مِنْ وَّرَاءِهِمْ (رواہ احمد و ابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر) یعنی ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منیٰ کی مسجد خیف میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے' جس نے میری بات سن کر یاد رکھی اور نہ سننے والے تک پہنچائی۔ بہت سے فقہ کے اٹھانے والے فقہ کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ اپنے سے افقہ کی طرف فقہ کو لے جاتے ہیں۔ تین چیزوں پر مومن کا دل دریغ نہیں کرتا۔ (۱) عمل میں اخلاص پیدا کرنا۔ (۲) مسلمانوں کے پیشواؤں کی خیر خواہی کرنی۔ (۳) مسلمانوں کی جماعت میں جمے رہنا کیونکہ ان کی دعا سب کو محیط ہے۔

عقبیٰ میں چند عملوں کی پرسش

مسلمانو! آخرت میں جب ہم دوبارہ پیدا ہو کر حساب کتاب کیلئے دربار آلٰہی میں پیش کیے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ہم سے بالخصوص پانچ باتیں دریافت کرے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزُوْلُ قَدَمَا ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

حَتّٰی یُسْأَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمْرِہٖ فِیْمَ اَفْنَاہُ وَعَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَ اَبْلَاہُ وَعَنْ مَالِہٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہٗ وَفِیْمَ اَنْفَقَہٗ وَمَا عَمِلَ فِیْمَا عَلِمَ (رواہ الترمذی والبیہقی) یعنی ترمذی اور بیہقی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابن آدم قیامت کے دن پانچ چیزوں کے دریافت ہونے تک کہیں ٹل نہ سکے گا۔ (۱) اپنی عمر کس شغل میں فنا کی۔ (۲) اپنی جوانی کاہے میں پرانی کی۔ (۳) مال کہاں سے کمایا۔ (۴) مال کہاں خرچ کیا۔ (۵) علم پر کیا عمل کیا۔
(مشکوٰۃ کتاب الرقاق کی دوسری فصل)

عالم بے عمل کو عذاب آخرت کا ملنا

صحیح بخاری و مسلم میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لاکر دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اس کی انتڑیاں نکل پڑیں گی اور وہ انہیں کھینچ کر گھومے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے چاروں طرف گھوما کرتا ہے تو دوزخی اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے۔ اے شخص تیرا کیا حال ہے' کیا تو ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کیا کرتا تھا؟ وہ کہے گا میں تمہیں تو امر بالمعروف کرتا تھا مگر آپ اس پر عمل نہیں کرتے تھے اور نہی عن المنکر تم کو کرتا لیکن خود باز نہیں آتا تھا۔ (مشکوٰۃ کتاب الآداب باب الامر بالمعروف پہلی فصل) راوی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شب معراج میں ایک قوم کے پاس میرا گزر ہوا کہ آگ کی قینچیوں سے ان کے ہونٹ کاٹے جاتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا' اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔ جواب دیا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو کہنے کے مطابق عمل نہ کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ کتاب الآداب باب الامر بالمعروف دوسری فصل)

عمل کرنے کی تاکید

عمل کرنا علم پر موقوف ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلْعَمَلُ بِلَا عِلْمٍ ضَلَالٌ یعنی عمل بے علم کے گمراہی ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ اَلْعِلْمُ بِلَا عَمَلٍ کَالْقَوْسِ بِلَا وَتَرٍ یعنی علم بغیر عمل کمان بے زہ کی طرح ہے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی درگاہ وہی لوگ اچھے ہیں جو اچھے کام کریں' وہاں ذات پات کی پرسش نہ ہوگی۔

بجز عمل کے حسب نسب کسی کام کے نہیں

صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ عرب کو فرمایا کہ تم اپنے قبیلے سے ایک لڑکی کا ایاض رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کر دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنی لڑکی کا ایک غلام حجام کے ساتھ نکاح کر دیں۔ اسی طرح پر بعض لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کالا کوا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ٹھگنی کہا۔ اسی موقعہ پر آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (پ ۲۶ سورہ حجرات آیت نمبر ۱۳) یعنی تمہاری بزرگی اللہ کے نزدیک تمہاری پرہیز گاری یعنی اللہ سے ڈرنا ہے اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا اِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى (پ ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۷) یعنی بہترین توشہ آخرت کیلئے خدا سے ڈرنا ہے۔ پس جو شخص متقی ہے۔ وہی سب سے بڑا ہے۔

اگر شیخ یا سید کہلا کر خدا کی نافرمانی کی اور جولاہ اور دھنیا کہلا کر خدا اور رسول کی اطاعت کی تو وہ جلاہا بنسبت سید خدا کے نزدیک بڑا ہی حسب والا اور اچھی ذات پات ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَبْطَاَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ (رواہ مسلم)

یعنی مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس کے عمل نے دیر کی اس کا نسب جلدی سے اسے جنت میں نہ پہنچائے گا یعنی عمل نہ ہونے کی صورت میں نسب کچھ کام نہ آئے گا۔

طبرانی نے کبیر میں حضرت اسمٰعیل بن ... رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو لوگ جمع ہو کر خدائے تعالیٰ کا کلام ایک دوسرے کو تعلیم کرتے ہیں وہ لوگ خدا تعالیٰ کے مہمان ہوتے ہیں اور وہاں سے اٹھتے تک یا اور کسی بات میں مشغول ہونے تک فرشتے انہیں ڈھانکے رہتے ہیں اور جو عالم سیکھنے کی طلب میں نکلے' اس ڈر سے کہ ایسا نہ ہو علم مفقود ہو جائے یا اس کے لکھنے کی تلاش میں بایں خوف کہ ایسا نہ ہو علم مٹ کر نابود ہو جائے تو وہ اس غازی جیسا ہے جو خدا کے راستہ میں چلتا ہے اور جس شخص کا عمل اس سے دیر اور تاخیر کرتا ہے' اس کا نسب اس کیلئے عجلت نہیں کرتا۔ یعنی عمل نہ ہو تو محض نسب سے کام نہیں چلتا۔

مردود علم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پناہ مانگنا

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس علم سے جو فائدہ مند نہ ہو پناہ مانگتے ہیں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّايَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّايُسْتَجَابُ لَهَا (رواه المسلم والترمذی والنسائی) یعنی صحیح مسلم' ترمذی اور نسائی میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّايَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّايَخْشَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَّايُسْتَجَابُ لَهَا یعنی اے اللہ میں اس علم سے جو فائدہ مند نہ ہو اور اس دل سے جو خوف نہ کرتا ہو۔ اور اس نفس سے جو سیر نہ ہوتا ہو اور اس دعا سے جو قبول نہ ہو پناہ مانگتا ہوں۔ (یہ حدیث مشکوٰۃ باب الاستعاذہ کی

دوسری فصل میں ہے)

زمانہ کی نازک حالت اور بے دینی اور بے عملی کا رواج

آج کل زمانہ کی ایسی نازک حالت ہوگئی ہے کہ چاروں طرف بدمذہبی اور بے دینی کا رواج ہوگیا ہے' یہی دور قرب قیامت کا آثار ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُوْشِكُ اَنْ يَّاْتِيَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ' وَلَا يَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ' مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِيَ خَرَابٌ مِنَ الْهُدٰی عُلَمَاؤُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ (رواہ البیہقی) یعنی بیہقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسلام سے باقی نہ رہے گا مگر نام اس کا (یعنی علم تو رہے گا مگر عمل نہیں ہوگا) اور قرآن مجید سے باقی نہ رہے گا مگر نشان اس کا۔ (یعنی صرف الفاظ و عبارات پڑھیں گے مگر معنوں کی طرف غور نہیں ہوگا)۔ ان کی مسجدیں آباد ہوں گی مگر درحقیقت ہدایت کے نہ ہونے سے اجاڑ ہوں گی۔ (یعنی لوگ وہاں دنیا کی غرض کیلئے جمع ہوں گے نہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور درس و تدریس کو) ان کے علماء بدترین خلائق زیر آسمان ہیں' ان کے ہی پاس سے فتنہ ظاہر ہوگا (یعنی ہر طرح کی دین اور دنیا کی خرابی ان کی ذات سے پیدا ہوگی کیونکہ انہوں نے اپنے طریق کو چھوڑ کر ظالموں کی مدد سے شرارت اختیار کی' ان کے برے چلن سے تمام خلق گمراہ ہوئی) اور ان کی ہی طرف وہ فتنہ و فساد پلٹے گا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم تیسری فصل) (یعنی ان کی بدنیتی اور بدباطنی سے وہی فساد اور ظلم اور گمراہی ان پر پڑے گی یعنی ان کی بیخ اور بنیاد اللہ تعالیٰ ظالموں کے ہاتھ کھدوا ڈالے گا اور ان کو دین و دنیا میں ذلیل اور رسوا بنا دے گا۔ جیسے مثل مشہور

ہے کہ جو کوئی اللہ کی خلقت کو آزار دے کر اس کا نقصان چاہ کر کسی مخلوق کے دل کو خوش کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس مخلوق کو ظالم کے ہاتھ سے اس کی سزا دلاتا ہے اور بے عزت کرواتا ہے) غرض اس حدیث شریف کا مضمون اس زمانے میں موجود ہے۔ عیاں راچہ بیاں۔ آنکھ ہو تو دیکھو۔ کان ہو تو سنو۔ اللہ تعالیٰ ایسے گمراہ اور چال باز عالموں کی صحبت سے مومنوں کو دور رکھے اور ان کی گمراہی کے پھندے سے بیچارے سیدھے سادھے مسلمانوں کو بچائے اور صراط مستقیم پر قائم رکھے اور نیک عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

جھوٹی اور وضعی حدیث کے بنانے کا عذاب

آج کل یہ مرض عام طور پر پھیل گئی ہے کہ وضعی احادیث اور غلط روایات بیان کی جاتی ہیں جس کی سخت ممانعت احادیث صحیحہ میں آئی ہے۔ عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى اَحَدٍ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (رواہ مسلم) یعنی صحیح مسلم میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ پر جھوٹ بولنا اور لوگوں پر جھوٹ بولنے کا سا نہیں ہے جس نے مجھ پر جان کر جھوٹ بولا اسے چاہیے کہ اپنی جگہ دوزخ میں دیکھ لے۔

اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ یعنی مسند ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا۔ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔ (اسی مفہوم کی حادیث مشکوٰۃ کتاب العلم میں بھی ہیں)

مسلمانوں کو ان احادیث صحیحہ پر غور کرنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ آج کل کے گمراہ فرقے جس قدر وضعی احادیث اور من گھڑت تفسیر قرآن بیان کرتے ہیں' وہ سب کے سب دوزخ کا ایندھن ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان عیاروں اور دھوکے بازوں سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین ثم آمین

انگریزی خواں اور علمائے اسلام

انگریزی خوانوں کی غلط فہمی

افسوس صد افسوس کہ اس زمانہ خسارت نشانہ میں سلف صالحین کے معتقدات اور معمولات کو باطل اور ناراست بتایا جاتا ہے اور خود ایجاد کردہ راہ و رسم کو راست مانا جاتا ہے۔ خواہشات نفسانی اور وساوس شیطانی کی اس قدر پیروی ہے کہ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ قرآن مجید اور احادیث نبویہ اور اجماع امت جو اصل اور مدار اسلام ہے' اس کی وقعت نہیں کی جاتی' ان کے مقاصد کو اپنی خواہش کے مطابق بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی ترمیم اور تکمیل بھی ہونی چاہیے۔ علمائے کرام اور صلحائے عظام جو ان کے معانی کو سمجھنے والے ہیں اور ان کے مطابق عمل کرنے والے ہیں' ان کو حقارت اور خسارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ان کو مفسد اور فتنہ انداز قرار دیا جاتا ہے۔ ان کی تحقیق اور تنقیح مسائل کو نفاق اور شیطان اخرس کی طرح چپ چاپ رہنے کو اتفاق تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے ذریعے سے اسلام ہم تک پہنچا اور رسومات اسلامی کا پتہ لگا۔ دنیا داروں کو جو شب و روز دنیا کے حاصل کرنے میں مصروف رہتے ہیں ان کو اس قدر کہاں فرصت کہ وہ اپنے مذہب کے معمولات اور دستور العمل کو غیر مذاہب سے پرکھیں اور ان

پرواقفی حاصل کریں۔ یہی علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہ اور صلحائے عظام ہیں جو اپنے عزیز اوقات کو صدق و کذب درست اور نادرست سے تمیز کر کے ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وعظ و نصیحت سنا کر اس طرف توجہ دلاتے ہیں۔ اگر یہ فرقہ نہ ہوتو اسلام کا نام ونشان ہی زمین پر نہ رہے۔ انہیں لوگوں کے وجود موجب ترقی اور ان کی تحقیر باعث تنزل ہے۔

خداشناسی کا طریقہ

اگر کوئی شخص دنیاوی تعلیم میں اعلیٰ درجہ کی تعلیم حاصل کرے۔ مثلاً بی اے ایم اے یا ایل ایل بی۔ یا ایل ایل ڈی وغیرہ وغیرہ ڈگریاں حاصل کرے مگر خداشناسی اور خدادانی کی راہ سے بالکل ناواقف اور لاعلم ہے بلکہ جہاں تک ظاہری علوم میں ترقی کرتا ہے۔ اسی قدر اس کو خدا کی شناخت اور علوم الٰہیہ میں پیچیدگیاں پڑتی جائیں گی۔ جب تک کسی رہبر کامل کی ہدایت سے ہدایت یاب ہوگا تب تک ان مشکلات سے جو راہ میں پیش آنے والی ہیں عقدہ کشائی نہ ہوگی۔ جس کی اصل منبع کلام ربانی اور وحی حقانی ہے اس کا پڑھنا ہم پر فرض ہے اسی کے حاصل ہونے سے ابوالبشر آدم علیہ السلام خلافت کے انعام واکرام سے مشرف کئے گئے اور اشرف المخلوقات کے لقب سے ممتاز کئے گئے۔ سب نبیوں اور مرسلوں کی تعلیم کا مجموعہ قرآن مجید اور فرقان حمید ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا اور جہاں تک بنظر غائر اس کلام پاک میں دیکھا جاتا ہے جمیع علوم کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْہَامُ الرِّجَالِ

اس لئے افضل عبادات بعد الفرائض قرآن مجید کی تلاوت ہی قرار دی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ ایک ایک حرف پڑھنے کے بدلے دس دس نیکیاں ملتی ہیں

اور نماز میں پچیس نیکیاں۔ قرآن مجید قیامت کے روز اس کے پڑھنے والے کیلئے شفیع ہوگا۔

اسلامی تعلیم پر دنیاوی تعلیم کو فوقیت اور عزت دی جاتی ہے اور اس کی طرف توجہ ہرگز نہیں کی جاتی اور نہ دلائی جاتی ہے۔ علم دین ایک نعمت عظمٰی ہے جس کا شکریہ انسان ضعیف البنیان ادا نہیں کرسکتا۔ کمتر اس کا رتبہ یہ ہے کہ جب کوئی طالب علم علم دین سیکھنے کیلئے گھر سے نکلتا ہے تو فرشتے اس کے تلووں کے نیچے پر بچھا دیتے ہیں' اور یہی علم ہے جس کی نسبت یہ مقولہ مقبولہ کہا گیا ہے۔ اَلْعَالِمُ مَوْتٰی اَلْعِلْمُ اَحْیَاءٌ یعنی دینی عالم زندہ ہیں باقی سب لوگ مردہ ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ زندگی کا مدار روح پر اور روح کا مدار غذا پر ہے۔ اگر روح کو غذا نہ ملے اور قطعاً بند کی جائے تو جب تک اس میں غذا حاصل کردہ کا اثر باقی ہے تب تک تو طاقت ہے اور پھر رفتہ رفتہ کمزور ہوتا جائے گا حتیٰ کہ ایک دن مردہ ہو جائے گا۔ چونکہ اس کے مناسب کی غذا جو ہے وہ علم ربانی ہے نہ دنیاوی۔ جہاں کہیں قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں فضیلت علم بیان کی گئی' وہاں یہی علم مراد ہے جو موصول الی اللہ ہے اور وہ علم علم فقہ اور تفسیر اور حدیث ہے۔

علم دیں فقہ است و قرآن و حدیث | ہر کہ خواند غیر زیں گرد و خبیث

حصول علم میں غفلت

رسول اللہ ﷺ کا تو یہ حکم ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ یعنی ہر ایک مسلمان مرد اور عورت پر علم کا طلب کرنا فرض ہے لیکن ہم مسلمان اس کی طلب سے کوسوں بھاگ رہے ہیں اور بجائے اس کے دنیاوی علم کے حاصل کرنے میں سخت کوشش اور سعی بلیغ کر رہے ہیں۔ چنانچہ نقشہ دنیا تو از بریاد ہے مگر اس کلام ربانی کی ایک چھوٹی سی چھوٹی سورہ تک بھی یاد نہیں جو جزو

عبادت ہے۔ تاریخ ہند اور تاریخ یورپ وغیرہ تو نوک زبان ہے مگر دینی مسائل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے محض ناآشنا ہیں۔ قوانین اور ضوابط اور سکولوں اور کالجوں کے کورس حرز جان ہیں مگر اسلامی کورس نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے جو مکلف روح وابدان کا فرمان ہے بالکل بے پروا ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ تو ملانوں کا طریقہ کہا جاتا ہے مگر گڈ مارننگ جنٹلمینوں میں محبت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ دیسی یا اسلامی لباس تو باعث شرم ہے مگر کوٹ پتلون وغیرہ موجب حشم ہے۔ استغفار کی بجائے فونوگراف کے ترانے اور ناولوں کے فسانے اور عشقیہ مضامین کے پڑھنے کے شوقین ہیں۔

اتباع شریعت کے بغیر ترقی نہیں ہوسکتی

غرض میرا اس سے یہ مقصد نہیں ہے کہ دنیا کو بالکل چھوڑ دو یا اس کی تعلیم کو حاصل نہ کرو بلکہ مقصود یہ ہے کہ دین اور دنیا دونوں کو باہم جمع کرو لیکن دینی تعلیم کو دنیوی تعلیم سے مقدم رکھو۔

مسلمانو! تمہاری ترقی فقط اتباع شریعت پر موقوف ہے۔ تمہاری قوم کا قوام شریعت اسلام ہے۔ تمہارے اسلاف نے جو جو ترقیاں کیں وہ صرف اتباع شریعت سے کیں، پس جب تک شریعت کی پابندی نہ کی جائے، آپ ہرگز ترقی نہیں کر سکتے۔

لہٰذا ہم مسلمانوں خصوصاً ہمارے نوجوانوں کیلئے جو سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پاتے ہیں علماء کی از حد ضرورت ہے۔ تم پر فرض ہے کہ طلباء دین کی مدد کیا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ علمائے شریعت تم میں سے مفقود ہو جائیں اور پھر تم پر جہالت کی تاریکی چھا جائے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کتاب العلم کی پہلی فصل میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا یَنْتَزِعُہٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰکِنْ یَقْبِضُ الْعُلَمَاءَ حَتّٰی اِذَا لَمْ یُبْقِ

عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا (رواہ الصحیحین) یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہ اٹھائے گا کہ بندوں سے اسے نکال لے بلکہ علماء کو اٹھالے گا یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہ رکھے گا تو لوگ سردار جاہل پکڑیں گے۔ پس وہ مسئلے پوچھے جائیں گے اور بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔

مسلمانو! نہیں ہے بے سبب دنیا کو حیرانی کہ اپنی آبرو پر پھر رہا ہے آج کل پانی
نہ وہ اسلاف کا ہم میں رہا ہے علم و فن باقی عوض اسکے ہے چھایا ہم پہ ابرجہل و نادانی
نہ وہ تلوار کی ہے دھاک باقی قلب دشمن پر کہاں وہ تاج شاہی ہے کہاں تخت سلیمانی
حکومت کی ہماری دھاک بیٹھی تھی زمانے میں ہر اک اسلام کا افسر تھا عالم گیر کا ثانی
کہاں حکمت ہے وہ باقی کہاں وہ فلسفہ باقی ریاضی ہے کہاں وہ اور کدھر ہے طب یونانی
کہاں ہیں مدرسوں میں اب وہ صرف ونحو کے چرچے جہالت سے معانی کو کہا کرتے ہیں اب مانی
بدیعی ہیں کہاں اور اب بیانی ہیں کہاں باقی کہاں منطق کی اب باقی رہی ہے بحث طولانی
کہاں رمال ہیں ویسے کہاں ویسے منجم ہیں کہاں ہیں فال کے موجد کہاں ہیں جفر کے بانی
کہاں نثر مسجع اور مقفی کی وہ رنگینی کہاں نظم مسلسل کی رہی وہ گوہر افشانی
کہاں ہمت کہاں جرأت کہاں دولت کہاں حشمت تجارت کے بنے بیٹھے ہیں کیسے دشمن جانی
نہیں واقف ہزاروں میں کوئی علم فلاحت سے فقط کہتے ہیں یا رب خوب سا برسادے تو پانی
کہاں تقریر پرتاثیر اور لکچر کہاں ویسے لگی ہے عالموں کے منہ پہ کیا مہر سلیمانی
فقط اب وعظ میں باقی ہے اک مضمون سخاوت کا جو ملا ہیں انہیں اک یاد ہے روٹی کا کھانی
نفاق اب پھیلتا ہے اپنی قوم میں بے حد مسلمان ہیں مسلمانوں کے دل سے دشمن جانی
حسد کا بغض کا کینے کا اب دل ہوگیا مسکن دماغوں میں رعونت ہے سروں میں خبط و نادانی
شراب اور کوٹ اور پتلون پر جامے سے ہیں باہر جو پہنیں بوٹ تو ہو قیمتی چمڑا ہو جاپانی
نہ کھانا گھر میں ہو کچھ بھی مگر میز اور کرسی ہو پے تفریح سیکل ہو۔ چھنا فلٹر کا ہو پانی
چھڑی ہو بید کی عمدہ گھڑی ہو اک کلائی پر عوض دربان کے بل ڈاگ کی ہو درپہ دربانی
چرٹ منہ میں کھلا سر ہو نیا فیشن ہو بالوں کا بڑھی مونچھیں صفا ڈاڑھی سراسر شکل شیطانی
نہیں اندھے مگر عینک ہوئی ہے داخل فیشن بصارت کی ہوئی اس پردۂ غفلت سے حیرانی
سائیکس اک ہوفن ہو اور موٹر کار بھی گھر میں مکان بھی ہیئۂ و آلات سے ہو خوب نورانی

بجائے آب سوڈا ہو عوض شربت کے ہولنڈ یہی اک شیر مادر ہے یہی زمزم کا ہے پانی
ملے گر سوپ تو دونوں جہاں کی مل گئی نعمت جو مل جائے کوئی بسکٹ نہیں درکار بریانی
بہت سے رسم پردہ بھی اٹھانے کو ہیں آمادہ زن و ہمشیر کے ہمراہ سیکھی ہے ہوا کھانی
نہ دوزخ کا انہیں کھٹکا نہ جنت کی انہیں خواہش بنے ہیں پورے نیچر بندۂ لذات نفسانی
معاذ اللہ یہ وہ ہیں جو خدا کے بھی نہیں قائل عبادت بھی ہے گویا ان کے حق میں کار نادانی
جو کی تقلید یورپ کی تو ہم نے اس طرح کی ہے لٹی دولت بنے جاہل ہوئی حاصل پریشانی
رہا کچھ بھی نہ جب باقی تو اب ہم منہ کو تکتے ہیں اڑا کر لے گئے جوہر ہمارے سارے نصرانی
نہ سوچا ہم نے کیا ہوگا نتیجہ اپنی غفلت کا چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی
نکل کر علم کا دریا عرب سے پہنچا یورپ میں وہیں ہر علم کے پیاسے کو مل جاتا ہے اب پانی
کرو کوشش مسلمانو کہ اب بھی وقت ہے باقی خداوند دو عالم دور کر دے گا پریشانی
ابھر آئیں گے اب بھی سینکڑوں خاک مذلت میں چھپے ان کنکروں میں اب بھی ہیں لعل بدخشانی
کرو وہ کام دنیا میں رہے نام و نشاں باقی اگرچہ چند روزہ ہے یہ سارا عالم فانی
خدا چاہے تو پلٹے گی ضرور اس قوم کی کایا کہاں تک اس رذی حالت میں ہوگی مرثیہ خوانی
کہا ہے مختصر میں نے بہت کچھ دل میں تھا مضموں کہ باقی رات تھوڑی سی یہ قصہ ہے طولانی

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

علقمہ بن سعید بن عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ پڑھ کر چند مسلمانوں کے گروہ کی تعریف بیان فرمائی پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے ہمسائیوں کو نہ سمجھاتے اور نہ تعلیم دیتے اور نہ اچھے کاموں کا حکم کرتے اور نہ برے کاموں سے روکتے ہیں اور ان لوگوں کا کیا حال ہے جو اپنے ہمسائیوں سے نہ سیکھتے' نہ دین کی باتوں کی سمجھ پیدا کرتے اور نہ ان کی پند سے اثر پذیر ہوتے ہیں۔ خدا کی قسم۔ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے ہمسائیوں کو تعلیم کریں اور سمجھائیں اور انہیں پند و نصیحت کریں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں۔ اور لوگوں کو چاہیے کہ اپنے ہمسائیوں سے سیکھیں اور سمجھیں اور پند و نصیحت حاصل کریں۔ یا بہت جلد عذاب آئے گا۔ جب منبر سے اترے تو لوگوں نے سوال کیا۔ آپ کا یہ خیال ہم میں سے

کن لوگوں کی طرف ہے۔ فرمایا۔ قبیلہ اشعریین کی طرف۔ جب یہ خبر اشعریین کو پہنچی تو انہوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ آپ نے لوگوں کو بھلائی سے یاد فرمایا اور ہمیں برائی سے' ہمارا کیا حال ہے۔ فرمایا۔ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے پڑوسیوں سے سیکھیں اور پند و نصیحت کی باتیں اور تفقہ حاصل کریں یا دنیا ہی میں ان پر بہت جلد عذاب آئے گا۔ انہوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ کیا ہم اوروں کو سمجھائیں۔ تب بھی آپ نے یہی فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا ہمیں ایک سال کی مہلت دیجئے۔ تو آپ نے سکھانے اور تعلیم کرنے اور نصیحت کرنے کی غرض سے ایک سال کی مہلت دی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ بنی اسرائیل میں سے لوگ منکر ہیں' وہ عیسیٰ بن مریم اور داؤد علیہما السلام کی بددعا سے ملعون ہو چکے ہیں۔

اہل وعیال کو تعلیم نہ دینے کا نتیجہ

حدیث صحیح میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کے دن جو چیز مرد کے آگے آئے گی اس کے اہل وعیال ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا کریں گے اور اس کے اہل وعیال کہیں گے کہ بار خدایا اس سے ہمارا حق لے کہ اس نے ہم کو احکام دین کی تعلیم نہیں کی اور ہم کو مال حرام کھلایا جس کو ہم نہیں جانتے تھے۔ ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ اَجْهَلَ اَهْلَهٗ' یعنی قیامت کے دن آدمی کیلئے جہالت سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ ہوگا یعنی اپنے اہل وعیال کو تعلیم علم دین نہ کرے گا اور وہ جاہل رہیں گے تو یہ ولی کے حق میں بڑا گناہ ہے۔

حدیث شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک ایسا بندہ ہوگا جس کی نیکیاں پہاڑوں کے برابر ہوں گی۔ پھر اس سے اہل

وعیال کے حقوق اور کسب مال کی بابت سوال کیا جائے گا۔ پس اس مطالبہ میں اس کی سب نیکیاں جاتی رہیں گی۔ اس وقت فرشتے فریاد کریں گے کہ یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں اہل وعیال لے گئے۔

اس موقعہ پر مجھے یہ بات بھی بیان کرنی ضروری ہے کہ لڑکوں کی تعلیم کی بابت اس کے باپ یا ولی ہی سے مواخذہ ہوگا مگر لڑکی کی تعلیم کی بابت چار شخص مواخذہ میں پڑیں گے یعنی باپ' بھائی' خاوند اور لڑکا۔ اور قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ سے خطاب ہوگا کہ تم لوگ تو اس سے بہت قریب تھے تم نے اس کو علم شریعت کیوں نہیں پڑھایا۔ پس ان الزاموں سے بچ کر مفاد دارین کا یہی عمدہ سبب ہے کہ اپنی اولاد کو علم دین پڑھائیں اور آج کل کے رواجی علوم کے حاصل کرنے سے پہلے ان کو گھر میں دینی تعلیم ضرور دیں۔ کم سے کم ترجمہ قرآن مجید اور چند فقہ واحادیث کی کتابیں ضرور پڑھا کہ مدرسہ وغیرہ میں داخل کریں۔ پھر انشاء اللہ وہ لڑکے بڑے دیندار اور پابند صوم وصلوٰۃ اور ماں باپ کے تابعدار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایسی نیک سمجھ عطا فرمائے تا کہ وہ اپنے بچوں کو کوئی اور شغل شروع کرنے سے پہلے دینی تعلیم دلوانے کے عادی ہو جائیں۔

مفروضہ علم

صاحبو! علم کا پڑھنا ہر ایک مسلمان پر فرض و واجب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ (مشکوٰۃ کتاب العلم ومسند ابی حنیفہ کتاب العلم) یعنی مسند ابوحنیفہ اور مشکوٰۃ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "علم کا سیکھنا ہر ایک مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر

فرض ہے"۔

پس اس حدیث میں علم سے مراد علم حال ہے یعنی جو امر پیش آئے اس کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ مثلاً جب آدمی مسلمان ہوا تو اس پر صانع جل جلالہ کی معرفت اور نبوت رسول کا جاننا اور ان چیزوں کا علم جن کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا واجب ہوا۔ جب نماز کا وقت آیا تو احکام نماز کا علم سیکھنا واجب ہوا۔ جب رمضان شریف آیا تو احکام صوم کا علم ضروری ہے۔ جب مالک نصاب ہوا تو احکام زکوٰۃ کا جاننا لازم ہوا۔ جب نکاح کیا تو حیض و نفاس اور طلاق وغیرہ کے مسائل کا سیکھنا واجب ہوا۔ جب بیع و شرا کرنے لگے تو اس کے مسائل کی واقفیت واجب ہوئی۔ اسی طرح احوال قلب (توکل۔ رضا۔ صبر۔ شکر وغیرہ) کا علم ضروری ہے۔

غرض علم احال کا سیکھنا فرض عین ہے۔ اگر کوئی نہ سیکھے گا تو سخت گنہگار ہوگا مگر جو علم مایحتاج الیہ سے زاید دوسروں کے نفع کیلئے ہو اس کا سیکھنا فرض کفایہ ہے۔ اگر شہر میں بعض لوگ اس فرض کو ادا کریں گے تو باقیوں کے ذمے سے ساقط ہو جائے گا' اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو تمام گنہگار ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران ع ۱۱ پ ۴ آیت نمبر ۱۰۴ میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یعنی اور تم میں رہنا چاہیے ایک ایسا گروہ جو بلاتے رہیں نیک کام کی جانب اور حکم کرتے رہیں اچھے کاموں کا اور منع کرتے رہیں برے کاموں سے اور یہی لوگ اپنی مراد کو پہنچیں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہمیشہ ان میں ایک گروہ ایسا رہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا رہے اسی کا نام فرض کفایہ ہے۔

سورہ توبہ ع ۱۵ پ ۱۱ آیت نمبر ۱۲۲ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا كَانَ

الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ یعنی اور یہ ٹھیک نہیں کہ مسلمان سب کے سب نکل کھڑے ہوں۔ پھر کیوں نہ نکلے ان کی ہر جماعت میں سے چند لوگ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور ڈرائیں اپنی قوم کو جب لوٹ آئیں ان کی جانب شاید وہ بچتے رہیں۔ یعنی جہاد اور طلب علم دونوں فرض کفایہ ہیں اس لئے ہر جماعت میں سے چند آدمی جہاد کو نکلیں اور چند رسول کی خدمت میں علم سیکھیں تا کہ جب مجاہدین واپس آئیں تو یہ علمی مسائل ان کو بھی سکھلائیں۔ اس صورت میں جہاد اصغر یعنی کفار سے لڑنا اور جہاد اکبر یعنی ریاضت کرنا' علم سیکھنا' اپنی جانیں' دماغ' قلب' اللہ کے راستے میں خرچ کرنا دونوں باقی رہیں گے۔

پس دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ دعوت الی الحق اور تفقہ فرض کفایہ ہے۔

اقسام علم مفروض

علم دین میں دو مرتبے ہیں۔ ایک فرض عین' دوسرا فرض کفایہ۔ اول فرض عین تو وہ ہے جس کی ضرورت واقع ہوئی ہو۔ مثلاً نماز سب پر فرض ہے اور اس کے احکام بھی جاننا سب پر فرض ہے۔ زکوٰۃ مالداروں پر فرض ہے' اس کے احکام جاننا بھی ان ہی پر فرض ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس جو حالت ہوتی جائے اس کے احکام کا سیکھنا فرض ہوتا جائے گا۔ دوسرا فرض کفایہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر جگہ ایک دو آدمی ایسے ہونے چاہئیں جو اہل بستی کی دینی ضرورتوں کو رفع کر سکیں اور مخالفین اسلام کے شبہات واعتراضات کا جواب دے سکیں۔

عوام کے لئے حصول علم دین کا سہل طریقہ

جو علم فرض عین ہے اس کیلئے عربی زبان کی تحصیل ضرور نہیں بلکہ فارسی یا

اُردو میں مسائل و عقائد کا سیکھ لینا کافی ہے۔لوگوں کو چاہیے کہ کم از کم اپنے بچوں کو اتنا علم دین سکھلا دیا کریں کہ دو چار نسلوں کے بعد شاید دین سے ایسی اجنبیت ہو جائے کہ دین و اسلام کے انتساب سے بھی عار آنے لگے۔ خدا کیلئے اس طوفان بے تمیزی کے روکنے کی فکر کرو۔ اگر کسی وجہ سے اُردو فارسی پڑھنا بھی ممکن نہ ہو تو علماء کی صحبت میں اپنے عقائد و مسائل کی تصحیح کرے اور اولاد کو بھی تاکید کرے کہ روزمرہ یا تیسرے چوتھے روز دس پندرہ منٹ کیلئے خوش عقیدہ متقی محقق عالم کی صحبت سے فیض اٹھایا کریں۔ صحبت کے عجیب منافع و برکات ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　گو نشیند در حضورِ اولیاء

یک زمانے صحبت با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اختلاف علم مفروضہ

حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ تحصیل علم ہر ایک مسلمان پر فرض ہے مگر اس میں یہ اختلاف ہے کہ اس علم سے کون سا علم مراد ہے۔ اہل کلام کہتے ہیں کہ یہ علم کلام ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ فقہاء کے نزدیک علم فقہ (مسائل عبادت و معاملات) کا پڑھنا واجب ہے کہ اس سے حلال و حرام میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ محدثین علم کتاب و سنت (تفسیر و حدیث) کو واجب کہتے ہیں کیونکہ یہ اصل علوم شرعی ہیں۔ حضرات صوفیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ دل کو دل کے احوال کا علم حاصل کرنا فرض ہے کہ بندہ کو خدا کی جانب راستہ دل کی بدولت ہے۔ غرض ہر فرقہ اپنے اپنے علم کی فضیلت و تعریف بیان کرتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ خاص ایک ہی علم فرض نہیں اور یہ سب علم بھی بالکلیہ واجب نہیں بلکہ اس مقام میں تفصیل ہے جس سے جھگڑا دور ہوتا ہے اور ہر گروہ کا قول بجائے خود موزوں و

مناسب نظر آتا ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی دوپہر سے پہلے مثلاً مسلمان ہوا اس وقت اس پر اسی قدر واجب ہوگا کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے معنی سمجھے اور جس طور سے کہ اہل اسلام کا اعتقاد ہے خود بھی حاصل کرے۔ خدا کو واحد جاننے میں دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ بلا دلیل یقین کر لینا اور اس کلمہ کے معنی مان لینا ضرور ہے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے صفات' رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور اس کی تصدیق' بہشت دوزخ کا اعتقاد' حشر ونشر کا ہونا بھی مانے۔ اور یہ بھی جانے کہ اس کا خالق خدائے مطلق ہے جو بصفات کاملہ موصوف ہے اور اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے۔ اپنے رسول کی زبانی احکام نازل فرمائے' اگر بندہ طاعت الٰہی میں مصروف رہے گا تو دولت سعادت پائے گا۔ اگر گناہ کے راستہ پر چلے گا تو مال کار خرابی ہے۔ اس قدر علم عقائد ہے۔

اس کے بعد دو علم اور بھی حاصل کرے۔ ایک علم دل کے متعلق ہے' دوسرا اعمال کے ساتھ متعلق ہے۔ قسم دوم یعنی جس کو اعمال سے تعلق ہے' دو طرح ہے۔ ایک کرنے کے قابل' دوسرا نہ کرنے کے قابل۔ جو اعمال کرنے کے ہیں' وہ یہ ہیں مثلاً ظہر کے وقت مسائل وضو سیکھنا' نماز کا طریقہ' ظہر میں کتنی رکعتیں فرض ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس جو اور امور مسنون ہیں' ان کا علم بھی مسنون ہے۔ اسی طرح عصر' مغرب اور عشاء کے وقت۔ جب نمازیں واجب ہوئیں تو ان کے ادا کرنے کا طریقہ بھی معلوم کرنا چاہیے۔ پھر ماہ رمضان کے آتے ہی مسائل روزے کے سیکھے۔ اگر مالدار ہے تو اس کو سال گزرنے پر زکوٰۃ کے مسئلے معلوم کرنے چاہئیں۔ حج واجب ہو تو اس کے مسائل معلوم کرے۔ غرض جو کام پیش آئے اس کے متعلق فرض و واجب معلوم کرنا فرض ہے۔ مثلاً نکاح کیا تو معلوم کرے کہ عورت کے حقوق مرد

پر کیا ہیں' حالت حیض میں عورت سے صحبت حرام ہے۔ یہ تو متعلق بعبادات ہے۔

اب اگر وہ شخص سوداگر ہے تو اس کو سود بیاج کے مسئلے سیکھنا واجب ہوا بلکہ خرید وفروخت کے سب مسئلے بخوبی معلوم کرنے چاہئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازاریوں کو درے مارتے اور فرماتے تھے کہ خرید وفروخت کے مسئلے سیکھ آؤ' پھر بازار میں خرید وفروخت کرو۔ اگر حجام' بزار ہے تو اس کے متعلق جو کام کرنا واجب ہے اس کو حاصل کرے۔ اور جو اعمال کرنے کے نہیں یعنی حرام ہیں وہ یہ ہیں کہ اگر مالدار ذی مقدرت ہے' اس کو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ریشمی کپڑا مرد کو حرام ہے۔ اگر شراب خواروں میں رہتا ہے تو شراب کی حرمت جاننا واجب ہے۔ کسی کا مال غصب کر لینا' کسی پر ظلم کرنا' نامحرم عورتوں میں نشست و برخاست رکھنا' بلاضرورت ان کے پاس آنا جانا' جو امور حرام ہیں ان سب کا سیکھنا' تاکہ حرام سے بچے۔ اسی طرح عورتوں کو جن باتوں کی ضرورت درپیش رہتی ہے جیسے حیض و نفاس' ان کے احکام انہیں کو سیکھنا واجب ہے مرد پر واجب نہیں۔ جو مردوں کے متعلق ہیں ان کا علم سیکھنا عورتوں پر واجب نہیں۔ یہ تمام مسائل جو تمثیلاً مذکور ہوئے علم فقہ کے ہیں۔

قسم اول متعلق بہ دل جس کو تصوف کہتے ہیں' یہ بھی دو جنس ہے۔ ایک تو وہ ہے جس کو خاص دل کے حالات سے تعلق ہے۔ دوسری متعلق باعتقادات۔ جنس اول یہ ہے۔ مثلاً جانے۔ حسد کرنا حرام ہے' کسی پر بدگمانی کرنا حرام ہے۔ اس قدر علم کلام و فقہ و تصوف فرض عین ہے' اس کا سیکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے' کسی فرد بشر کو اس سے گریز نہیں۔ اس سے زیادہ علم فقہ کے مسائل جیسے مسائل اجارہ' رہن وغیرہ سیکھنا ہر شخص کے ذمہ فرض عین نہیں۔

جنس دوسری متعلق باعتقاد یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کسی عقیدہ میں کچھ شک پیدا ہو تو اس کو واجب ہے کہ فوراً اس شک کو دل سے نکالے' علماء و فضلاء سے اپنی

تسلی کر لے ورنہ ایمان کا نقصان ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور خاص ایک قسم علم ضرور نہیں بلکہ جملہ اقسام علوم سے بقدر ضرورت مسائل سیکھنا فرض ہے' اسی واسطے طلب علم فرض ہے۔

جب یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ اقسام جملہ علوم سے بقدر ضرورت ہر مسلمان کو سیکھنا فرض ہے' اب اگر کوئی اپنی لاعلمی و جہالت سے کسی امر حرام کا مرتکب ہوا یا کسی فرض کو ترک کیا مثلاً حالت حیض میں اپنی عورت سے صحبت کی یا دیدہ و دانستہ فرض نماز فوت کی اور کہا کہ میں تو یہ باتیں نہ جانتا تھا' اس صورت میں وہ شخص معذور نہ ہوگا' قیامت میں اس سے کہا جائے گا کہ تو نے اس قدر علم کیوں نہ سیکھا۔ البتہ کوئی خاص مسئلہ نادر الوقوع پیش آیا اور اس میں غلطی کی تو امید ہے کہ عذر قبول ہو۔

جب معلوم ہوگیا کہ علم بتفصیل مذکورہ بالا ہر شخص پر فرض ہے اور جاہل اور لاعلم ہر وقت محل خطر میں ہے تو جاننا چاہیے کہ انسان کے حق میں علم سیکھنے سے بڑھ کر زیادہ موجب فضیلت دینی و دنیوی امر دیگر نہیں ہے۔

اقسام طالب علم

طالب علم چار طرح پر ہیں۔ اول صاحب دولت و مال۔ یہ شخص ضرور علم دین حاصل کرے' علم اس مال کا نگہبان ہوگا دنیا میں اس کی عزت علم کے سبب زیادہ ہوگی اور آخرت میں درجات جنت نصیب ہوں گے۔ دوسرا وہ شخص جس کے گذر اوقات کی کوئی آمدنی نہیں۔ دنیوی جاہ و عزت کچھ نہیں رکھتا مگر دولت قناعت سے مالا مال ہے۔ صبح سے شام تک جو میسر آیا کھا کر اپنا پیٹ بھرا نہ ملا تو فاقہ سے پڑا رہا' یہ شخص بھی علم پڑھے' اس شخص کو علم کی قدر آخرت میں معلوم ہوگی جبکہ درویش اہل اللہ مالداروں سے پانچ سو برس پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔

تیسرا وہ طالب علم جس کی گزر اوقات کو مال حلال بیت المال یا اور مسلمانوں سے ملتا رہتا ہے۔ اہل ثروت اس کے متکفل ہیں' اس کی خدمت کیا کرتے ہیں اور اس قدر اس کو مل جاتا ہے کہ اس کا ضروری خرچ اس آمدنی سے نکلتا رہتا ہے۔ یہ بھی بخوبی علوم دینی حاصل کر سکتا ہے اور اس کے حق میں طلب علم دنیا و دین کے سب کاموں سے بہتر ہے۔

چوتھا وہ شخص ہے کہ خود اس کے پاس کھانے پینے کو نہیں' علم حاصل کرنے سے تحصیل دنیا مقصود ہے۔ یہ شخص بغیر اس کے کہ سلطانی خزانہ سے اس کا کوئی وظیفہ مقرر نہ ہو اور اس کی ضروریات کے پورا ہونے کا کافی انتظام نہ ہو' طالب علمی سے قاصر ہے۔ اس کے حق میں اولیٰ یہ ہے کہ ضروری علم کے سوا اور کچھ حاصل کرنے کی فکر نہ کرے بلکہ دوسرا پیشہ اختیار کرے جس کے ذریعے سے معاش دنیوی حاصل کر سکے اگر دنیا کی طلب میں علم حاصل کرتا ہے تو یہ شخص پورا شیطان ہے۔ خدانخواستہ بعد تحصیل علم کے یہی نیت رہی تو عامہ خلائق اس کی پیروی سے گمراہ ہوگی۔ اس کو کیا ضروری ہے کہ علم کو آلہ تحصیل دنیا بنائے' دنیا کمانے کے تو اور بھی طریقے ہیں۔ ایسے عقلمند ذی علم جس قدر دنیا میں کم ہوں اچھا ہی ہے۔

اگر کوئی شخص کہے کہ جب اس شخص کو علم آجائے گا تو وہ علم ہی اس کا رہبر ہو کر خدا کی جانب لے جائے گا۔ اس وقت جو نیت فاسد ہے' یہ بھی درست ہو جائے گی کیونکہ بعض کا مقولہ ہے کہ ہم نے علم خدا کے واسطے نہیں سیکھا مگر وہ خود ہم کو خدا کی طرف لے گیا۔ جواب یہ ہے کہ جس علم کی یہ تعریف ہے وہ علم قرآن و حدیث' علم اسرار آخرت و حقائق شریعت ہے' وہ بیشک راہ حق پر ان کو لے جائیگا۔ بزرگان دین کا حال جدا ہے' ان کے باطن پاکیزہ تھے' حرص دنیا ان کو چھو نہ گئی تھی' محبت دنیا سے دور' اس کے لذات سے نفور تھے۔ آج کل کے علماء اور طلباء جو کچھ پڑھتے

پڑھاتے ہیں وہ علوم اکثر علم کلام کے مخالف ہوتے ہیں' بجز قصہ وکہانی کے کوئی نفع کی بات ان سے حاصل نہیں ہوتی۔ علمائے زمانہ اپنے علم کو جاہلوں کے پھانسنے کا جال بناتے ہیں۔ ایسے کی صحبت اور ان کی شاگردی کسی طالب علم کو راہ حق پر نہیں لے جاتی۔ غور کرنے سے اس کی تصدیق ہو جائے گی کہ یہ علمائے زمانہ علمائے دین ہیں یا نہیں۔ عام اشخاص کو ان کی پیروی مفید ہے یا مضر۔ اتفاقاً کسی جگہ ایسے بزرگ عالم نظر آ سکیں گے جو لباس تقویٰ سے آراستہ ہیں' علمائے سلف کے طریقہ پر علمی تعلیم ان کا شیوہ ہے' عوام کو دنیا کے فریب اور اس کے مکر سے ڈراتے ہیں' رات اور دن اپنا عزیز وقت نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں' ایسوں کی صحبت ہر شخص کو نفع رساں ہے۔ ان کی تعلیم کا ذکر ہی کیا صرف ان کی ملاقات ہی میں دونوں جہان کے فائدے ہیں اور جب کوئی بندۂ خدا خالصاً للہ علم دینی حاصل کرے اور وہ علم پڑھے جو اس کو مفید ہو۔ یہ اس کے حق میں سب ہنروں اور پیشوں سے بہتر ہے اس کو دنیا حقیر نظر آئے گی۔ آخرت کے کام اس کے نزدیک بڑے ہوں گے۔ دنیا داروں کی جہالت معلوم ہوگی کہ وہ آخرت چھوڑ کر فانی شے کے پیچھے پڑے ہیں۔ تکبر' حسد' خود بینی' خود پسندی' حرص' حب دنیا' حب جان و مال' ان کو خراب جانے گا' ان کا علاج ان کے دفعیہ کی ترکیب سے واقف ہوگا۔ الغرض علم بہ نیت دنیا اور بغرض تحصیل دنیا بالکل نقصان پہنچانے والا ہے اور آخرت کی نیت سے دونوں جہان میں مفید۔

علم کے سکھلانے والوں کو ثواب بیشمار ملنا

جو شخص کسی کو علم دین سکھلائے تو اس کو عمل کرنے والوں کا ثواب بغیر ان کی کمی کے ملے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ اَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ

عَلَّمَ عِلْمًا فَلَهٗ اَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهٖ لَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِ الْعَامِلِ شَيْءٌ (رواہ ابن ماجہ باب ثواب معلم الناس الخیرا) یعنی ابن ماجہ میں حضرت سہل بن معاذ بن انس رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے لوگوں کو علم سکھایا تو اسے عمل کرنے والوں کا ثواب ملے گا اور عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

ایک مسئلہ بتانے سے ساٹھ برس کی عبادت کا مستحق ہونا

جو شخص کسی کو نیک نیتی سے ایک مسئلہ بتلائے' اللہ تعالیٰ اس کو ساٹھ برس کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حصن الایمان میں ہے کہ حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دَرْسُ مَسْئَلَةٍ لِمَ تَقَعُ بَيْنَ النَّاسِ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً یعنی کسی کو ایک مسئلہ سکھلانا ساٹھ برس کی عبادت کے ثواب کے برابر ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

علم کو بیچنے کا عذاب

ہر ایک صاحب علم کو ضروری ہے کہ وہ دینی علم کو بلا طمع اور بغیر کسی قسم کے عوض کے سکھلائیں ورنہ وہ سخت عذاب میں گرفتار ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عُلَمَاءُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ رَجُلَانِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا فَبَذَلَهٗ لِلنَّاسِ وَلَمْ يَاْخُذْ عَلَيْهِ طَمَعًا وَلَمْ يَشْتَرِ بِهٖ ثَمَنًا فَذٰلِكَ تَسْتَغْفِرُ لَهٗ حِيْتَانُ الْبَحْرِ وَدَوَابُّ الْبَرِّ وَالطَّيْرُ فِيْ جَوِّ السَّمَاءِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا فَبَخِلَ بِهٖ عَنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَخَذَ عَلَيْهِ طَمَعًا وَشَرٰى ثَمَنًا فَذٰلِكَ يُلْجَمُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ وَيُنَادِيْ مُنَادٍ هٰذَا الَّذِيْ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا فَبَخِلَ بِهٖ عَنْ عِبَادِ اللّٰهِ وَاَخَذَ عَلَيْهِ طَمَعًا وَاشْتَرٰى بِهٖ ثَمَنًا وَكَذٰلِكَ حَتّٰى

یَفْرُغَ الْحِسَابَ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

یعنی طبرانی نے اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے علماء دو قسم کے ہوں گے۔ ایک تو وہ جسے خدائے تعالیٰ نے علم عنایت کیا اور وہ لوگوں کو بے طمع سکھاتا ہے اور اس کے دام نہیں لیتا۔ اس کیلئے دریا کی مچھلیاں' جنگل کے چارپائے جو آسمان کے اڑنے والے جانور مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جسے خدا تعالیٰ نے علم عنایت کیا اور وہ خدائے تعالیٰ کے بندوں سے بخل کرتا ہے' طمع میں گرفتار اور اسے داموں میں فروخت کرتا ہے۔ اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام دی جائے گی اور ایک پکارنے والا فرشتہ پکار کر کہے گا کہ یہ وہی شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم عنایت کیا تھا اور اس نے خدا کے بندوں سے بخل کیا اور اس کی طمع میں گرفتار رہ کر اس کو داموں سے فروخت کرتا رہا۔ حساب سے فارغ ہونے تک آگ کی لگام چڑھی رہے گی۔

مسئلہ نہ بتانے کا عذاب

ہر شخص کو یہ مسئلہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس صاحب علم یا صاحب باطن کو کوئی شرعی مسئلہ معلوم ہو اور ان سے کوئی شخص آ کر پوچھے' اس کو لازم ہے کہ وہ بلا حیل وحجت بتلا دے ورنہ وہ مستوجب سزا ہوگا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ عَلِمَهٗ ثُمَّ كَتَمَهٗ اُلْجِمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِلِجَامٍ مِّنْ نَّارٍ (رواہ احمد وابو داؤد والترمذی ورواہ ابن ماجہ) یعنی ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی کو اس علم سے جو وہ جانتا ہے پوچھا جائے اور وہ اسے چھپائے اور نہ بتلائے تو وہ دوزخ کی آگ کی لگام سے

لگام دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم دوسری فصل) یعنی ایک ایسا عالم ہے کہ دین کے مسئلے یاد ہیں اور ناواقف نے سوال کیا اور وہاں کوئی اور عالم نہیں ہے یا نہ بتانے کی کوئی اور معقول وجہ نہیں رکھتا' پھر اگر وہ سائل کو نہ بتادے تو البتہ وہ سزاوار عذاب ہوگا۔

نااہل کو علم سکھلانے کا حکم

نااہل کو نہ سکھلانے سے کوئی عذاب نہیں ہوگا بلکہ سخت ممانعت ہے۔ چنانچہ حدیث شریف ہے۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ اَهْلِهٖ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيْرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ (رواہ ابن ماجۃ باب فضل العلماء) یعنی ابن ماجہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نااہل کو علم سکھلانے والا ایسا ہے جیسا کہ خنزیر کے گلے میں جواہر' موتیوں اور سونے کا ہار پہنانے والا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم دوسری فصل)

علم کی خوبیاں

علم کی خوبی اور برکت کا کون اندازہ کون لگا سکتا ہے' یہ ایک بحرِ بے پایاں ہے۔ ہاں حدیث شریف میں اس کی کسی قدر تفصیل آئی ہے۔ وہ یہ ہے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ فَاِنَّ تَعَلُّمَهٗ لِلّٰهِ خَشْيَةٌ وَطَلَبَهٗ عِبَادَةٌ وَمُذَاكَرَتَهٗ تَسْبِيْحٌ وَالْبَحْثُ عَنْهُ جِهَادٌ وَتَعْلِيْمَهٗ لِمَنْ لَّا يَعْلَمُهٗ صَدَقَةٌ وَبَذْلَهٗ لِاَهْلِهٖ قُرْبَةٌ لِاَنَّهٗ مَعْلَمُ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ وَمَنَارُ سُبُلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَهُوَ الْاَنِيْسُ فِي الْوَحْشَةِ

وَالصَّاحِبُ فِي الْغُرْبَةِ وَالْمُحَدِّثُ فِي الْخَلْوَةِ وَالدَّلِيْلُ عَلَى السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالسِّلَاحُ عَلَى الْاَعْدَاءِ وَالزَّيْنُ عِنْدَ الْاَخِلَّاءِ يَرْفَعُ اللّٰهُ بِهٖ اَقْوَامًا فَيَجْعَلُهُمْ فِي الْخَيْرِ قَادَةً قَائِمَةً تُقْتَصُّ اٰثَارُهُمْ وَيُقْتَدٰى بِفِعَالِهِمْ وَيُنْتَهٰى اِلٰى رَاْيِهِمْ تَرْغَبُ الْمَلٰئِكَةُ فِي خُلَّتِهِمْ وَبِاَجْنِحَتِهَا تَمْسَحُهُمْ وَيَسْتَغْفِرُلَهُمْ كُلُّ رَطْبٍ وَيَابِسٍ وَحِيْتَانُ الْبَحْرِ وَهَوَامُّهٗ وَسِبَاعُ الْبَرِّ وَاَنْعَامُهٗ لِاَنَّ الْعِلْمَ حَيَاةُ الْقُلُوْبِ مِنَ الْجَهْلِ وَمَصَابِيْحُ الْاَبْصَارِ مِنَ الظُّلَمِ يَبْلُغُ الْعَبْدُ بِالْعِلْمِ مَنَازِلَ الْاَخْيَارِ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰى فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَلتَّفَكُّرُ فِيْهِ يَعْدِلُ الصوام ومدارسته تعدل الْقِيَامَ بِهٖ تُوْصَلُ الْاَرْحَامُ وَبِهٖ يُعْرَفُ الْحَلَالُ مِنَ الْحَرَامِ وَهُوَ اِمَامُ الْعَمَلِ وَالْعَمَلُ تَابِعُهٗ يُلْهَمُهُ السُّعَدَاءُ وَيُحْرَمُهُ الْاَشْقِيَاءُ (رواہ عبدالبر النمری فی کتاب العلم، ترغیب وترھیب ج ۱ص ۹۴، ۹۵)

یعنی ترغیب ترہیب میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علم حاصل کیا کرو کیوں کہ خدا کیلئے علم سیکھنا خشیت کا باعث ہے اور اس کی طلب عبادت ہے اور باہم یاد کرنا قائم مقام تسبیح ہے، اس میں بحث کرنی قائم مقام جہاد ہے۔ نہ جاننے والے کو سکھانا ایک قسم کا صدقہ ہے، اور اپنے اہل وعیال میں صرف کرنا قرب خداوندی کا باعث ہے۔ کیونکہ علم ہی حلال وحرام اور جنت والوں کے طریقوں کا نشان ہے اور علم ہی وحشت میں انیس و ہمدم اور مسافرت میں ساتھی اور تنہائی میں بات چیت کرنے والا ہے۔ خوشی وتکلیف میں غم خوار دشمن کے مقابلہ میں ہتھیار دوستوں میں زینت کا باعث ہے۔ اس کے سبب اللہ تعالیٰ لوگوں کا درجہ بلند کر کے انہیں نیکی کی طرف کھینچنے والا بنا دے گا۔ لوگ علم والوں کے قدم بقدم چلیں گے، ان کے فعل کی تابعداری کریں گے اور انہیں کی طرف انتہا ہوگی۔ فرشتے ان کی دوستی کی رغبت کریں گے، اپنے پروں سے ان کے

بدنوں کو چھوئیں گے اور کل خشک و تر اور دریا کی مچھلیاں اور اس کے حشرات اور جنگل کے درندے چارپائے ان کی بخشش کی دعا کریں گے کیونکہ علم دلوں کی زندگی ہے جہالت سے اور چراغ بینائی ہے تاریکی سے۔ بندہ علم ہی کے سبب اخیار کے مرتبے کو پہنچتا ہے اور دین و دنیا کے بلند درجے حاصل کرتا ہے۔ اس میں غور کرنا روزوں کے برابر ہے اور درس و تدریس کرنا رات کے قیام کے برابر اسی کے سبب صلہ رحمی کا طور معلوم ہوتا ہے اسی سے حلال وحرام کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ علم ہی عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع۔ نیک ہی لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم کیے جاتے ہیں۔ وَلَنِعْمَ مَا قِیْلَ

علم ہی ہے باعث عزو وقار — علم سے ہے انسان کا اعتبار
علم کی دولت ہے ایسی لازوال — کوئی لے چوری سے اس کو کیا مجال
یہ بڑھائے عشرت و آرام کو — لائے یہ قابو میں خاص و عام کو
عاقلوں کا یہ قول ہے اے عزیز — علم سے بہتر نہیں ہے کوئی چیز
علم ہی ہے ہر جگہ پر یار غار — کون ہے اس کے برابر غمگسار
ہے سفر میں دافع وحشت یہی — ہے حضر میں موجب راحت یہی
جو کہ علم و فضل سے ہیں بہرہ ور — فرض ہے تعظیم ان کی شان پر
کرتے ہیں جاہل سے نفرت ہوشیار — اس کا ہوتا ہے حیوانوں میں شمار

حصول علم کی تاکید

دینی علم کے حاصل کرنے کیلئے شرع شریف میں سخت تاکید آئی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف صحیح میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بَيْنَ اَيْدِيكُمْ نَارٌ تَحْرِقُوْنَ اَوْ بَحْرٌ تَغْرِقُوْنَ

یعنی علم کو طلب کرو اگرچہ تمہارے آگے آگ جلانے والی اور دریا غرق کرنے والا

ہو۔ خلاصہ مطلب حدیث شریف کا یہ ہے کہ اگر کسی کو معلوم ہو کہ فلاں مقام پر علم کا خوب چرچا ہے اور وہاں جانے سے علم حاصل ہوگا تو اگرچہ اس راہ میں آگ جلانے والی اور دریا غرق کرنے والا ہو تو ہرگز اس سے خوف نہ کریں اور جس طرح سے ہو سکے اس مقام پر پہنچ کر طلب علم میں مشغول ہو۔

ایک اور حدیث شریف میں اس طرح مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ

یعنی تم علم کو گہوارے میں جھولنے کے وقت سے قبر میں پڑنے تک طلب کرو۔ یعنی پیدا ہونے کے وقت سے لے کر مرتے دم تک حصول علم میں مشغول رہنا چاہیے۔

حصول علم کا فائدہ

علم ایک ایسی چیز ہے کہ اگر اسے پورے طور پر حاصل کیا جائے یا نہ بھی کیا جا سکے تو بھی اس کے بڑے بڑے فائدے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ طَلَبَ عِلْمًا فَاَدْرَكَهٗ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ كِفْلَيْنِ مِنَ الْاَجْرِ وَمَنْ طَلَبَ عِلْمًا فَلَمْ يُدْرِكْهُ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ كِفْلًا مِنَ الْاَجْرِ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

یعنی طبرانی نے کبیر میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے طالب علمی کی اور علم حاصل کر لیا' اللہ تعالیٰ اس کیلئے دو حصے ثواب کے لکھتا ہے اور جس نے طالب علمی کی اور علم حاصل نہ کر سکا' اس کیلئے اللہ تعالیٰ ایک حصہ ثواب کا لکھتا ہے۔ (کنز العمال ج ۱۰ ص ۹۲' سنن دارمی ۱/ ۹۷)

حصول علم میں ایک ساعت بیٹھنے کا ثواب

حصول علم کے بہت بڑے فائدے ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی شخص ایک ساعت

حصول علم میں مشغول ہو تو اس کو بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

تَعَلَّمُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ قَائِمٌ بِاللَّيْلِ وَصَائِمٌ بِالنَّهَارِ

یعنی علم کی طلب میں ایک ساعت مشغول ہونا سال بھر کی ایسی عبادت سے جو تمام رات نماز پڑھتا رہے اور تمام روز روزے رکھتا رہے بہتر و برتر ہے۔ ایک حدیث شریف میں اس طرح آیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا اَبَا ذَرٍّ لَاَنْ تَغْدُ وَفَتَعَلَّمَ اٰيَةً مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ وَلَاَنْ تَغْدُ وَفَتَعَلَّمَ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ عَمِلَ بِهٖ اَوْلَمْ يَعْمَلْ خَيْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ تُصَلِّيَ اَلْفَ رَكْعَةٍ (رواہ ابن ماجہ باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ)

یعنی ابن ماجہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر رضی اللہ عنہ اگر تو صبح کو جائے اور کتاب اللہ کی ایک آیت سیکھے' یہ تیرے لئے سو رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اگر تو صبح کو جائے اور علم کا کوئی باب سیکھے جس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے یہ تیرے لئے ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ

رفتش روز قضا اندر بہشت آسماں بود — شرع چوں سبزاست قرآں قطرۂ باراں بود
عزت از قرآں بود تا زندہ باشی اے پسر — چوں بمیری مونست در گور ہم قرآں بود
بود یا بد روز و شب باخواندن قرآن قرین — تا قرینش مصطفٰے باجملہ یاراں بود

حصول علم کے باعث مغفرت گناہاں

علم ایک ایسی نعمت عظمٰی ہے کہ جس کے طلب کیلئے گھر سے باہر نکلنے کے ساتھ ہی تمام گناہ مغفور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا انْتَعَلَ عَبْدٌ قَطُّ وَلَا تَخَفَّفَ وَلَا لَبِسَ ثَوْبًا عَنْ طَلَبِ عِلْمٍ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ذُنُوْبَهٗ حَيْثُ يَخْطُوْا عُتْبَةَ دَارِهٖ (رواه الطبرانی فی الاوسط)

یعنی طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان نے علم کی طلب میں ابھی جوتہ اور موزہ اور لباس بھی نہیں پہنا مگر گھر کی چوکھٹ سے قدم نکالتے نکالتے خدائے تعالیٰ اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے۔ (کنز العمال ج ۱۰ ص ۱۶۳)

راہ بہشت کی آسانی کا طریقہ

حصول علم کیلئے کہیں جانے سے بہشت کا راستہ آسان ہو جاتا ہے اور پل صراط وغیرہ سے بلا دقت گذر جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَوْحٰى اِلَيَّ اَنَّهٗ مَنْ سَلَكَ مَسْلَكًا فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ سَهَّلْتُ لَهٗ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ وَمَنْ سَلَبْتُ كَرِيْمَتَيْهِ اَثَبْتُهٗ عَلَيْهِمَا الْجَنَّةَ وَفَضْلٌ فِيْ عِلْمٍ خَيْرٌ مِّنْ فَضْلٍ فِيْ عِبَادَةٍ وَمِلَاكُ الدِّيْنِ الْوَرَعُ (رواه البیہقی فی شعب الایمان)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا اللہ نے مجھ پر وحی بھیجی کہ جو شخص طلب علم کیلئے ایک راہ پر چلا (میں اس کے بدلہ میں) اس پر بہشت کی راہ آسان کر دوں گا اور جس کی میں نے دونوں آنکھیں لے لیں' ان کے بدلے اس کو بہشت دوں گا اور علم کی افزونی عبادت کی افزونی سے بہتر ہے اور دین کی اصل تو پرہیزگاری ہے۔

یہ بہشت کی بشارت طالب علم اور دیندار عالموں کے حق میں ہے۔ علم دین تفسیر' فقہ' حدیث ہے اور جو علم کہ تفسیر میں کام آئے جیسے علم صرف ونحو' فصاحت و

بلاغت وہ بھی علم میں شامل ہے بشرطیکہ نیت خالص ہے۔

فرشتوں کا طالب علم کیلئے اپنے پروں کا بچھانا

فرشتے بھی طالب علم کیلئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں جبکہ وہ علم دین کے حصول کیلئے نیک نیتی سے جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَآءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللّٰہُ لَہٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاَنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَھَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًی بِمَا یَصْنَعُ وَاَنَّ الْعَالِمَ لِیَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ حَتّٰی الْحِیْتَانُ فِی الْمَاءِ

(رواہ ابوداؤد وابن ماجہ باب فضل العلماء)

یعنی ابوداؤد میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو علم کی طلب میں رستہ چلا' اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دے گا اور فرشتے طالب علم کی خوشنودی کیلئے اپنے پر بچھاتے اور زمین و آسمان کے رہنے والے حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں عالم کیلئے بخشش کی دعا کرتی ہیں۔ (مشکوۃ کتاب العلم دوسری فصل)

جہاد کا ثواب

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَرْجِعَ (رواہ الترمذی والدارمی ومشکوۃ کتاب العلم دوسری فصل)

یعنی صحیح ترمذی اور دارمی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص علم کی طلب میں نکلے پس وہ خدا کی راہ میں ہے یہاں تک کہ واپس آئے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وطن سے علم دین کی طلب میں نکلنا جہاد

کرنے کا ثواب رکھتا ہے۔

طالب علم اور انبیاء کا رتبہ

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ جَاءَ ہُ الْمَوْتُ وَھُوَ یَطْلُبُ الْعِلْمَ لِیُحْیِیَ بِہِ الْاِسْلَامَ فَبَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّبِیِّیْنَ دَرَجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ (رواہ الدارمی والطبرانی عن ابن عباس) یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو موت آئے اور طالب علم ہو تا کہ اس سے اسلام کو زندہ کرے پس اس کے درمیان اور نبیوں کے درمیان بہشت میں ایک ہی درجہ ہوگا۔ (روایت کیا اس کو دارمی رضی اللہ عنہ نے اور طبرانی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے) (احیاء علوم الدین مترجم ج۱ص۵۳' کنز العمال ج۱۰ص۲۶۰)

ستر صدیقوں کا ثواب

جو شخص نیک نیتی سے علم دین سیکھے اور دوسروں کو سکھلائے اسے ستر صدیقوں کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ لِیُعَلِّمَ النَّاسَ اُعْطِیَ ثَوَابَ سَبْعِیْنَ صِدِّیْقًا (رواہ ابو منصور الدیلمی فی مسند الفردوس)

یعنی ابو منصور دیلمی مسند الفردوس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس غرض سے علم سیکھے کہ اور لوگوں کو سکھائے اسے خدائے تعالیٰ ستر صدیقوں کا ثواب عنایت کرے گا۔ (احیاء علوم الدین مترجم ج۱ص۵۶' الترغیب والترہیب ج۱ص۹۸ باب فضل العلم)

جزام۔ فالج اور نابینائی کا مجرب علاج

علم کے سکھلانے میں سے ایک علم یہ بھی ہے کہ وہ عملیات جو بزرگان دین کو صحیح صحیح سینہ بہ سینہ یا احادیث صحیحہ میں مرقوم ہیں سکھائے' تاکہ وہ امراض جسمانی وروحانی سے محفوظ ہو جائے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ قَبِيْصَةَ بْنِ الْمُخَارِقِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ قَبِيْصَةُ مَا جَآءَ بِكَ قُلْتُ كَبُرَتْ سِنِّيْ وَرَقَّ عَظْمِيْ فَاَتَيْتُكَ لِتُعَلِّمَنِيْ مَا يَنْفَعُنِي اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ فَقَالَ يَا قَبِيْصَةُ اِذَا صَلَّيْتَ الصُّبْحَ فَقُلْ ثَلَاثًا سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ تَعَافٰى مِنَ الْعَمٰى وَالْجُذَامِ وَالْفَلَجِ يَا قَبِيْصَةُ قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِمَّا عِنْدَكَ وَاَفِضْ عَلَيَّ مِنْ فَضْلِكَ وَانْشُرْ عَلَيَّ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ (رواہ احمد) یعنی ترغیب وترہیب میں حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اے قبیصہ رضی اللہ عنہ کس غرض سے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ بوڑھا ہو گیا ہوں۔ ہڈیاں سست پڑ گئیں۔ اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کوئی ایسی چیز تعلیم کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے فائدہ دے تو آپ نے فرمایا اے قبیصہ (رضی اللہ عنہ) جب تو کسی پتھر اور درخت اور ڈھیلے کے پاس سے گزرے گا تو وہ تیرے حق میں دعائے مغفرت کرے گا۔ اے قبیصہ (رضی اللہ عنہ) صبح کی نماز پڑھ کر تین مرتبہ کہہ لیا کر سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اندھے پن' جذام اور مرض فلج سے امان میں رہے گا۔ اے قبیصہ کہہ لیا کر اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِمَّا عِنْدَكَ وَاَفِضْ عَلَيَّ مِنْ فَضْلِكَ وَانْشُرْ عَلَيَّ مِنْ رَّحْمَتِكَ وَاَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ یعنی اے اللہ میں وہ چیز مانگتا ہوں جو تیرے پاس ہے اور بہا دے مجھ پر اپنا فضل اور پھیلا دے مجھ پر اپنی رحمت اور نازل کر مجھ پر اپنی برکتیں۔ (روایت کیا ہے اس کو احمد نے)

علم کے سیکھنے اور سکھلانے کی مثال

علم کے سیکھنے اور سکھلانے میں بہت بڑے فائدے ہیں۔ احادیث صحیحہ میں اس کو کئی طرح میں سمجھایا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس کے فوائد اس طرح ارشاد فرمائے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَثَلُ مَا بَعَثَنِی اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَصَابَ اَرْضًا فَکَانَتْ مِنْھَا طَائِفَۃٌ طَیِّبَۃٌ قَبِلَتِ الْمَآءَ وَاَنْبَتَتِ الْکَلَاءَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَتْ مِنْھَا اَجَارِبُ اَمْسَکَتِ الْمَآءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْھَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ طَائِفَۃً اُخْرٰی مِنْھَا اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ لَّا تُمْسِکُ مَآءً وَلَاتُنْبِتُ کَلَاءً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقِہَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَنَفَعَہٗ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا وَلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللّٰہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ (رواہ البخاری والمسلم)

یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ہدایت اور علم لانے کے مثل بارش کی سی ہے کہ ایسی زمین پر ہوئی کہ کچھ حصہ تو اس کا عمدہ ہے اس نے پانی کو قبول کر لیا اور کثرت سے گھاس اگائی اور کچھ حصہ اس کا بغیر گھانس کے ہے کہ اس نے پانی کو روک لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا اور اس میں سے خود پیا اور پلایا اور کھیتی کی۔ اور کچھ حصہ اس کا چٹیل میدان میں ہے کہ نہ پانی روک سکتا ہے اور نہ گھاس اگاتا ہے۔ بس یہی مثل اس کی ہے کہ جس نے دین میں فقاہت حاصل کی اور جو میں لے کر آیا ہوں اس سے فائدہ اٹھایا۔ خود علم سیکھا اوروں کو سکھایا۔ اور اس کی مثل جس نے اس طرف نہ تو توجہ کی اور نہ اس ہدایت کو جو میں خدا کی طرف سے لایا ہوں قبول کی۔ (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ پہلی فصل بخاری شریف کتاب العلم باب فَضْلِ مَنْ عَلِمَ وَعَلَّمَ)

موت کے وقت بھی حصول علم کا حکم

بعض احادیث میں حصول علم کی اس قدر تاکید آئی ہے کہ جب انسان موت کے کنارے پر ہوتو اس وقت بھی اس کو علم کے حاصل کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص سے بات چیت کر رہے تھے کہ اتنے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اس کی عمر سے سوائے ایک ساعت کے اور کچھ باقی نہیں اور وہ وقت عصر کا تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اس حال سے اس شخص کو خبر دی۔ وہ مضطر ہوا اور کہا۔ یارسول اللہ ﷺ دُلَّنِیْ عَلٰی اَوْفَقِ عَمَلٍ لِیْ فِیْ ھٰذِہِ السَّاعَۃِ یعنی مجھ کو ایسا عمل بتاؤ جو اس ساعت کے موافق ہو۔ آپ نے فرمایا کہ علم میں مشغول ہو۔ پس وہ شخص بموجب فرمان رسول ﷺ تحصیل علم میں مشغول ہوا اور جان بحق ہوا۔ راوی حدیث کہتا ہے کہ اگر اس وقت کوئی شئے علم سے افضل اور بڑھ کر ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ایسے نازک اور تنگ وقت میں اس کا حکم فرماتے۔ سبحان اللہ علم کی یہ فضیلت اور اس زمانے میں اس قدر جہالت کہ اگر کوئی لڑکا قرآن مجید اور حدیث شریف پڑھتا ہے تو والدین اور قرابت دار اور آشنا سب کے سب اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور علم دین سے مانع ہو کر فقط رواجی علم کے تحصیل پر جبر کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں علماء کرام کی حقارت اور ان کا افلاس بیان کرتے ہیں۔ اور ہر امور میں دنیا کو دین پر مقدم کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض مردود اور دشمن اسلام نماز سے بھی مانع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بے دینوں اور گمراہوں سے تمام مسلمانوں کو محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

علم کی برکات

غرض علم دین خاص خدا کے واسطے سیکھنا خشیت اور خوف الٰہی ہے، علم کی

تلاش وجستجو کرنی عبادت ہے' علم کو یاد کرنا تسبیح ہے' علم کی بحث کرنا جہاد ہے۔ ناواقف جاہل کو علم سیکھنا صدقہ ہے۔ علم وحشت میں انیس' غربت میں دوست' تنہائی میں باتیں کر کے دل بہلانے والی خوشی کی حالت میں ایک دلیل' تنگی کے وقت میں مددگار' دشمنوں پر ہتھیار دوستوں کے نزدیک زینت ہے۔ علم آنکھوں کیلئے مشعل کش اور روشن چراغ ہے۔ علم ہی کی برکت سے آدمی دارین میں بلند مرتبہ پاتا ہے۔ علم کا درس دینا قیام لیل کی مثل ہے۔ علم ہی کے سبب صلہ رحمی کی جاتی ہے۔ اسی کے باعث حلال وحرام پہچانا جاتا ہے۔ علم امام اور عمل اس کا مقتدی ہے۔ کیا ہی اچھا کسی نے علم کی وصف میں یہ نظم لکھی ہے۔

توصیف علم

دولت علم سے بڑھ کر کوئی دولت کیا ہے
گنج قاروں ہے کیا اس کی حقیت کیا ہے
علم بے نقص ہے اور مال کو ہے نقص و زوال
علم پر مال کو ترجیح کی نسبت کیا ہے
صرف ایک علم سے حاصل ہے ہر ایک عز و شرف
ورنہ انسان کو حیوان پہ فضیلت کیا ہے
ذوق ایں بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی
صاحب علم ہی جانے کہ وہ لذت کیا ہے
علم پر دین کا دنیا کا ہے سب دار و مدار
گر نہ ہو علم تو جینے کی حلاوت کیا ہے
صاحب علم اگر قابل اعزاز نہ ہوں

نام کس چیز کا عزت یہ عزت کیا ہے
مجھ سے کیوں کر ہو بھلا علم کی پوری تعریف
حوصلہ کیا ہے میرا میری لیاقت کیا ہے
قطرہ ہو بحر کا مداح یہ ممکن ہی نہیں
وصف خورشید ہو ذرہ سے یہ طاقت کیا ہے
دین کا علم ہر ایک علم سے ہے افضل تر
اس ضرورت سے فزوں اور ضرورت کیا ہے
دین ہے صورت جاں جسم کی مانند ہم تم
جسم بے جان کی بھلا دہر میں وقعت کیا ہے
دین کا علم پڑھو سستی و غفلت نہ کرو
مجھ سے مت پوچھو نہ پڑھنے میں قباحت کیا ہے
حشر میں تم کو ہو معلوم قباحت اس کی
کہ سزا اس کی ہے کیا اور مصیبت کیا ہے
رنگ بدلہ ہے زمانے نے عجب ان روزوں
نہیں معلوم کہ اللہ کی حکمت کیا ہے
دہریت ملحدیت پھیل رہے ہر سو
کہتے ہیں دین ہے کیا اور شریعت کیا ہے
ترک بعضوں نے کیا دین نبی کے احکام
دعویٰ پھر دین کا افسوس یہ حالت کیا ہے
کوئی کہتا ہے کہ نہیں خوف کی ساری باتیں
حشر کیا چیز ہے اور دوزخ و جنت کیا ہے

نہیں محسوس کریں جس کو حواس خمسہ
اس پہ ایمان رکھیں ہم ہمیں حاجت کیا ہے
تابع عقل ہے شرع عقل نہیں تابع شرع
عقل جب ہم کو ہے پھر مذہب و ملت کیا ہے
غرض ایسے ہی بہت سے ہیں عقائد ان کے
غور سے دیکھئے ان لوگوں کی جرأت کیا ہے
دینداری نہ ہو جس قوم میں وہ قوم نہیں
قوم کا جوش عبث قومی محبت کیا ہے

علماء کا کسب دنیا کے نہ کرنے کا باعث

یہ بات تجربے سے ثابت ہوتی ہے کہ کسی شے میں پورا کمال بدوں کمال اشتغال کے حاصل نہیں ہوتا اور کمال اشتغال بدوں قطع تعلقات وحصول یک سوئی کے میسر نہیں ہوتا۔ سوعلم دینیہ میں تبحر اور اس کی پورے طور سے خدمت کرنی دوسرے اشغال کے ساتھ عادۃً محال ہے۔ پس بیوقوفوں کا یہ اعتراض کہ یہ لوگ اور کسی کام کے نہیں ہیں کس قدر کم فہمی اور بے عقلی کی دلیل ہے۔

غرض جن دیندار علماء نے بالکل دنیا کے سر پر لات ماری اور اللہ جل شانہ کی اطاعت اور سامان آخرت مہیا کرنے میں مصروف ہوگئے ہیں ان پر نکتہ چینی کرنا اور ان کو رہبان بتانا بھی شیوۂ دیندار نہیں ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کس طرح دنیا چھوڑے پڑے تھے اور صرف آخرت کی بہتری میں ساعی تھے۔ اگر یہ امر برا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ان کو ضرور ہی اس سے روکتے۔

علم کی تحصیل

جو فضائل تعلم و تعلیم کے احادیث شریف میں وارد ہیں وہ سب علوم دینیہ کے ساتھ خاص ہیں جو یا علوم ان علوم کے خادم ہیں اور جو فنون علوم دینیہ میں کچھ دخل نہیں رکھتے یا دخل رکھتے ہوں مگر کبھی ان کو خدمت علم دین کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ تمام عمر ان ہی خرابات میں پھنسے رہے اس کو ان فضائل سے کچھ تعلق نہیں۔

طالب علم کی امداد کرنے کا ثواب

طالب علم کی مالی' بدنی' جانی امداد کرنا بہت بڑا ثواب کا کام ہے۔ چنانچہ کفایۃ الشعبی میں ہے۔ عَنْ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَعَانَ طَالِبَ الْعِلْمِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ طَالِبُ الْعِلْمِ فَقَدْ اَحَبَّ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَمَنْ اَحَبَّ الْاَنْبِيَاءَ دَخَلَ الْجَنَّةَ مَعَهُمْ وَاَيْضًا قَالَ مَالِكٌ وَمَنْ صَافَحَهٗ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ جَسَدَهٗ عَلَى النَّارِ وَمَنْ اَعَانَهٗ عَلٰى شَيْءٍ كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ۔ یعنی حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص طالب علم کی مدد کرے گا' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دے گا' اور جس شخص نے محبت کی طالب علم سے اس نے محبت رکھی تمام انبیاء علیہم السلام سے' اور جس نے محبت رکھی انبیاء علیہم السلام سے وہ داخل ہوگا بہشت میں ان کے ساتھ اور جس نے مصافحہ کیا طالب علم سے حرام کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کا جسم نار جہنم پر اور جو شخص مدد کرے گا طالب علم کی چیز سے اس کے واسطے نجات ہے نار جہنم سے۔

طالب العلم کی اعانت کرنے کے باعث ایک ظالم کا بخشا جانا

منقول ہے کہ شہر ترمذ میں اخطیٰ نام ایک امیر تھا کہ اس کا ظلم شہرہ آفاق

تھا۔ ہمیشہ مخلوق کو اذیت و آزار دیا کرتا تھا۔ قضارا وہ اسی حالت میں مرگیا۔ خواجہ محمد علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو خواب میں دیکھا کہ باغ بہشت میں سیر کر رہا ہے۔ آپ نہایت متعجب ہوئے کہ ایسے شخص کو بہشت میں جانا گویا ابلیس کو بہشت کا نصیب ہونا ہے۔ پوچھا کہ اے اخطی تجھ کو باوجود اس ظلم وستم کے کیوں کر رہائی ہوئی اور یہ مقام عالی تجھ کو کیوں کر ملا۔ کہنے لگا کہ عالی جاہ۔ کیا بیان کروں۔ مرنے کے وقت میں نہایت مضطر اور ناامید تھا کہ میرے پاس فسق و فجور اور ظلم وستم کے سوا کوئی نیک عمل نہیں ہے' دیکھئے کیا گذرتی ہے۔ جب گور میں دفن ہوا تو اس عذاب کا حال کچھ نہ پوچھو کہ کیسا تھا۔ بعد ایک ساعت کے ایک آواز آئی کہ اس کو اس عذاب سے نجات دو۔ میں نے بدرگاہ رب العالمین عرض کی کہ خداوندا میرا تو کوئی عمل ایسا نہ تھا کہ مغفرت کا باعث ہوتا۔ حکم ہوا کہ ایک رات بازار کی طرف مکتب پر گذرا۔ وہاں ایک طالب علم اپنا سبق بھول گیا تھا اور چراغ میں تیل نہ تھا۔ اس سبب سے نہایت مغموم بیٹھا تھا۔ تیری مشعل کی روشنی سے اس نے کتاب دیکھ کر اپنا سبق یاد کرلیا تھا اور اس کا دل خوش ہوا اور اس نے تمہارے لئے روشنی ایمان اور مغفرت کے دعا کی' فوراً وہ دعا مقبول ہوئی اور یہ امر تیری مغفرت کا باعث ہوا۔ پس غور کرنا چاہیے کہ علماء وفضلاء اور طلبا کے خدمت اور صحبت کا کیسا بڑا فائدہ اور بہتر نتیجہ ہوگا۔ (نزہتہ المجالس)

علماء کی محنت وسعی وترقی علم دین کی تحصیل میں

زمانۂ سابق میں طالب علم نہایت جانفشانی سے تحصیل علم کرتے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ جس طرح آج کوئی طالب علم مدرسہ میں آتا ہے تو کہتا ہے کہ پہلے میرا وظیفہ مقرر ہو' تب پڑھوں گا۔ اس وقت اس بات کی کوئی پروانہ کرتے تھے بلکہ جس طرح ہوسکے تحصیل علم کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ الحدیث حجاج بغدادی رحمۃ اللہ علیہ امام

شابہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تحصیل علم کیلئے جانے لگے تو ان کی حالت یہ تھی کہ مادر مہربان نے ان کو سو کلچے پکا دیئے تھے اور سالن تو ہونہار فرزند نے خود تجویز کر لیا تھا۔ اس قدر کہ آج تک صدہا برس گذرنے کے بعد بھی ویسا ہی تر و تازہ موجود ہے۔ وہ کیا چیز تھی۔ دجلہ کا خداداد پانی۔ حجاج رحمۃ اللہ علیہ ہر روز ایک روٹی دجلہ کے پانی میں بھگو کر کھا لیا کرتے اور استاد سے سبق پڑھا کرتے۔ جس روز وہ روٹیاں ختم ہو گئیں ان کو استاد کا فیض بخش دروازہ چھوڑنا پڑا۔

شیخ الاسلام بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ اس سے بھی زیادہ موثر حکایت بیان فرماتے ہیں۔ وہ یہ کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں جس پر ایام طالب علمی میں ایسا سخت زمانہ گذرا تھا کہ ناداری کی وجہ سے چقندر کے پتے کھا کر بسر کرتا تھا۔

پتے کھانا تعجب کی بات نہیں ہے۔ بھوک تو وہ بلا ہے کہ لخت جگر بچوں کے کباب بھی مادر پدر مہربان کو کھلا کر چھوڑتی ہے۔ قابل تحسین و ہزار آفرین یہ بات ہے کہ جس افلاس نے ان کو چقندر کے پتے کھانے پر مجبور کیا تھا، اس میں اتنی قوت نہ تھی کہ علمی شوق پر غالب آتا اور اس دلیر طالب علم کی ہمت کو توڑ دیتا۔ یادش بخیر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایام طالب علمی کے ایک سفر میں تہی دستی نے ایسا ستایا کہ تین دن برابر انہوں نے جنگل کی بوٹیاں کھائیں۔

زمانۂ سلف میں طلباء کے گذارے کی حالت

آج کل تو حصول علم کیلئے کوئی دقت اور تکلیف اور مانع نہیں ہے مگر زمانہ سلف میں بڑی بھاری دقت تھی۔ چنانچہ صحیح روایت میں مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق اور دین محمدی کے فریفتگی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے وطن و برادری سے چھڑا دیا تھا اور وہ مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ میں آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اور علم دین کے سیکھنے کیلئے آ گئے تھے۔ ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مہاجرین کے

لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور جو مدینہ منورہ والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے وہ انصار یعنی ان کے مددگار کہلاتے تھے۔ بعض مہاجرین تو اپنے معاش کیلئے تجارت و حرفت وغیرہ کام کرتے تھے لیکن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم محض طالب علم تھے جو علم دین کے حاصل کرنے کیلئے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مقیم رہتے تھے۔ ان کا کام صرف علم دین سیکھنا تھا اور محض طالب علمانہ گذران کرتے تھے۔ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم اکثر ان کی خبر گیری کرتے تھے۔ صدقہ و خیرات کا مال ان کے کام آتا تھا۔ لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ فقر و فاقہ کی نوبت بھی آتی تھی مگر اللہ رے ہمت اور واہ رے دیانت کہ کسی سے سوال کرنے کو بالکل معیوب سمجھتے تھے اور خالی بطن رہنا سوال سے پیٹ بھرنے سے بہتر جانتے تھے۔ یہاں پر بھی یہ جتلانا ضرور ہے کہ جن لوگوں نے بھیک مانگنے کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے' ایسوں کے نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن بھیک مانگنے والے ایسی حالت میں آئیں گے کہ ان کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا۔ یعنی ان کے چہرے سے نہایت ذلت نمایاں ہوگی۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حتی الامکان سوال سے بچتے تھے[1]۔

طلباء کے مدد کرنے کا ثواب از مکتوبات مجددی

حضرات۔ حاملان شریعت یہی طلباء ہی ہیں۔ تبلیغ شرائع جن کیلئے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے' انہی کے ذریعے ہوا کرتی ہے۔ پس ان پر خرچ کرنے والے کتنے بڑے ثواب کے مستحق ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جلد اول مکتوت ۴۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

مرحمت نامہ گرامی کہ بفقرا ر آباں نواختہ بودند بمطالعۂ آن مشرف گشت۔ در کتاب مولانا محمد قلیج موفق رحمۃ اللہ علیہ مرقوم فرمودہ بودند۔ جزوے خرچے برائے طالب

[1] اس مضمون کو کسی اگلے حصے میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ (مصنف)

علماں وصوفیاں فرستادہ شد۔ ذکر تقدیم طالب علماں برصوفیاں در نظر ہمت بسیار زیبا آمد۔ بحکم اَلظَّاهِرُ عُنْوَانُ الْبَاطِنِ امید ہست کہ در باطن شریف نیز ایں جماعت کرام تقدیم پیدا کردہ باشند کُلُّ اِنَاءٍ یَتَرَشَّحُ بِمَا فِیْهِ و در تقدیم طالب علماں ترویج شریعت است۔ حاملان شریعت ایشانند وملت مصطفویہ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ بایشاں برپا است۔ فردائے قیامت از شریعت خواہند پرسید۔ از تصوف نخواہند پرسید۔ دخول جنت و تجنب از نار وابستہ باتیان شریعت است۔ اَنْبِیَاءَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَتَسْلِیْمَاتِ عَلَیْهِمْ کہ بہترین کائنات اند بشرائع دعوت کردہ اند و مدار نجات برآں ماندہ ومقصود از بعثت ایں اکابر تبلیغ شرائع است۔ پس بزرگ ترین خیرات سعی در ترویج شریعت است۔ واحیائے حکمے از احکام آں علی الخصوص درز مانیکہ شعائر اسلام منہدم شدہ باشند کروڑہا در راہ خدائے عزوجل وعلا خرچ کردن برابر آں نیست کہ مسئلہ از مسائل شرعیہ را رواج دادن۔ چہ دریں فعل اقتدا بانبیاء است کہ بزرگ ترین مخلوقات اند عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ و مشارکت است باآں اکابر۔ ومقرر است کہ کامل ترین حسنات بایشاں مسلم فرمودہ اند۔ وخرچ کردن کروڑہا غیر ازیں اکابر را نیز میسر است۔ وایضاً در اتیان شریعت مخالفت تمام است بالنفس کہ شریعت برخلاف نفس وارد شدہ است۔ و در انفاق اموال گاہ است کہ نفس موافقت کند۔ بلے انفاق اموال را کہ برائے تائید شریعت باشد و ترویج ملت درجہ علیاست۔ و انفاق جیتلے بایں نیت خرچ کردن برابر خرچ لکھاست۔ در غیر ایں نیت اینجا کسے سوال نکند کہ طالب العلم گرفتار از صوفی وارستہ چوں مقدم باشد جواب گویم کہ او ہنوز حقیقت سخن را در نیافتہ است۔ طالب علم باوجود گرفتاری سبب نجات خلائق است۔ چہ تبلیغ احکام شرعی از و میسر است۔ اگر خود باآں منتفع نشود۔ وصوفی باوجود وارستگی نفس خود در اخلاص ساختہ است بخلائق

کارے ندارد۔ آرے صوفی راکہ بعد از فنا و بقا و سیر عن اللہ وباللہ بعالم گردانیدہ باشند و بدعوت خلق فرد آوردہ از مقام نبوت نصیبے دارد داخل مبلغان شریعت است حکم علمائے شریف وارد۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یعنی عنایت نامہ گرامی کہ جس سے آپ نے اس فقیر کو سرفراز فرمایا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ مولانا محمد قلیج موفق کے خط میں تحریر فرمایا تھا کہ کچھ خرچ طالب علموں اور صوفیوں کیلئے بھیجا گیا۔ صوفیوں سے پہلے طالب علموں کا ذکر کرنا نظر ہمت میں بہت عمدہ معلوم ہوا۔ اس قول کے بموجب کہ ظاہر باطن کا عنوان ہوتا ہے۔ امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس بزرگ جماعت (طلبہ) نے تقدیم پیدا کر لی ہوگی۔ کوزہ سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہے اور طالب علموں کے مقدم رکھنے میں شریعت کو رواج دینا ہے۔ شریعت کے حامل یہی ہیں اور ملت مصطفویہ ﷺ انہی سے قائم ہے۔ کل قیامت کو شریعت کی بابت سوال کریں گے اور تصوف کے بابت سوال نہ کریں گے۔ بہشت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کی پیروی پر موقوف ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے جو موجودات میں سے سب سے بزرگ ہیں، شریعت کے دعوت کی ہے۔ اور نجات کا دار و مدار اسی پر رہا ہے۔ ان بزرگواروں کی رسالت سے مقصود شریعتوں کی تبلیغ ہے پس سب سے بڑی نیکی شریعت کے رواج دینے اور اس کے احکام میں سے کسی حکم کے زندہ کرنے میں کوشش کرنا ہے۔ خصوصاً ایسے زمانے میں جب کہ شعائر اسلام منہدم ہوگئے ہوں۔ خدائے عزوجل وعلا کی راہ میں کروڑوں خرچ کرنا اس کے برابر نہیں کہ مسائل شرعیہ میں سے کسی مسئلے کو رواج دیا جائے۔ کیوں کہ اس فعل میں انبیاء علیہم السلام کی پیروی ہے جو مخلوقات میں سے سب سے بزرگ ہیں۔ اور ان بزرگواروں کے ساتھ مشارکت ہے اور ثابت ہے کہ سب سے کامل نیکی انہیں عطا کی گئی ہے۔ اور

کروڑوں کا خرچ کرنا تو ان بزرگواروں کے سوا اوروں کو بھی حاصل ہے۔ علاوہ ازیں شریعت کی پیروی میں نفس کے ساتھ پوری پوری مخالفت ہے۔ شریعت نفس کے برخلاف وارد ہوئی ہے۔ اور مالوں کے خرچ کرنے میں کبھی نفس موافقت بھی کرتا ہے۔ ہاں مالوں کا خرچ کرنا جو شریعت کی تائید اور ملت کے رواج دینے کیلئے ہو' بڑا درجہ رکھتا ہے۔ اور اس نیت سے ایک جیتل (ایک پیسے کا پچیسواں حصہ) خرچ کرنا کسی اور نیت سے لاکھوں خرچ کرنے کے برابر ہے۔ یہاں کوئی یہ سوال نہ کرے کہ گرفتار طالب آزاد صوفی سے کیوں کر مقدم ہوگا۔ میں یہ جواب دیتا ہوں کہ ابھی سائل اس بات کی حقیقت کو نہیں پہنچا ہے۔ طالب علم باوجود گرفتاری کے لوگوں کی نجات کا سبب ہے کیوں کہ احکام شرعی کی تبلیغ اس سے ہوسکتی ہے اگرچہ وہ خود اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔ اور صوفی نے باوجود آزادی کے اپنے نفس کو بچایا ہوا ہے وہ لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ جس شخص پر بہت لوگوں کی نجات موقوف ہو' ثابت ہے کہ وہ اس شخص سے بہتر ہے جو اپنی ہی نجات میں پھنسا ہوا ہو۔ ہاں وہ صوفی جس کو فنا بقا اور سیر عن اللہ و باللہ سے عالم کی طرف لے آئے ہوں اور خلقت کی دعوت کیلئے اس مقام سے نیچے لائے ہوں' وہ مرتبہ نبوت سے ایک حصہ رکھتا ہے اور شریعت کے تبلیغ کرنے والوں میں داخل ہے۔ اور علمائے شریف کا حکم رکھتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

طریقت اور شریعت کا تعلق

یہ ایک بڑی بھاری غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ لوگ طریقت کو شریعت سے علیحدہ سمجھتے ہیں اور نیز یہ کہ طریقت کیلئے شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ حالانکہ تمام صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں طریقت کا دارومدار ہی شریعت پر رکھا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات صدی صفحہ نمبر ۵۵ جلد دوم میں تحریر

فرماتے ہیں۔علم مجاہدات وریاضیات راچوں طہارت است مرنماز را۔ وہیچ معاملتے وریاضتے بے علم نبود چنانکہ ہیچ نمازے بے طہارت نبود۔ واز ینجا است کہ گفت۔

علم نر آمد و عمل مادہ　　دین ودنیا بدوشد آمادہ

کارِ بے علم باردبر ندہد　　تخم بے مغز ہم ثمر ندہد

واگر کسے ہمہ عمر بے علم مجاہدہ وریاضیت کند ہر گونہ کہ ہست گو باش چناں بود کہ مردے سالہا بے وضو نماز کند یا بے ایمان قرآن بخواند یعنی علم ریاضتوں اور مجاہدوں کیلئے ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نماز کیلئے وضو کوئی معاملہ اور ریاضت علم کے بغیر نہیں ہوتا جس طرح کوئی نماز بے وضو نہیں ہوتی۔ چنانچہ کسی بزرگ نے ان شعروں میں کہا ہے کہ علم نر سے ہے اور عمل مادہ۔ دین اور دنیا کے کام دونوں کے ملنے سے ہوتے ہیں۔ علم کے بغیر کوئی کام پھول پھل نہیں دیتا۔ اور جس تخم میں مغز نہ وہ بھی نہیں اگتا۔ اور اگر کوئی تمام عمر علم کے بغیر مجاہدہ اور ریاضت کرے' خواہ کسی قسم کی ریاضت ہو ضائع ہو۔ اس کے ایسی مثال ہوگی جیسے کوئی آدمی برسوں بے وضو نماز پڑھے یا بے ایمان قرآن مجید کی تلاوت کرے۔

مکتوب نمبر ۲۳ میں مرقوم ہے کہ خداوند تعالیٰ راہیچ ولی جاہل نبودہ است و نباشد۔ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلِيًّا جَاهِلًا گفتہ مشائخ است یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی جاہل نہیں ہوا ہے نہ ہوگا۔ یہی مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے۔

مکتوب نمبر ۲۷ میں مرقوم ہے کہ اگر مردے خداے راسبحانہ وتعالیٰ عبادت ملائکہ ہفت آسمان وزمین بکند بے علم از جملہ زیان کاراں بود۔ یعنی اگر کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے فرشتوں جیسی کرے' علم کے بغیر وہ شخص گھاٹے اور ٹوٹے والوں میں سے ہوگا۔

مکتوب نمبر ۱۰۷ میں مرقوم ہے۔ اے برادر کامل کسے را گویند کہ اورا چہار

چیز بود۔ شریعت تمام و طریقت تمام و حقیقت تمام و معرفت تمام۔ ہر کرا ایں چہار چیز بودا و مقتدا بود پیر بود شیخ بود ایں چنیں کسے پیری را شاید و ہر چہ جز اینست ہمہ ضلالت و جہالت است چنانچہ امروز شدہ است والسلام۔ یعنی اے بھائی کامل اسے کہتے ہیں جس میں چار چیزیں ہوں۔ کامل شریعت۔ کامل طریقت۔ کامل حقیقت۔ کامل معرفت۔ جس میں یہ چاروں باتیں ہونگی وہی مقتدا ہوگا' وہی پیر ہوگا' وہی شیخ ہوگا' وہی کامل ہوگا۔ اور ایسا ہی شخص پیری کے لائق ہے اور جو اس کے سوا ہے سب گمراہی اور جہالت ہے جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے والسلام۔

مکتوب نمبر ۵۹ جلد ثانی میں ہے کہ در ہمہ احوال اقتدا بشریعت دارند و اخلاق خویش را بر محک سنت امتحان کنند و ہر کہ در شریعت محقق نباشد او را از طریقت ہیچ فائدہ نبود۔ یعنی ہر حال میں شریعت کی پیروی رکھیں اور اپنے اخلاق کو سنت کی کسوٹی پر پرکھیں اور جو کوئی شریعت میں محقق نہ ہوگا اسے طریقت سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ شیخ کو علم شریعت میں بہت بڑا عالم صاحب تحقیقات ہونا چاہیے۔ معمول عربی فارسی کی عبارت پڑھ لینا' نظم و نثر شعر و سخن کہنا کافی نہیں ہے۔

دیکھئے تمام اولیاء اللہ مثلاً حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ' علی ہجویری گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ' مولوی مست علی رحمۃ اللہ علیہ' شیخ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ' خوجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ' خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ' مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ' مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ' مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جامع علوم و فنون ظاہر و باطن گذرے ہیں۔ یہ سب بزرگ اپنی اپنی تالیفات میں جہال مشائخ کی نہایت مذمت فرماتے ہیں اور درویشی اور فقر کیلئے علم ظاہر اور اتباع شریعت کی قید لگاتے ہیں۔

مکتوبات میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ یعنی علماء وطلباء حاملانِ شریعت ہیں' دین اسلام انہیں کے طفیل قائم ہے۔ کل قیامت کے دن شریعت ہی کا سوال ہوگا' تصوف نہ پوچھا جائے گا۔ جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے نجات پانا شریعت پر عمل کرنے سے ہے۔ انبیاء علیہم السلام جو تمام جہاں کے سردار ہیں انہوں نے شریعت کی دعوت کی ہے اور نجات کا دار و مدار اسی پر رکھا ہے اور انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونے کی غرض تبلیغ شریعت ہی ہے۔ پس سب نیکیوں سے بڑھ کر نیکی یہ ہے کہ شریعت کو رواج دے اور جو مال شریعت کے تائید میں خرچ ہو اس کا بہت بڑا درجہ ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس راہ تصوف میں وہ شخص چاہیے جو کلام اللہ شریف کو دائیں ہاتھ میں اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں ہاتھ پر رکھے اور دونوں شمعوں کی روشنائی میں سلوک کرے تاکہ شک وشبہ کے گڑھے اور بدعت کے اندھیرے میں نہ گرے۔

غرض تمام صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اور مکتوبات اور ملفوظات میں صاف صاف پایا جاتا ہے کہ طریقت اور تصوف کیلئے علم شریعت شرط ہے۔

شریعت' طریقت' حقیقت' معرفت میں فرق

سوال: یہ معلوم ہے کہ شریعت احکام ظاہری کو کہتے ہیں اور شارع کی جانب سے اسی کے بارے میں حکم ہے تو طریقت' حقیقت اور معرفت کا ذکر جو کتب تصوف میں ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا چیز ہے؟

جواب: لفظ شریعت کے دو معنی ہیں۔ عام اور خاص۔ معنی اول سے مراد یہ ہے کہ شریعت وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امور دین میں ثابت ہوا ہے۔ یعنی اعتقاد۔ عمل۔ خلق۔ حال۔ نیت۔ رخصت۔ غربت۔ امرونہی۔ ان امور میں رسول

اللہ ﷺ سے جو کچھ ثابت ہوا ہے وہی شریعت ہے۔

معنی دوم سے مراد وہ احکام ہیں جو عمل جوارح کے متعلق ہوں اور وہ یہ ہے۔ عبادت مالی و بدنی۔ معاملات مالی و بدنی۔ اور ان امور کا بیان کتب فقہ میں ہوتا ہے اور اسی کو مقابل طریقت اور اس کے ہم جنسوں کا کہتے ہیں۔

جن امور کا تعلق اخلاق و نیت اور آداب عبادت سے بطریق عزیمت کے ہو وہ طریقت ہے۔

جن امور کو تعلق اخلاص اور عین الیقین اور تحصیل مشاہدہ اور استغراق سے ہو وہ حقیقت ہے۔

جن امور کو تعلق مکاشفہ اسرار اعتقادات سے ہو یعنی کیفیت توحید و معیت و قرب و اسرار محبت و ولا و مراتب ولائت و مراتب اولیا اور مثل اس کے اور جو امور ہیں ان سے جن امور کو تعلق ہو اسے معرفت کہتے ہیں۔

یہ سب شریعت کے معنی اول میں داخل ہیں۔ البتہ ہر فن کے کاملین نے اس فن کے مسائل غیر منصوص کا استنباط کیا ہے اور اسے مسائل منصوص کے ساتھ جمع کیا ہے اور شرح و بسط کے ساتھ اسے مدوّن کیا ہے اور اسے علم جداگانہ قرار دیا ہے اور اس علم کا یہ نام یعنی طریقت وغیرہ رکھا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی)

ناجائز غرض سے حصول علم کی ممانعت

اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے سوا اور کسی غرض سے علم سیکھنا باعث عذاب اخروی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِيُجَارِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ اَوْ لِيُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ وَيَصْرِفَ بِهٖ وُجُوْهَ النَّاسِ اِلَيْهِ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ (رواہ ترمذی' ابواب العلم کا باب ماجاء فی من

بطلب بعلمه الدنیا) یعنی صحیح ترمذی میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس نیت سے علم سیکھے کہ علماء پر فخر اور نادانوں سے جھگڑا کرے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں جھونکے گا۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم دوسری فصل)

نورِ علم کے ضائع ہونے کا باعث

بعض ایسے امراض باطن ہیں کہ جن کے باعث عالموں کے دلوں سے نور اور برکت نکل جاتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنْ سُفْیَانَ اَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لِکَعْبٍ (رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ) مَّنْ اَرْبَابُ الْعِلْمِ قَالَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ بِمَا یَعْلَمُوْنَ قَالَ فَمَا اَخْرَجَ الْعِلْمَ مِنْ قُلُوْبِ الْعُلَمَاءِ قَالَ الطَّمْعُ (رواہ الدارمی) یعنی دارمی میں حضرت سفیان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اہل علم کون ہے۔ یعنی کس کو مولوی اور عالم کہیے۔ جواب دیا کہ ان کو عالم کہیے جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے جو عالموں کے دل سے علم کی برکت اور نور کو نکالتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ طمع۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم تیسری فصل) یعنی جس عالم نے دنیا کی دولت اور آرام اور جاہ وحشمت پر نگاہ کی اور اس کی تلاش میں لگا۔ اس نے اپنا بھرم کھودیا اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہوا۔

علماء کو اُمرا کی صحبت سے نقصان

جو علماء امیروں اور دولتمندوں کے پاس شب وروز بیٹھے رہتے ہیں وہ دین میں بڑے سست ہوکر گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اُنَاسًا مِنْ اُمَّتِیْ یَتَفَقَّهُوْنَ فِی الدِّیْنِ وَیَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ یَقُوْلُوْنَ نَاْتِی الْاُمَرَآءَ فَنُصِیْبُ مِنْ دُنْیَاهُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِیْنِنَا وَلَا یَکُوْنُ ذٰلِكَ کَمَا لَا یُجْتَنٰی مِنَ الْقَتَادِ اِلَّا الشَّوْكُ کَذٰلِكَ لَا یُجْتَنٰی مِنْ قُرْبِهِمْ اِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ کَاَنَّهٗ یَعْنِی الْخَطَایَا (رواہ ابن ماجہ باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ) یعنی ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تحقیق کتنے لوگ میری امت میں سے دین میں فقیہ ہوں گے اور قرآن مجید پڑھیں گے۔ کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس اس غرض کیلئے جاتے ہیں کہ ہم ان کی دنیا سے کچھ لیں گے اور ان سے اپنے دین کو الگ رکھیں گے۔ اور دونوں کا جمع ہونا کہ دین میں بھی لائق ہو اور امیروں سے بھی صحبت رکھے' ایسا نہیں ہوسکتا۔ جیسا کانٹے دار درخت سے سوائے کانٹے کے کچھ نہیں پیدا ہوتا اسی طرح امیروں کی نزدیکی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا مگر نقصان اور زیان (مشکوۃ کتاب العلم تیسری فصل) اور محمد بن صباح رحمۃ اللہ علیہ نے جو بخاری' مسلم' ابوداؤد اور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں فرماتے کہ امرا کے قرب سے سوائے گناہ اور زیان کے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور وہ حیطۂ بیان سے باہر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دیندار علماء کو امراء کی صحبت سے سوائے نقصان دین اور گناہ کے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ لہٰذا علماء کو ان کے صحبت سے بچنا چاہیے۔

یہ تو مسلمان امرا کا حال ہے۔ افسوس ہے ان علماء پر جو اس زمانہ میں عالم کہلا کر کفاروں سے صحبت اور میل کی آرزو رکھتے ہیں اور ان کی تعریف و اوصاف میں رطب اللسان ہیں اور ان کی صحبت کو باعث فخر سمجھتے ہیں اور بے جا اور ناجائز خوشامد کر کے اپنے ایمان کو ضائع کرتے ہیں' یہ محض دنیاوی عزت اور جاہ وحشمت کیلئے ایسا کیا جاتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ پ ۲۲ سورہ فاطر آیت نمبر ۲۸ میں فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا یعنی اسی طرح بس اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں عالم ہی ڈرتے ہیں۔ پس جو لوگ حقیقت میں عالم ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عظمت کی شان اور اس کی رضا مندی کے احکام اور فرمان سے ڈرتے ہیں۔ نفس اور شیطان کی پیروی سے اپنے تئیں الگ رکھتے ہیں۔ دنیا کی دوستی اور اس کی ناپائدار خوبیوں پر نہیں بھولتے۔ اللہ کے دشمنوں کی تابعداری اور خوشامد میں لگے نہیں رہتے۔ ان کی رضا مندی اور محبت کا دم شب و روز نہیں بھرتے۔ ان کے بھلے سے اپنا بھلا نہیں جانتے۔ ان کی برائی سے اپنی برائی نہیں سمجھتے۔ برخلاف ان علماؤں کے جو اپنا شیوہ ہدایت کا چھوڑ کر شیطان کے خلیفہ بنتے ہیں بلکہ مسلمان دینداروں کی جس میں حقارت ہو اس کی پیروی میں لگے رہتے ہیں۔ ایسے عالموں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے پ ۲۸ سورہ جمعہ آیت نمبر ۵ میں فرمایا ہے۔ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا یعنی ان لوگوں کی مثال جن پر توریت لادی گئی۔ پھر انہوں نے اس کو نہ اٹھایا ایسی ہے جیسے گدھا کہ پٹھ پر کتابیں لادرہا ہے۔ سوائے بوجھ اٹھانے کے ان سے کچھ کام نہیں ہوتا اور بجز فساد اور گمراہی کے اور نیکوں کو بدراہ کرنے کے انہیں کوئی شیوہ نہیں سوجھتا۔ اور کتابوں کے پڑھنے سے ہرگز فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ اپنے فن میں اور کچے ہوتے ہیں۔ دین کی دولت دنیا کی زینت حاصل کرنے میں کھوتے ہیں۔

ایسے طاعات کے بیاں میں جن کی محافظت سے امید ہے کہ دوسرے طاعات کا سلسلہ قائم ہوجائے

ایک ان میں علم دین حاصل کرنا ہے خواہ کتب سے حاصل کیا جائے یا صحبت علماء سے بلکہ تحصیل کتب کے بعد بھی علماء کی صحبت ضروری ہے۔ اور ہماری

مراد علماء سے وہ علماء ہیں جو اپنے علم پر خود عمل کرتے ہوں اور شریعت و حقیقت کے جامع ہوں' اتباع سنت کے عاشق ہوں' توسط پسند ہوں' افراط و تفریط سے بچتے ہوں' خلق اللہ پر شفیق ہوں' تعصب و عناد ان میں نہ ہو۔ گو اس وقت بھی بفضلہٖ تعالیٰ اس قسم کے علماء جابجا پائے جاتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیشہ رہیں گے جیسا کہ ہمارے رسول اکرم ﷺ کا وعدہ ہے۔ لَايَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ عَلَى الْحَقِّ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ ایسے علماء کی صحبت و خدمت جس قدر میسر ہو جائے غنیمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ جانے۔ اگر ہر روز ممکن نہ ہو تو ہفتہ میں آدھ گھنٹہ ضرور التزام کرے۔ اس کے برکات خود دیکھ لے گا۔

ایک ان میں سے نماز ہے جس طرح ہو سکے پانچوں وقت پابندی سے نماز پڑھتا رہے حتیٰ الامکان جماعت حاصل کرنے کی بھی کوشش کرے اور بامر مجبوری جس طرح ہاتھ آئے غنیمت جانے۔ اس سے دربار الٰہی میں ایک تعلق و ارتباط قائم رہے گا اس کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ اس کی حالت درست رہے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ یعنی تحقیق نماز بے حیائی اور برے کاموں سے بچائے رکھتی ہے۔

ایک ان میں سے لوگوں سے کم بولنا اور کم ملنا اور جو کچھ بولنا ہو سوچ کر بولنا ہے۔ ہزاروں آفتوں سے محفوظ رہنے کا یہ ایک اعلیٰ درجہ کا آلہ ہے۔

ایک ان میں سے محاسبہ و مراقبہ ہے یعنی اکثر اوقات یہ خیال رکھے کہ میں اپنے مالک کے پیش ہوں۔ میرے سب اقوال و فعال و احوال پر ان کی نظر ہے' یہ مراقبہ ہوا۔ اور محاسبہ یہ کہ کوئی وقت مثلاً سوتے وقت تنہا بیٹھ کر تمام دن کے اعمال یاد کرے یوں خیال کرے کہ اس وقت میرا حساب ہو رہا ہے اور میں جواب سے عاجز ہو جاتا ہوں۔

ایک ان میں سے توبہ واستغفار ہے جب کبھی کوئی لغزش ہو جائے تو توقف نہ کرے' کسی وقت یا کسی چیز کا انتظار نہ کرے۔ فوراً تنہائی میں جا کر سجدہ میں گر کر خوب معذرت کرے اور اگر رونا آئے تو روئے' ورنہ رونے کی صورت ہی بنائے۔

یہ پانچ چیزیں ہوئیں۔ علم وصحبت علماء۔ نماز پنجگانہ۔ قلت کلام وقلت مخالطت۔ محاسبہ مراقبہ۔ توبہ واستغفار۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان امور پنجگانہ کی پابندی سے جو کچھ مشکل بھی نہیں تمام طاعات کا دروازہ کھل جائے گا۔

ایسے معاصی کے بیان میں کہ ان کے بچنے سے بفضلہٖ تعالیٰ قریب تمام معاصی سے نجات ہو جاتی ہے

ایک ان میں غیبت ہے۔ اس سے طرح طرح کے مفاسد دنیوی واخروی پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ آج کل اس میں بہت لوگ مبتلا ہیں۔ اس سے بچنے کا سہل طریق یہ ہے کہ بلا ضرورت شدید نہ کسی کا تذکرہ کرے' نہ سنے' نہ اچھا نہ برا۔ اپنے ضروری کاموں میں مشغول رہے۔ ذکر کرے تو اپنا ہی کرے۔ اپنا دھندا کیا تھوڑا ہے جو اوروں کے ذکر کرنے کی فرصت اس کو ملتی ہے۔

ایک ان میں ظلم ہے' خواہ مالی و جانی یا زبانی مثلاً کسی کا حق مار لیا' قلیل یا کثیر یا کسی کو ناحق تکلیف پہنچائی یا کسی کی بے آبروئی کی۔

ایک ان میں اپنے کو بڑا سمجھنا' اوروں کو حقیر سمجھنا۔ ظلم و غیبت وغیرہ اسی مرض سے پیدا ہوتے ہیں اور بھی خرابیاں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ حقد و حسد و غضب وغیرہ ذٰلک۔

ایک ان میں غصہ ہے۔ اور یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ انسان غصہ کے فرو ہونے کے بعد پچھتاتا ہے کیوں کہ حالت غضب میں قوت عقلیہ مغلوب ہو جاتی

ہے۔ سو جو کام اس وقت ہوگا عقل کے خلاف ہی ہوگا۔ جو بات نا گفتنی تھی وہ منہ سے نکل گئی۔ جو کام نا کردنی تھا وہ ہاتھ سے ہو گیا۔ بعد غصہ اترنے کے جس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکتا۔ کبھی کبھی عمر بھر کیلئے صدمہ میں گرفتاری ہو جاتی ہے۔

ایک ان میں غیر محرم عورت یا مرد سے کسی قسم کا علاقہ رکھنا۔ خواہ اس کو دیکھنا یا اس سے دل خوش کرنے کیلئے ہم کلام ہونا' یا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا' یا اس کے پسند طبع کے موافق اس کے خوش کرنے کو اپنی وضع یا کلام کو آراستہ و نرم کرنا۔ میں سچ سچ عرض کرتا ہوں کہ اس تعلق سے جو جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور جو جو مصائب پیش آتے ہیں وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہیں۔

ایک ان میں طعام مشتبہ یا حرام کھانا ہے کہ اس سے تمام ظلمات و کدورات نفسانیہ پیدا ہوتی ہیں کیوں کہ غذا اسی سے بن کر تمام اعضاء و عروق میں پھیلتی ہے۔ پس جیسی غذا ہوئی ویسا ہی اثر تمام جوارح میں پیدا ہوگا اور ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہوں گے۔

یہ چھ معاصی ہیں جن سے اکثر معاصی پیدا ہوتے ہیں' ان کے ترک سے انشاء اللہ تعالیٰ اوروں کا ترک بہت سہل ہو جائے گا بلکہ امید ہے کہ خود بخود متروک ہو جائیں گے۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا

آداب شاگرد و استاد

شاگرد کے آداب یہ ہیں کہ استاد کا نام لے کر نہ پکارے' اور جب استاد کو دیکھے تو اس کی تعظیم کیلئے کھڑا ہو جائے اور حاضر و غائب اس کو اپنا استاد جانتا رہے۔ اس کے پاس با ادب اور دو زانو بیٹھے۔ اس کے سامنے بات کم کرے اور مسئلہ بے ضرورت نہ پوچھے۔ جب تک استاد سے اجازت نہ لے لے کچھ نہ کہے اور نہ پوچھے۔ اور جو کچھ وہ جواب دے اس پر اعتراض نہ کرے اور یہ نہ کہے کہ

آپ کا یہ مشورہ اچھا اور بہتر نہیں ہے۔ استاد کے سامنے خانہ داری کے راز و نیاز بیان نہ کرے۔ اپنی آنکھ استاد کی طرف رکھے' ادھر ادھر نہ دیکھے۔ اگر استاد کے چہرے پر کچھ ملال پائے تو ملال کی وجہ دریافت کر کے اس کا شریک حال ہو اور اس کے رفع ملال کے واسطے حتیٰ الامکان کوشش کرے۔ جب استاد اٹھے تو اس کی نعلین اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اس کے قدموں کے سامنے رکھ دے۔ راستے میں استاد سے سوال نہ کرے۔ اگر باپ و استاد دونوں ساتھ ہی کسی کام کو فرمائیں تو پہلے استاد کے حکم کو بجالائے کہ بہترین پدر استاد ہے بموجب اس حدیث کے اَفْضَلُ الْاٰبَاءِ اَبُوالْعِلْمِ یعنی بہترین وافضل ترین باپوں میں علم کا باپ یعنی استاد ہے۔ (۲)
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلْاٰبَاءُ ثَلٰثَةٌ اٰبَاءُ اَبٌ وَلَدَكَ وَاَبٌ زَوَّجَكَ وَاَبٌ عَلَّمَكَ وَخَيْرُ الْاٰبَاءِ مَنْ عَلَّمَكَ یعنی آدمی کے باپ تین ہیں۔ ایک وہ جس کے نطفہ سے پیدا ہوا ایک خسر اور ایک استاد۔ اور بہتر سب باپوں میں استاد ہے۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے معلموں کے حق میں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُعَلِّمِيْنَ وَاَطَالَ اَعْمَارَهُمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْ كَسْبِهِمْ یعنی اے رب میرے مغفرت کر معلموں کو اور دراز کر ان کی عمریں اور برکت دے ان کے کسب میں۔

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اَللّٰهُمَّ اَغْنِيَ الْعُلَمَاءَ وَاغْفِرْ لِلْمُتَعَلِّمِيْنَ یعنی اے رب غنی کر علماء کو اور مغفرت کر معلموں کی۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اَكْرِمُوا الْاُسْتَادَ وَاِنْ كَانَ فَاسِقًا یعنی استاد کی تعظیم کرو اگرچہ فاسق ہو۔ اور استاد کو کسی حالت میں حقیر نہ جانو جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ حَقَرَ الْاُسْتَادَ نَسِيَ مَاقَرَاَهُ یعنی جو شخص استاد کی حقارت کرے گا' پس بھول جائے گا جو کچھ پڑھا ہوگا۔

چاہیے کہ جب استاد کے دروازے پر حاضر ہو تو آواز نہ دے اور اس کے

برآمد ہونے کا منتظر رہے کہ یہ طریق آداب اور لحاظ کا ہے اور جس کام کے واسطے استاد حکم کرے اس کو بجان و دل بجالائے۔ استاد کے کام کرنے میں اپنی حقارت نہ سمجھے۔ غرض کہ استاد کو ہر حال میں بزرگ اور برتر جانئے جیسا کہ آنحضرت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ اَبْنَاءُ الْکِرَامِ اِذَا تَعَلَّمُوْا تَوَاضَعُوْا وَاَبْنَاءُ اللِّئَامِ اِذَا تَعَلَّمُوْا تَکَبَّرُوْا یعنی بزرگ زادے اور حلال زادے جو علم سیکھیں تو تواضع اور فروتنی کریں ساتھ ہر شخص کے خصوصاً اپنے استاد سے۔ اور کمینے اور حرام زادے جو علم سیکھتے ہیں تو تکبر کرتے ہیں اور استاد کی خدمت کماحقہٗ نہیں بجالاتے ہیں۔

دیکھئے خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ مَنْ عَلَّمَ اٰیَةً مِّنْ کِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ مَوْلَاهُ یعنی اگر کسی شخص نے کسی سے قرآن مجید کی ایک آیت سیکھی، وہ اس کا صاحب اور حاکم ہوا۔

یا الٰہ العالمین اپنے پاک حبیب کے تصدق تمام مسلمانوں کو صلاحیت دے کہ وہ اپنے استادوں کے آداب اور حقوق کو بجالایا کریں۔ آمین ثم آمین

علم کی آٹھ کارآمد باتیں

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے اولیاء اللہ سے ہیں ان کے استاد حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ تو کتنی مدت سے میرے پاس رہتا ہے۔ حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تینتیس برس سے۔ حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو نے اس مدت میں کتنا علم سیکھا۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ میں نے حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ میری عمر تیرے ساتھ صرف ہوگئی اور تو نے آٹھ مسئلے سیکھے ہیں۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ اے استاد جھوٹ بولنا تو مجھے پسند نہیں،

سچی بات تو یہی ہے کہ میں نے آٹھ مسئلوں کے سوا اور مسئلہ نہیں سیکھا۔ حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان آٹھ مسئلوں کو بیان کرتا کہ میں سنوں۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جو اس مخلوق کی طرف نگاہ کی تو میں نے دیکھا کہ ہر ایک محبوب یعنی پیاری چیز کو دوست رکھتا ہے۔ مثلاً کوئی مکان کو دوست رکھتا ہے' کوئی عورت کو' کوئی لباس کو' کوئی باغ کو' کوئی بچوں کو' کوئی کسی چیز کو' لیکن وہ محبوب اس کا تادم زیست ہی ہے۔ بعد مرنے کے قبر میں کچھ ساتھ نہیں جاتا۔ جب قبر میں جاتا ہے تو وہ محبوب اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ پس میں نے خیال کیا کہ اس فانی کو کیا محبوب رکھوں۔ لہٰذا نیکیوں کو میں نے اپنا محبوب کیا کہ جب قبر میں داخل ہوں گا تو میرا محبوب بھی میرے ساتھ جائے گا۔ پھر حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تو نے خوب سیکھا یعنی واقعی یہی نیکیاں نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' للہ دینا' علم پڑھانا' وغیرہ ذلک یہی چیزیں ساتھ جائیں گی اور جورو بچے مال ومنال تادم زیست ہی محبوب ہیں' مرنے پر کون کسی کے کام آتا ہے۔ پھر حضرت شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دوسرا کیا ہے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں نظر کی۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى (پ ۳۰ سورہ نازعات آیت نمبر ۴۰'۴۱) یعنی اور جو کوئی ڈرا اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے رہنے سے اور باز رکھا نفس کو خواہش نفسانی سے تو بلاشبہ اس کا ٹھکانا جنت ہے۔ پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ حق تعالیٰ کا قول حق ہے' اس میں کچھ شبہ نہیں۔ لہٰذا میں نے اپنے نفس پر دفع کرنے خواہش نفسانی میں کوشش کی۔ یہاں تک کہ میں اطاعت الٰہی پر خوب مضبوط و مستعد ہوا۔ سبحان اللہ کیا اچھی سمجھ حاصل ہوئی کہ خواہش نفسانی کو دفع کروں گا تو اس کے عوض میں جنت پاؤں گا اور واقع میں بات

یہی ہے کہ جو کوئی خاوند حقیقی کے سامنے کھڑے رہنے سے ڈرے گا اور خواہش نفسانی کو دفع کرے گا' خواہ مخواہ اچھی باتوں کے کرنے پر مستعد ہوگا اور بری باتوں سے بچے گا اور جنت کا مستحق ہوگا۔ حیف ہے کہ ایسی دولت بے زوال کو ہاتھ سے دے اور اسی کے حاصل کرنے کی فکر نہ کرے۔ پھر حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جو مخلوق کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ جس شخص کے پاس کوئی چیز قیمتی اور ذی قدر ہوتی ہے اس کو بہت عزیز رکھتا ہے اور اسی کی محافظت کرتا ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول میں نظر کی۔ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (پ ۱۴ سورہ نحل آیت نمبر ۹۶) یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے فانی ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے باقی ہے۔ پس جب کچھ قیمتی اور ذی قدر چیز میرے ہاتھ لگے اس کو میں نے للہ صرف کیا تاکہ میرے لئے اس کے پاس باقی رہے۔ حاصل یہ ہے کہ لوگ جو کسی چیز کو عزیز رکھتے ہیں اور اس کی محافظت کرتے ہیں' یہ محض بے جا ہے کہ فانی کو عزیز رکھنا چاہیے کہ جو کچھ ہو اسی کے نام پر دیجئے تاکہ اس کے خزانہ غیب میں رہے اور بعد مرنے کے ابدالآباد اس کے کام آئے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ہر چہ داری صرف کن در راہ او ‌ ‌ ‌ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا

یعنی تو بھلا اور بہتری نہ پائے گا جب تک محبوب شے کو خدا کی راہ میں صرف نہ کرے گا۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جو اس خلق کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ ہر ایک حسب نسب اور مال کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پس میں نے خیال کیا کہ یہ سب ہیچ ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف نظر کی کہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ

عِنۡدَاللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (پ ۲۶ سورہ حجرات آیت نمبر ۱۳) یعنی البتہ تم میں اللہ کے نزدیک اور بزرگ اور عزیز تم میں بہت پرہیزگار ہے۔ پس میں نے تقویٰ کے حاصل کرنے میں کوشش کی تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ و عزیز ہوں۔ حاصل یہ کہ مال و جاہ وغیرہ کی کچھ حقیقت نہیں' اس سے اللہ کے نزدیک عزیز و ذی قدر نہیں ہوتا بلکہ جتنا تقویٰ زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ کا پیارا ہوگا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مَنۡ بَطَّاَءَ بِہٖ عَمَلَہٗ' لَمۡ یُسۡرِعۡ بِہٖ نَسَبَہٗ' یعنی جس کے عمل نے تاخیر کی اس کا نسب کچھ کام نہیں آتا۔

پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے خلق کو دیکھا کہ بعض بعضوں پر لعن طعن کرتے ہیں اور اصل اس سب کی حسد ہے' پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف نظر کی نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَیۡنَھُمۡ مَّعِیۡشَتَھُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا (سورۂ زخرف آیت ۳۲) یعنی ہم نے تقسیم کی ہے درمیان ان کے معیشت ان کی زندگانی دنیا میں۔ پس چھوڑ دیا میں نے حسد اور دوست رکھتا ہوں خلق کو اور جانتا ہوں کہ بلاشبہ قسمت اللہ کی طرف سے ہے کہ ہر ایک کیلئے جو کچھ مقدر ہے وہ پہنچتا ہے پھر حسد کر کے کیوں کسی کو لعن طعن کیجئے۔

چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ظلم و ستم کرتے ہیں بعض ان کے بعض پر اور جنگ و جدال کرتے ہیں بعض بعضوں سے۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف رجوع کیا۔ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لَکُمۡ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوۡہُ عَدُوًّا (پ ۲۲ سورہ فاطر آیت نمبر ۶) یعنی بلاشبہ شیطان تمہارے لئے دشمن ہے۔ پس پکڑو اس کو دشمن' پس میں نے فقط اسی سے دشمنی باندھی اور میں اس سے بچاؤ کرنے میں کوشش کرتا ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر گواہی دی کہ وہ دشمن میرا ہے پس میں نے عداوت خلق اس واسطے ترک کی۔

ساتواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جو خلق کو دیکھا تو دیکھا کہ ہر ایک ان میں سے کثرت مال کا طالب ہے۔ پس اپنے نفس کو ذلیل کرتا ہے اور اس چیز میں داخل ہوتا ہے کہ اس کیلئے حلال نہیں ہے یعنی وجہ حرام سے مال کھاتا ہے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف نظر کی۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ ۱۱ سورہ ھود آیت نمبر ۶) یعنی اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں مگر اللہ پر ہے رزق اس کا۔ پس میں نے سمجھا کہ میں تو ایک انہیں میں سے ہوں کہ جن کا رزق اللہ تعالیٰ پر ہے۔ پس میں اس چیز میں مشغول ہوا جو مجھ پر اللہ تعالیٰ کیلئے ہے یعنی اس کی اطاعت میں جو مجھ پر لازم ہے مشغول ہوا۔ اور میں نے وہ چیز ترک کی جو اس کے پاس میرے لئے ہے یعنی رزق کا کہ وہ متکفل ہے اس کیلئے کچھ سعی نہیں کرتا۔

آٹھواں مسئلہ یہ ہے کہ میں نے جو خلق کی طرف نظر کی تو ان کو دیکھا کہ کوئی تو اپنی زمین پر بھروسہ کرتا ہے، کوئی اپنی تجارت پر، کوئی اپنی کاریگری پر اور کوئی اپنی تندرستی اور حسن پر گویا تمام لوگ مخلوق پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی طرف رجوع کی۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (پ ۲۸ سورہ الطلاق آیت نمبر ۳) یعنی اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے پس وہ اس کو کافی ہے۔

پس جب حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ یہ مسائل بیان کر چکے تو حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے حاتم رحمۃ اللہ علیہ تجھ کو اللہ تعالیٰ نیک توفیق دے۔ یہ مسائل قرآن شریف کا خلاصہ اور لب لباب ہیں۔ (احیاء علوم الدین مترجم ج ۱ ص ۱۸۳ تا ۱۸۵ مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

عزیزو جو تجھے اِس دم میسر یہ زمانہ ہے
جو کرنا ہے سو کر لے پھر نہیں یہ ہاتھ آتا ہے

نہ ہو مغرور اپنے مال و منصب' جاہ و حشمت پر
کہ آخر ایک دِن مٹی کے اندر گھر بنانا ہے
پدر مادر برادر اور جو ہیں سب آشنا تیرے
جنازہ جب ترا نکلا تو پھر اک اک بیگانہ ہے
کفن پہنا کے جب تجھ کو لٹا دیں قبر کے اندر
کہو یہ مال و دولت کچھ تیرا ہمراہ جانا ہے
وہاں منکر نکیر آ کر سُوالی جب کہ ہوں تجھ پر
اگر حق کہہ دیا بہتر' نہیں تو گرز کھانا ہے
بحُسن و شکل نُورانی تُو ہے گر یُوسُفِ ثانی
نہیں یہ شکل دکھلانی وہاں کُچھ کام آنا ہے
ذرا دیکھو سلیماں کو دارا جمشید کو دیکھو
بھلا لاکھوں سے بھی یک دو کسی کا کُچھ نشانا ہے
مجھے بتلاؤ بھی تو تم کہاں سام اور کہاں رُستم
ہوئے سب زیر و یکدم گم کہاں اُن کا ٹھکانا ہے
یہ پیک مرگ نے یارو کسی کو جب نہیں چھوڑا
تو پھر کیوں ناحق اِس دُنیا کے پیچھے تو دیوانا ہے
گنوائی زِندگی اپنی سدا کھانے اور پینے میں
بڑھاپا آ گیا سر پر تو پھر افسوس کھانا ہے
یہاں رہنے سے ہونا لاں وہاں چلنے کا کر ساماں
غنیمت یہ زمانہ اور مُبارک آشیانہ ہے
طہارت اور وضو کے ساتھ توبہ کر گناہوں سے

خُلوصِ دِل سے رب کی بندگی میں سر جھکانا ہے
فرائض اور وجوب اور ہر سنن اور ہر نوافل سے
فراغت کر جناب کبریا میں ہاتھ اٹھانا ہے
مناجات و دعا کرنا کہ ہو مقبول سب طاعت
بصدق دل نہایت عاجزی سے گڑ گڑانا ہے
سدا تسبیح و ذِکرِ حق میں رکھ مشغول دِل اپنا
گر اے جان نعمت جنت تجھے منظور کھانا ہے
جو ہیں اب زِندگی کے دن اسی کو تو غنیمت گن
جو یہ گذرا تو اک دِن حیف ہی ذِلّت اُٹھانا ہے

دُوسرا باب

علمِ عقائد کا بیان

اقسام احکام شرع

علمائے اسلام نے احکام الٰہی کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو وہ جن میں ہاتھ پاؤں اور زبان وغیرہ اعضاء کے عمل کی احتیاج ہو جیسے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' وغیرہ۔ دوسرے وہ جن میں اعمال جوارح کی حاجت نہ ہو بلکہ ان کا صرف مان لینا ہی کافی ہو جیسے اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اور اس کو سَمِیْعٌ' بَصِیْرٌ' عَلِیْمٌ وغیرہ وغیرہ تمام اوصاف کو برحق جاننا اور حشر ونشر اور بہشت و دوزخ اور عذاب قبر اور سکرات موت وغیرہ کو سچا جاننا۔

فقہائے عظام رحمۃ اللہ علیہ نے رفاہ عام کی خاطر قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے پہلی قسم کے تمام احکام کو فراہم کر کے تفصیل سے علیحدہ مرتب کیا اور اس کا نام فقہ رکھا اور دوسری قسم کے احکام کو الگ تفصیل سے لکھا اور اس کا نام علم عقاید رکھا۔

مشروعات

غرض شرع اسلام کے مسائل کا انحصار پانچ قسموں پر ہے۔

۱) اعتقادات

۲) عبادات

۳) معاملات

۴) عقوبات

۵) کفارات

اوّل: اعتقادات بھی پانچ ہیں۔

۱) اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

۲) ملائکہ پر ایمان لانا

۳) اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا

۴) اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانا

۵) قیامت پر ایمان لانا

دوم: عبادات کی بھی پانچ قسمیں ہیں۔

۱) نماز

۲) روزہ

۳) زکوٰۃ

۴) حج

۵) جہاد

سوم: معاملات بھی پانچ ہیں۔

۱) معاوضات یعنی لین دین

۲) مناکحات یعنی بیاہ شادی

۳) مخاصمات یعنی لڑائی جھگڑے

۴) امانات

۵) شرکات یعنی ساجھی وغیرہ

چہارم: عقوبات بھی پانچ ہیں۔

۱) قتل عمد کی سزا جیسے قصاص وغیرہ یعنی بدلہ لینا اور قتل کرنا

۲) مال لینے کی سزا جیسے چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنا وغیرہ
۳) ہتک ستر کی سزا جیسے کوڑے لگانا' پتھر برسانا زِنا وغیرہ میں
۴) ہتک عزت کی سزا جیسے قذف کی حد (قذف کے معانی زنا کا عیب لگانے کے ہیں۔)
۵) خلع بیعت کی سزا جیسے قتل کرنا

پنجم: کفارات بھی پانچ ہیں۔
۱) کفارۂ قتل
۲) کفارہ ظہار یعنی اپنی بیوی کو ماں بہن بنانے کا
۳) کفارہ روزہ توڑنے کا
۴) کفارہ جھوٹی قسم کھانے کا
۵) جنایات حج کا

اقسام علم عقائد

علمائے اسلام نے عقاید کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ جن کی تشریح بتفصیل ذیل ہے۔

قسم اوّل

پہلی قسم کے عقاید وہ ہیں جو یقینی اور قطعی ہیں پھر ان کی تین قسمیں ہیں۔
۱) جو قرآن مجید کی ظاہر عبارت سے ثابت ہیں۔
۲) جن کا مضمون رسول اللہ ﷺ سے بہ نقل متواتر ثابت ہو خواہ لفظ حدیث متواتر ہوں یا نہ ہوں۔
۳) جن پر امت کا اجماع ہوگیا خواہ وہ دلیل جس کی وجہ سے امت نے اس

مسئلہ پر اتفاق کیا ہے۔ قطعی ہو یا نہ ہو یا ہم کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ امت بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین کا کسی ایسے امر پر اتفاق کرنا جو شارع کی مراد کے برخلاف ہو، ناممکن ہے۔ ان مسائل کا منکر تنہا دائرہ اسلام سے خارج بلکہ احاطۂ خطرات سلیمہ سے بھی خارج شمار کیا جاتا ہے کیونکہ یہ مسائل منصف کے نزدیک قانون فطرت کے بھی مطابق ہیں۔

قسم دوم

دوسری قسم کے وہ عقاید ہیں جو دلائل عقلیہ سے ثابت ہیں جنکے ثبوت پر شریعت کا مدار ہے یا اکثر باتیں شرع کی ان پر موقوف ہیں۔ ان کی تائید میں کوئی شرعی دلیل ہو یا نہ ہو جیسا کہ

۱) ثبوت باری تعالیٰ

۲) مسئلہ ثبوت صفات باری تعالیٰ

۳) مسئلہ ثبوت نبوت

۴) مسئلہ عصمت انبیاء

۵) مسئلہ عصمت ملائکہ

۶) مسئلہ ثبوت حقائق الاشیاء

۷) مسئلہ علم حقائق الاشیاء

۸) مسئلہ حدوث عالم

قسم سوم

تیسری قسم کے وہ عقاید ہیں جو اخبار احاد سے ثابت ہیں یا علماء نے ان کو قرآن و حدیث سے بطور استنباط کیا ہے۔ لیکن ان میں باہم فرقۂ اسلامیہ کا اختلاف

ہے جس کی وجہ سے جدے جدے ناموں سے نامزد کیے گئے۔ اس لئے ان کو باہمی امتیاز کیلئے ہر ایک فریق نے اپنی کتب عقاید میں درج کیا جیسا کہ

۱) مسئلہ قدم قرآن

۲) مسئلہ فضیلت انبیاء بر ملائکہ

۳) مسئلہ فضیلت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یکے بر دیگرے

۴) مسئلہ اَلْاَعْمَالُ الصَّالِحَةُ جُزْءُ الْاِیْمَانِ

۵) مسئلہ اَلْاِیْمَانُ وَالْاِسْلَامُ وَاحِدٌ

۶) مسئلہ کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ

۷) مسئلہ ایصال ثواب

۸) مسئلہ امامت

۹) مسئلہ جبر و قدر وَغَیْرُ ذٰلِكَ مِنَ الْخِلَافِیَاتِ

ان مسائل میں اہلسنت سلف صالحین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے پیرو ہیں اور ان کے مخالف لوگ محض اپنے خیالات سے ان نصوص کا انکار یا تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً

۱) شیعہ مسئلہ امامت میں غلو کی وجہ سے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق۔ حضرت عمر خطاب۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو خاطی اور برا کہتے ہیں۔ اکثر احادیث صحیحہ کا انکار اور قرآنِ مجید کی آیات کی تاویل کرتے ہیں۔

۲) خوارج و نواصب جو حضرت علیؓ امام حسینؓ حضرت عثمان اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم کو جن کا باہم سردار قائم کرنے میں اختلاف ہو کر قتال و جدال کی نوبت پہنچی سب کو بُرا کہتے ہیں۔

بہتر فرقوں کا حدوث

خوارج

ان فرقوں کا حدوث اس طور پر ہوا کہ اہل اسلام اور جمہور مسلمین سے سب سے اول جس نے مخالفت کی اور نیا گروہ بنا وہ خوارج یعنی خارجی لوگ ہیں۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے' ان کے پیدا ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ یہ جماعت عرب کے وہ لوگ تھے جو پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کیساتھ تھے پھر سخت مخالفت اور مقابلہ کیلئے آمادہ ہو گئے۔ یہ لوگ حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت معاویہ' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم اور یزید سب کو برا جانتے ہیں۔

اسی عہد میں ایک اور جماعت نکلی جو بظاہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفداروں میں سے تھے۔ ان کو یہ افراط و تفریط عارض ہوئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جن جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مسئلہ خلافت میں خلاف ہوا تھا' یا ان انتظامی باتوں میں نزاع بڑھتے بڑھتے لڑائی تک نوبت آ گئی تھی۔ سب کو مخالف قرآن و احادیث مردود و کافر و مرتد کہنے لگے۔ بعض کو یہاں تک خبط ہوا کہ

شیعہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خدا کہنے لگے۔ وہ دراصل مشرکین زندیق لوگ تھے جنہوں نے ظاہر میں اسلام اختیار کر لیا تھا۔ اس فریق کا نام شیعہ یا رافضیہ ہے۔ یہ لوگ بھی قرآن و احادیث کا مطلب اپنی خواہش اور قرارداد باتوں کے موافق کرتے ہیں اور جس طرح خوارج نے جھوٹی روایات اثبات مدعا کیلئے بنانی شروع کیں اسی طرح اس فریق نے بھی۔ یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ' حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا' حضرت عباس رضی اللہ عنہ'

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ' حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہتے ہیں اور امامت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا موروثی حق دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ مسلمانوں کی رائے اور اختیار کی بات نہ تھی کہ بلحاظ حسن خدمات ولیاقت ودیانت وتقویٰ واصابت رائے جس کو مسلمانوں نے خصوصاً مہاجرین و انصار کے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے انتخاب کرلیا وہ خلیفہ ہوگیا۔

جس طرح خوارج کے باہم تھوڑی باتوں پر اختلاف کرنے سے کئی فریق ہوگئے اسی طرح شیعہ میں بھی کئی فریق ہوگئے۔ چنانچہ زیدیہ' اسماعیلیہ' امامیہ وغیرہ فریق ہوگئے۔

قدریہ

پھر تابعین کے عہد میں بلکہ اخیر زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا جس کو قدریہ کہتے ہیں' ان کی دو جماعت ہوگئیں۔ ایک منکر قدر و تقدیر کہ بندہ جو کچھ کرتا ہے آپ کرتا ہے' قضاوقدر کچھ نہیں۔ یہ مختار مطلق ہے۔

جبریہ

دوسرا کہنے لگا جو کچھ ہے تقدیر سے ہے' بندہ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔ اینٹ لکڑی کی طرح مجبور محض ہے' قضا و قدر جدھر لے چلی ہے چلتا ہے۔ ان کو جبریہ کہنے لگے۔

معتزلہ

ان کے تھوڑے دنوں بعد تابعین کے عہد میں ایک اور فرقہ نکلا جو کہتے تھے کہ اہل معاصی کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نہیں۔ نہ آخرت میں دیدار الٰہی

ممکن ہے۔ یہ فریق فلسفی اور حکیمانہ خیالات کا پابند تھا اسی کے موافق قرآن و احادیث کو کرنا چاہتا تھا۔

مرجیہ

ان کے بعد فرقہ مرجیہ پیدا ہوا جو کہتے تھے کہ صرف ایمان لانا کافی ہے' عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ مسلمان ہوکر خواہ کوئی زنا کرے' نماز نہ پڑھے' زکوٰۃ نہ دے' روزے نہ رکھے۔ اس کو کچھ خوف نہیں' قطعاً عذاب نہ ہوگا۔

جہمیہ

ان کے بعد خلافت عباسیہ کے قریب وسط میں ایک اور فرقہ پیدا ہوا' جس کا نام جہمیہ ہے۔ یہ لوگ صفات باری کے منکر تھے اور طرح طرح کی بدعات خلاف جمہور اہل اسلام ایجاد کر رکھی تھیں۔

ہندوستان میں تین فرقے اور پیدا ہوگئے ہیں۔ ایک نیچری' دوم چکڑالوی' سوم مرزائی وغیرہ جن کا عقیدہ جمہور اہل اسلام کے خلاف ہے۔ غرض تہتروں فرقہ جس سے یہ سب فرقے نکلے ہیں' فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت کا ہے۔

فرقہ ناجیہ

اہل اسلام کے سب فرقوں میں فقط اہلسنت و جماعت کا فرقہ ناجیہ ہے۔ چنانچہ امام احمد' ترمذی ج ۲ ص ۸۹ اور ابوداؤد ج ۲ ص ۲۷۵ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ عنقریب میری امت میں بہتر فرقے ہوجائیں گے' وہ سب کے سب دوزخی ہوں گے مگر ایک فرقہ نہ ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ کون سا فرقہ ہے۔ فرمایا جو میرے طریقے اور میرے صحابہ کے طریقہ پر ہوگا۔ (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل)

سو اسی کے مطابق ہوا کہ خلفائے راشدین کے بعد امت میں باعتبار جزئیات عقائد کا اختلاف شروع ہوا۔ حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اور اہل بیت کا طریقہ جو چلا آتا تھا اس میں بعض بعض نے کجی اور شرارت کر کے چند لوگوں کو بہکا پھسلا کر اپنے ساتھ کر لیا اور بعض بعض امور میں جمہور سے مخالف ہو گئے اور ان کے گروہ کا ایک جدا نام قرار پایا۔ یہاں تک کہ بہتر تک نوبت پہنچی اور جس میں سے وہ جدا ہو کر الگ ہوئے تھے وہ گروہ اعظم اہل بیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ ﷺ کے طریقہ پر جو تھا تہترواں فرقہ ہے اور اس کا نام فرقہ ناجیہ یعنی نجات پانے والا ہے اور یہ اہلسنت وجماعت کا فریق ہے۔

مسائل جزئیہ میں اختلاف کی وجہ

اہلسنت وجماعت اصول وعقاید میں سب متفق ہیں' ہاں جزئیات میں کسی قدر اختلاف ہے۔ سو جزئیات عملیات میں اختلاف ہونا موجب وسعت ہے۔ کما قیل اِخْتِلَافُ الْعُلَمَاءِ رَحْمَةٌ یعنی علماء کا اختلاف رحمت ہے۔

جزئیات میں اختلاف کی وجہ یہ ہے۔

اوّل تو موقع اجتہاد میں ہر مجتہد اپنی رائے کا تابع ہوتا ہے۔ پس جس کی رائے میں جو مسئلہ جس طرح آیا اس نے اس کو مسلم رکھا' اور کو اس سے اختلاف ہوا۔ مثلاً (۱) اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ ع ۲۸ پ آیت نمبر ۲۲۸ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ یعنی اور طلاق دی ہوئی عورتیں تین قروء تک نکاح نہ کریں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے اس طرف گئی کہ قروء سے مراد یہاں طہر ہے تو ان کے نزدیک عدت طہر قرار پایا۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سلیم اس طرف گئی کہ اس سے حیض مراد ہے۔ سو ان کے نزدیک عدت حیض قرار پایا۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ ع ۲ پ ٦ آیت نمبر ٦ میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ یعنی اور (وضو میں) اپنے سر کا مسح کرو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قرائن اور ادلہ سے تمام سر کا مسح ثابت کیا ہے' امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ چوتھائی سر کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر ایک بال کا مسح بھی کرے گا تو کافی ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس

دوم۔ بعض احادیث ایک امام کو بسبب کم واسطہ ہونے کے بسند صحیح پہنچی۔ بعض کو بسبب آجانے بیچ میں کسی راوی ضعیف کے سند غیر صحیح سے پہنچی۔ پس اول نے اس کو عمل کے قابل سمجھا' دوسرے نے ضعیف جان کر چھوڑ دیا۔ اختلاف مسئلہ میں واقع ہوا۔

سوم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی آسانی کیلئے ایک کام کو مختلف طور سے ادا کیا کرتے تھے کیونکہ اگر ایک ہی طور پر ہو تو بعض کو دقت پیش آئے۔ مثلاً نماز میں اکثر آپ سوائے تکبیر تحریمہ کے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے اور کبھی اٹھا بھی لیتے تھے۔ پس جس صحابی رضی اللہ عنہ نے رفع یدین کرتے دیکھا' اس کی روایت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی۔ انہوں نے رفع یدین نماز میں سنت سمجھا اور جس صحابی رضی اللہ عنہ نے رفع یدین نہ کرتے دیکھا' اس کی روایت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی' ان کے نزدیک نماز میں رفع یدین نہ کرنا سنت ٹھہرا۔

چہارم۔ بعض کام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا میں کیا پھر اس کو ترک کر دیا۔ جس صحابی رضی اللہ عنہ نے کرتے دیکھا اور پھر اس کو ترک کی خبر نہ پہنچی' اس نے اس کو سنت سمجھا۔ پس اس کی روایت جس امام کو پہنچی۔ اس کے نزدیک سنت ٹھہرا اور جس

صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کو ترک کرتے دیکھا' اس کی روایت دوسرے امام کو پہنچی' اس نے ترک کرنا سنت جانا۔ علیٰ ہذا القیاس

اس قسم کے اسباب سے جزئیات میں اختلاف واقع ہوا ورنہ عقاید سب کے ایک ہیں۔ دو ایک جا جو اختلاف ہے سو وہ تحقیقی علمی ہے کچھ اختلاف کی بات نہیں۔

خلاصہ یہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جو بعض مسائل فقہیہ میں اختلاف ہے سو یہ کچھ اختلاف ایسا نہیں ہے کہ جس سے دونوں کو الگ الگ فریق سمجھا جائے' اس لئے کہ اصول سب کا ایک ہے۔ مسائل اجتہادیہ میں اپنی اپنی سمجھ اور احادیث کی صحت وضعف و اعتبار و عدم اعتبار اور ان کے معانی سمجھنے کا فرق ہے۔ ایسا اختلاف اصحاب رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم میں بھی تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا اس لئے کہ ہر ایک کی سمجھ اور علم اور حفظ یکساں نہیں۔

فقہ اکبر

علم عقاید میں بیشمار کتابیں عربی' فارسی' اردو زبانوں میں مروج ہیں مگر ان سب کا لب لباب اور خلاصہ فقہ اکبر[1] ہے جس کو تبرکاً و تیمناً اس جگہ مع ترجمہ اردو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے تا کہ حنفی بھائی نماز حنفی مدلل کو پڑھنے سے پہلے اپنے عقاید کو حنفی مذہب کے مطابق جانچ اور پڑتال کریں کیونکہ آج کل عوام الناس کیا خواص لوگوں کے عقاید میں فتور اور فساد پڑ گیا ہے۔ حتیٰ کہ خاص حنفیوں میں ہی سخت اختلاف ہو گیا ہے کہ جس سے حق و باطل میں تمیز نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے میں نے یہ کتاب نماز حنفی تیار کی ہے تا کہ حنفی مذہب کی سچی سچی باتیں جیسا کہ سلف صالحین میں پائی جاتی تھیں' عوام الناس کو معلوم ہو جائیں اور ہوا پرست اور خود غرض اور جدت پسند

---

[1] گو فقہ اکبر کی نسبت بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں ہے لیکن مشہور عام یہی ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہیں۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ) ۱۲

علماء کے دام تزویر سے بچ جائیں۔

جہاں مثلِ زلیخا مشتری تھا جن مضامین کا
تماشا ہے وہ یوسف بن کے ہیں بازار میں آئے

ایمان مجمل کی تعریف

اَصْلُ التَّوْحِیْدِ وَمَا یَصِحُّ الْاِعْتِقَادُ عَلَیْہِ یَجِبُ اَنْ یَّقُوْلَ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْبَعْثِ الْمَوْتِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْحِسَابُ وَالْمِیْزَانُ وَالْجَنَّۃُ وَالنَّارُ حَقٌّ کُلُّہٗ، یعنی یہ کتاب ہے اصل توحید اور اعتقاد صحیح کے بیان میں۔ واجب ہے ہر مسلمان پر کہ کہے صدق دل سے یقین لایا میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے سب فرشتوں پر اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور جی اٹھنے پر پیچھے مرنے کے اور خیر وشر کی تقدیر پر کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہے۔ (یعنی مقدر کرنے والا خیر وشر کا حق تعالیٰ ہے۔ اور قدر کے معنی ہیں مقرر کرنا حق تعالیٰ کا ہر چیز کو اپنے مرتبے میں کہ اس طرح پائی جائے گی برائی ہو یا بھلائی) اور حساب ہونا اور تلنا اعمال کا قیامت میں اور بہشت اور دوزخ سب حق ہے۔

توحید ذات باری

وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَاحِدٌ لَّا مِنْ طَرِیْقِ الْعَدَدِ وَلٰکِنْ مِّنْ طَرِیْقِ اَنَّہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ لَّایُشْبِہُ شَیْئًا مِّنَ الْاَشْیَآءِ مِنْ خَلْقِہٖ وَلَا یُشْبِھُہٗ شَیْءٌ مِّنْ خَلْقِہٖ لَمْ یَزَلْ وَلَمْ یَزَالُ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہِ الذَّاتِیَّۃِ وَالْفِعْلِیَّۃِ یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ عدد سے نہیں۔ پر اس راہ سے کہ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ (یعنی واحد کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ اکیلا ہے ویسا دوسرا نہیں۔

Marfat.com

دوسرے دو میں کا ایک اللہ پہلے معنی کی راہ سے ایک ہے۔ دوسرے معنی عدد والے یہاں مراد نہیں اس واسطے کہ عدد حوادث میں سے ہیں) نہ اولاد والا اور نہ کسی کی اولاد سے' نہ کوئی اس کا ہم قوم ہے۔ مشابہ نہیں کسی چیز کے چیزوں سے اپنی مخلوق میں سے اور نہ اس جیسی اور چیز ہے خلق میں۔ (یعنی خدا ذات اور صفات میں سب مخلوق سے نرالا ہے) ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والا اپنے ناموں اور صفتوں ذاتی اور فعلی سے (یعنی ہمیشہ سے ہے ابتدا نہیں ہمیشہ رہنے والا بے انتہا)

صفت ذاتی

اَمَّا الذَّاتِیَّةُ فَالْحَیٰوةُ وَالْقُدْرَةُ وَالْعِلْمُ وَالْکَلَامُ وَالسَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَالْاِرَادَةُ یعنی صفت ذاتی بے موت کے زندگی ہے اور قدرت ہر چیز پر اور جاننا ہر چیز کا اور سننا اور دیکھنا پر کان آنکھ کے سوا اور ارادہ قدیم۔

صفت فعلی

وَاَمَّا الْفِعْلِیَّةُ فَالتَّخْلِیْقُ وَالتَّرْزِیْقُ وَالْاِنْشَاءُ وَالْاِبْدَاعُ وَالصُّنْعُ یعنی لیکن صفت فعلی (یعنی صفت فعل وہ ہے کہ اس کی ضد اللہ میں پائی جائے جیسے غضب کہ اس کی ضد رحمت اللہ میں پائی جاتی ہے اور ذاتی وہ کہ اس کی ضد اللہ میں نہ پائی جائے جیسے علم کہ ضد اس کی جہل ہے' اللہ میں نہیں پائی جاتی۔ فتاویٰ ظہیریہ میں لکھا ہے کہ جو کوئی قسم کھائے صفت فعلی پر اللہ کے تو وہ شرعاً قسم نہیں ہے۔ جیسے قسم اللہ کے غضب کی اور اگر قسم کھائے صفت ذاتی پر وہ شرعاً قسم ہو جاتی ہے۔ جیسے کہے وَعِزَّةِ اللّٰهِ قسم ہے اللہ کی عزت کی) سو پیدا کرنا مخلوق کا اور روزی دینا اور پیدا کرنا اور ایجاد کرنا اور از سر نو پیدا کرنا۔ (یعنی تخلیق انشاء صنع سب کے سب معنی پیدا کرنا اس چیز کا جو پہلے نہ تھی اس کی اور مثال ہو یا نہ ہو' اور ابداع کہتے ہیں پیدا کرنا ایسی

چیز کا اس کے پہلے کوئی مثال نہ ہو)

دیگر صفات

وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِنْ صِفَاتِ الْفِعْلِ لَمْ یَزَلْ وَلَا یَزَالُ بِصِفَاتِہٖ وَاَسْمَآئِہٖ لَمْ تَحْدُثْ لَہٗ صِفَاتُہٗ وَلَا اِسْمٌ لَمْ یَزَلْ عَالِمًا بِعِلْمِہٖ وَالْعِلْمُ صِفَتُہٗ فِی الْاَزَلِ وَقَادِرًا بِقُدْرَتِہٖ وَالْقُدْرَۃُ صِفَتُہٗ فِی الْاَزَلِ وَخَالِقًا بِتَخْلِیْقِہٖ وَالتَّخْلِیْقُ صِفَتُہٗ فِی الْاَزَلِ وَفَاعِلًا بِفِعْلِہٖ وَالْفِعْلُ صِفَتُہٗ فِی الْاَزَلِ وَالْفَاعِلُ ھُوَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَالْمَفْعُوْلُ مَخْلُوْقٌ وَفِعْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی غَیْرُ مَخْلُوْقٍ وَصِفَاتُہٗ فِی الْاَزَلِ غَیْرُ مُحْدَثَۃٍ وَمَخْلُوْقَۃٍ

یعنی اور سوا ان کے جو صفتیں فعلی ہیں وہ اپنی صفتوں اور ناموں کے ساتھ ازلی ہے۔ ابتدا نہیں کوئی صفت اس کی نو پیدا ہے نہ کوئی نام اس کا ہمیشہ سے وہ جانتا ہے اپنے علم سے اور علم اس کی صفت ہے قدیم سے اور ہمیشہ وہ قادر ہے ساتھ قدرت اپنی کے۔ وہ اس کی صفت قدیمی ہے اور ہمیشہ وہ پیدا کرنے والا ہے ساتھ اپنے پیدا کرنے کے۔ اور پیدا کرنا اس کی صفت ازلی ہے۔ اور کام کرنے والا ہے اور کام کرنا اس کی صفت ازلی ہے۔ (یعنی فعل بمعنی تخلیق) اور پیدا کرنے والا سب کا اللہ تعالیٰ ہے اور فعل کا اثر مخلوق ہے اور فعل اللہ تعالیٰ کا قدیم ہے اور صفتیں اس کی ازلی ہیں، نو پیدا اور مخلوق نہیں۔ (یعنی محدث اور مخلوق کے ایک ہی معنی ہیں)

صفتوں کا مخلوق نہ ہونا

وَمَنْ قَالَ اَنَّھَا مَخْلُوْقَۃٌ اَوْ مُحْدَثَۃٌ اَوْ وَقَفَ وَشَکَّ فِیْھَا فَھُوَ کَافِرٌ بِاللّٰہِ تَعَالٰی یعنی اور جو کہے کہ اس کی صفتیں مخلوق ہیں یا نو پیدا یا توقف اور شک کرے۔ (یعنی توقف یہ ہے کہ بالفعل قدیم حادث بالکل کچھ نہ کہے آگے کے سمجھ لینے پر موقوف رکھے اور شک یہ کہ یقین قدیم ہونے کا نہ کرے۔ خواہ دونوں طرفوں کا علم

برابر ہو یا نہ ہو) وہ کافر منکر ہے خدا تعالیٰ کا۔

صفتِ قرآن

وَالْقُرْاٰنُ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى فِي الْمَصَاحِفِ مَكْتُوْبٌ وَفِي الْقُلُوْبِ مَحْفُوْظٌ وَّعَلَى الْاَلْسِنَةِ مَقْرُوْءٌ وَّعَلَى النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مُنَزَّلٌ وَلَفْظُنَا بِالْقُرْاٰنِ مَخْلُوْقٌ وَّكِتَابَتُنَا لَهٗ مَخْلُوْقٌ وَقِرَاءَتُنَا لَهٗ مَخْلُوْقٌ یعنی اور قرآن کلام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ مصحفوں میں لکھا ہوا اور دلوں میں یاد اور زبانوں پر پڑھا گیا اور پیغمبر ﷺ پر اتارا گیا اور ادا کرنا ہمارا قرآن کو لفظوں سے مخلوق ہے اور لکھنا ہمارا اس کو اور پڑھنا ہمارا اس کو مخلوق ہے۔ (یعنی لفظ اور قرءت دونوں کے ایک معنی ہیں پر مراد لفظ سے یہاں زبان سے پڑھنا ہے اور قراءت سے خیال کرنا دل میں)

کلام خدا کا مخلوق نہ ہونا

وَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْاٰنِ عَنْ مُّوْسٰى وَغَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَعَنْ فِرْعَوْنَ وَاِبْلِيْسَ فَاِنَّ ذٰلِكَ كُلَّهٗ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى اِخْبَارًا عَنْهُمْ وَكَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرُ مَخْلُوْقٍ وَّكَلَامُ مُوْسٰى وَغَيْرِهٖ مِنَ الْمَخْلُوْقِيْنَ مَخْلُوْقٌ وَالْقُرْاٰنُ كَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَا كَلَامُهُمْ یعنی اور جو ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت موسیٰ اور ان کے سوا انبیاء علیہم السلام اور فرعون اور شیطان کے احوال سے یہ سب کلام اللہ تعالیٰ کا ہے خبر دیتا ہے ان سے' اور کلام خدائے تعالیٰ کا مخلوق نہیں اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور مخلوقات کا مخلوق ہے اور قرآن کلام اللہ تعالیٰ کا ہے نہ کلام ان کا۔

اللہ تعالیٰ کا متکلم ہونا

وَسَمِعَ مُوْسٰى كَلَامَ اللّٰهِ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا

وَقَدْ كَانَ اللّٰهُ مُتَكَلِّمًا وَّلَمْ يَكُنْ كَلَّمَ مُوْسٰى یعنی اور سنا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام خدا تعالیٰ کا جیسا خدا کے قول میں ہے اور بات کی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے اور بیشک متکلم تھا اللہ اس حال میں کہ نہیں بات کی تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے۔

اللہ تعالیٰ کا پیدا کرنے سے پہلے خالق ہونا

وَقَدْ كَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى خَالِقًا فِي الْاَزَلِ وَلَمْ يَخْلُقِ الْخَلْقَ یعنی اور بیشک اللہ تعالیٰ خالق تھا ازل میں اور ابھی نہیں پیدا کیا تھا خلق کو۔

اللہ تعالیٰ کی کلام اور مخلوق کی کلام میں فرق

فَلَمَّا كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى كَلَّمَهٗ بِكَلَامِهِ الَّذِيْ هُوَ لَهٗ صِفَةٌ فِي الْاَزَلِ وَصِفَاتُهٗ كُلُّهَا بِخِلَافِ صِفَاتِ الْمَخْلُوْقِيْنَ یعنی پھر جب کلام کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اس کلام کے ساتھ جو اس کی صفت ازلی ہے اور اس کی سب صفتیں برخلاف صفتوں مخلوقات کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات اور ہماری صفات میں فرق

يَعْلَمُ لَا كَعِلْمِنَا وَيَقْدِرُ لَا كَقُدْرَتِنَا وَيَرٰى لَا كَرُؤْيَتِنَا وَيَتَكَلَّمُ لَا كَكَلَامِنَا وَيَسْمَعُ لَا كَسَمْعِنَا یعنی جانتا ہے پر وہ ہمارا سا علم نہیں' اور قدرت رکھتا ہے نہ ہمارے سی قدرت' اور دیکھتا ہے نہ ہمارا سا دیکھنا' اور کلام کرتا ہے نہ ہمارا سا کلام کرنا' اور سنتا ہے نہ ہمارا سا سننا۔

اللہ تعالیٰ کی کلام کے آلات اور ہمارے آلات میں فرق

نَحْنُ نَتَكَلَّمُ بِالْاٰلَاتِ وَالْحُرُوْفِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يَتَكَلَّمُ بِلَا اٰلَةٍ وَّحُرُوْفٍ وَّالْحُرُوْفُ مَخْلُوْقَةٌ وَّكَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰى غَيْرُ مَخْلُوْقٍ یعنی ہم کلام کرتے ہیں ساتھ آلات کے اور حروف کے (یعنی اسباب جیسے زبان' منہ' دانت) اور اللہ پاک کلام

کرتا ہے بغیر اسباب اور حروف کے' اور حروف مخلوق ہیں اور کلام اللہ تعالیٰ کا مخلوق نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا جوہر' عرض اور جسم وغیرہ سے خالی ہونا

وَهُوَ شَيْئٌ لَّا كَالْاَشْيَاءِ وَمَعْنَى الشَّيْئِ اِثْبَاتُهٗ' بِلَا جِسْمٍ وَّجَوْهَرٍ وَلَا عَرَضٍ وَّلَا حَدَّ لَهٗ' یعنی اور وہ شئے ہے نہ اور چیزوں کی طرح (یعنی نہ اور چیزوں کی طرح کہ جسم سے خالی نہیں ہوتیں پس اگلا قول بلا جسم اس کا بیان ہے) اور شئے کے معنی موجود کے ہیں بغیر جسم کے اور نہ جوہر ہے اور نہ عرض (جوہر کہتے ہیں جو اپنے آپ کسی جگہ میں قرار پکڑے اور عرض اس میں پایا جاتا ہے جیسے کپڑا کہ اس میں سفیدی پائی جاتی ہے۔ عرض وہ چیز کہ غیر میں ہو کر کسی جگہ میں قرار پکڑے جیسے سفیدی کپڑے میں اور نہ کوئی اس کی حد ہے (حد کے دو معنی ہیں۔ ایک نہایت یعنی وہ نہایت نہیں رکھتا کہ وہ جسم میں ہوتی ہے۔ دوسری حقیقت کہ کئی جزو سے پوری ہو یعنی اس کا جزو نہیں تو اس کی حد اور حقیقت نہیں)

اللہ تعالیٰ کا شریک اور مثل نہ ہونا

وَلَا ضِدَّ لَهٗ' وَلَا نِدَّ لَهٗ' وَلَا مِثْلَ لَهٗ' یعنی نہ کوئی اس کا جھگڑالو ہے اور نہ شریک اس کا۔ اور نہ کوئی اس کی مانند۔

اللہ تعالیٰ کے ہاتھ منہ اور نفس کا مطلب

وَلَهٗ' يَدٌ وَّوَجْهٌ وَّنَفْسٌ كَمَا ذَكَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِى الْقُرْاٰنِ فَهُوَ صِفَاتٌ بِلَا كَيْفٍ وَّلَا يُقَالُ اِنَّ يَدَهٗ' قُدْرَتُهٗ' اَوْ نِعْمَتُهٗ' لِاَنَّ فِيْهِ اِبْطَالَ الصِّفَةِ وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الْقَدْرِ وَالْاِعْتِزَالِ وَلٰكِنْ يَّدَهٗ' صِفَةٌ بِلَا كَيْفٍ غَضَبُهٗ' وَرِضَاهُ صِفَتَانِ بِلَا كَيْفٍ یعنی اور اس کیلئے ہاتھ اور منہ اور نفس ہے جیسا کہ ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے

قرآن مجید میں (یعنی يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيهِمْ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ اور باقی رہے گی ذات پروردگار تیرے کی اور تَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِىْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِكَ یعنی جانتا ہے تو جو میرے جی میں ہے اور نہیں جانتا ہوں میں جو تیرے نفس میں ہے) پس یہ صفتیں ہیں اور کیفیت ان کی معلوم نہیں اور نہ کوئی کہے کہ ہاتھ سے قدرت یا نعمت مراد ہے کیونکہ اس میں تو اس کی صفت باطل ہوتی ہے (یعنی حقیقت میں اس کے ہاتھ اور منہ اور نفس ہیں لیکن جیسے وہ نرالا ہے ایسے وہ بھی ہیں نہ ہمارے جیسے) اور یہ قول قدریوں اور معتزلوں کا ہے۔ ہاتھ اس کا جو اس کی صفت ہے معلوم نہیں کیونکر ہے۔ غضب اور رضا مندی اس کی دونوں صفتیں ہیں معلوم نہیں کیسی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا علم

خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى الْاَشْيَاءَ لَامِنْ شَىْءٍ وَّكَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَالِمًا فِى الْاَزَلِ بِالْاَشْيَاءِ قَبْلَ كَوْنِهَا وَهُوَ الَّذِىْ قَدَّرَ الْاَشْيَاءَ وَقَضَاهَا وَلَايَكُوْنُ فِى الدُّنْيَا وَلَا فِى الْاٰخِرَةِ شَىْءٌ اِلَّا بِمَشِيَّتِهٖ وَعِلْمِهٖ وَقَضَائِهٖ وَقَدْرِهٖ وَكَتْبِهٖ فِى اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ لٰكِنَّ كَتْبَهٗ بِالْوَصْفِ لَابِالْحُكْمِ یعنی پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے ساری چیزوں کو نہ کسی چیز سے اور ہے اللہ تعالیٰ جاننے والا قدیم سے سب چیزوں کو پہلے ان کے پیدا ہونے سے اور وہ ذات پاک ہے کہ مقدر کیا اس نے سب چیز کو اور محکوم کیا اپنا اور نہیں ہوتی ہے کوئی چیز دنیا میں اور نہ آخرت میں بغیر اس کے ارادے اور علم اور حکم اور تقدیر اور لکھنے اس کے کے بیچ لوح محفوظ کے' پر لکھنا اس کا وصف کے ساتھ ہے نہ حکم کے۔ (کتب بالفتح کہتے ہیں لکھنے کو یعنی یوں لکھنا کہ فلانا آدمی فلانی فلانی چیز برائے بھلائی کے ان صفتوں کے ساتھ فلانے زمانے فلانے مکان میں اپنے اختیار سے کرے گا۔ اس طرح کہ حکم ہے فلانے پر زبردستی اس کام کے کرنے کا۔

قضا وقدر

وَالْقَضَاءُ وَالْقَدَرُ وَالْمَشِيَّةُ صِفَاتُهٗ فِي الْاَزَلِ بِلَا كَيْفٍ يَعْلَمُ اللّٰهُ تَعَالٰى الْمَعْدُوْمَ فِيْ حَالِ عَدَمِهٖ مَعْدُوْمًا وَيَعْلَمُ اَنَّهٗ كَيْفَ يَكُوْنُ اِذَا اَوْجَدَهٗ وَيَعْلَمُ اللّٰهُ تَعَالٰى الْمَوْجُوْدَ فِيْ حَالِ وُجُوْدِهٖ مَوْجُوْدًا وَيَعْلَمُ كَيْفَ يَكُوْنُ فَنَاؤُهٗ وَيَعْلَمُ اللّٰهُ تَعَالَى الْقَائِمَ فِيْ حَالَ قِيَامِهٖ قَائِمًا فَاِذَا قَعَدَ فَقَدْ عَلِمَهٗ قَاعِدًا فِيْ حَالِ قُعُوْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَتَغَيَّرَ عِلْمُهٗ اَوْ يَحْدُثَ لَهٗ عِلْمٌ وَّلٰكِنَّ التَّغَيُّرَ وَالْاِخْتِلَافَ يَحْدُثُ عِنْدَ الْمَخْلُوْقِيْنَ یعنی اور قضا اور قدر اور مشیت اس کی صفتیں قدیم ہیں پر کیفیت معلوم نہیں (یعنی قضا اور قدر دو حکم ہیں ایک سے اجمالی مراد ہے دوسرے سے تفصیلی اور مشیت وہ ارادہ جو دونوں حکم کے ساتھ علاقہ رکھے) جانتا ہے اللہ ناپیدا کو وقت ناپیدا ہونے کے ناپیدا' اور جانتا ہے جیسے ہو جائے گا جب پیدا کرے گا' اور جانتا ہے اللہ تعالیٰ موجود کو ہونے کے وقت موجود' اور جانتا ہے کیونکر ناپیدا ہوگا' اور جانتا ہے اللہ تعالیٰ کھڑے کو کھڑے ہونے کے وقت میں کھڑا پھر جب وہ بیٹھے تو جان لیتا ہے اس کو بیٹھا بیٹھنے کے وقت پر علم اس کا نہیں بدلتا۔ نہ نیا پیدا ہوتا ہے مگر بدلنا اور تغیر پیدا ہوتا ہے مخلوقات میں۔

مومن اور کافر کی حقیقت

خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالَى الْخَلْقَ سَلِيْمًا مِّنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ ثُمَّ خَاطَبَهُمْ وَاَمَرَهُمْ وَنَهَاهُمْ فَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ بِفِعْلِهٖ وَاِنْكَارِهٖ وَجُحُوْدِهٖ لِخِذْلَانِ اللّٰهِ اِيَّاهُ وَاٰمَنَ مَنْ اٰمَنَ بِفِعْلِهٖ وَاِقْرَارِهٖ وَتَصْدِيْقِهٖ بِتَوْفِيْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَنُصْرَتِهٖ لَهٗ اَخْرَجَ ذُرِّيَّةَ اٰدَمَ مِنْ صُلْبِهٖ فَجَعَلَهُمْ عُقَلَاءَ فَخَاطَبَهُمْ وَاَمَرَهُمْ وَنَهَاهُمْ فَاَقَرُّوْا لَهٗ بِالرُّبُوْبِيَّةِ فَكَانَ ذٰلِكَ مِنْهُمْ اِيْمَانًا يُوْلَدُوْنَ عَلٰى تِلْكَ الْفِطْرَةِ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَدْ

بَدَّلَه، وَغَيَّرَه، وَمَنْ اٰمَنَ وَصَدَّقَ فَقَدْ ثَبَتَ عَلَيْهِ وَدَاوَمَ وَلَمْ يُجْبِرْ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِهٖ عَلَى الْكُفْرِ وَلَا عَلَى الْاِيْمَانِ وَلَا خَلَقَهُمْ مُؤْمِنًا وَّلَا كَافِرًا وَّلٰكِنْ خَلَقَهُمْ اَشْخَاصًا وَالْاِيْمَانُ وَالْكُفْرُ فِعْلُ الْعِبَادِ يَعْلَمُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَنْ يَّكْفُرُ فِيْ حَالِ كُفْرِهٖ كَافِرًا فَاِذَا اٰمَنَ ذٰلِكَ عَلِمَه، مُؤْمِنًا فِيْ حَالِ اِيْمَانِهٖ وَاَحَبَّه، مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّتَغَيَّرَ عِلْمُه، وَصِفَتُه، وَجَمِيْعُ اَفْعَالِ الْعِبَادِ مِنَ الْحَرَكَةِ وَالسُّكُوْنِ كَسْبُهُمْ عَلَى الْحَقِيْقَةِ وَاللّٰهُ تَعَالٰى خَلَقَهَا وَهِيَ كُلُّهَا بِمَشِيَّتِهٖ وَعِلْمِهٖ وَقَضَآئِهٖ وَقَدَرِهٖ وَالطَّاعَاتُ كُلُّهَا مَا كَانَتْ وَاجِبَةٌ بِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَبِمَحَبَّتِهٖ وَبِرِضَائِهٖ وَمَشِيَّتِهٖ وَقَضَائِهٖ وَتَقْدِيْرِهٖ وَالْمَعَاصِيْ كُلُّهَا بِعِلْمِهٖ وَقَضَائِهٖ وَتَقْدِيْرِهٖ وَمَشِيْعَتِهٖ لَا بِمَحَبَّتِهٖ وَلَا بِرَضَائِهٖ وَلَا بِاَمْرِهٖ یعنی پیدا کی اللہ تعالیٰ نے ساری خلقت خالی کفر اور ایمان سے' پھر خطاب کیا اور حکم کیا باتوں کا اور منع کیا پھر نہ مانا کافر نے اپنے اختیار اور انکار سے اور انکار کرنے سے (یعنی جحود کہتے ہیں دیدہ و دانستہ انکار کرنے کو) بسبب چھوڑنے اللہ کے اس کو (خذلان بالکسر مدد نہ کرنا اور توفیق نہ دینا اس سے معلوم ہوا کہ خذلان ضد ہے توفیق کی) اور مومن ہوا جو ایمان لایا ہے اپنے اختیار سے اور اقرار زبانی اور دل میں مان لینے سے بسبب توفیق اللہ کے اور اس کے مدد دینے کے اس کو نکالا اس نے اولاد آدم کو اس کی پشت سے چیونٹیوں کی شکل پھر ان کو عقل دی اور خطاب اور حکم کیا ان کو بھلائی کا اور منع کیا برائی سے' پھر اقرار کیا انہوں نے اسکے پروردگار ہونے کا۔ پس ہوا یہ ان سے ایمان' پیدا کئے جاتے ہیں اسی ایمان پر (یعنی میثاق کے دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے اولاد اس کی کو چیونٹیوں کی شکل نکال کر پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے اقرار کیا۔ یہی ان کا ایمان تھا اب جو پیدا ہوتا ہے اسی ایمان پر) اور جو کافر ہو جاتا ہے اس کے پیچھے وہ بدل ڈالتا ہے ایمان کو اور جو ایمان لاتا ہے اور تصدیق کرتا

ہے پس تحقیق وہ ثابت رہتا ہے اپنے اقرار پر' اورنہیں زبردستی کرتا کسی کو کفر پر اور
نہ ایمان پر۔ اورنہیں پیدا کیا ان کو مسلمان اور نہ کافر' پر پیدا کیا ان کو شخص شخص اور
ایمان اور کفر بندوں کا کام ہے جانتا ہے اللہ تعالیٰ کافر کو کفر کی حالت میں کافر۔
پھر جب وہ ایمان لاتا ہے جان لیتا ہے اس کو مومن ایمان لانے کے وقت اور
دوست رکھتا ہے اس کو۔ پر علم اور صفت اسکی بدلتی نہیں اور سب کام بندوں کے
حرکت اور سکون سے کئے ہوئے ہیں انہیں کے حقیقتاً اور اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا
ہے۔ اور یہ سب کام اللہ کے ارادہ اور علم اور حکم اور تقدیر سے ہیں اور سب عبادتیں
تھوڑی یا بہت ثابت ہیں اللہ کے امر سے اور اس کی محبت اور خوشنودی سے (یعنی امر
سے جیسے اللہ تعالیٰ کا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ محبت سے جیسے قول اللہ تعالیٰ کا اِنَّ
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (پ۲ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۵) رضا سے جیسے قول اس کا
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (پ۳۰ سورہ البینۃ آیت نمبر ۸) اور ارادہ اور حکم اور تقدیر سے اور
سب گناہ اسکے علم اور حکم اور تقدیر اور ارادہ سے ہیں نہ محبت اور خوشنودی اور امر سے۔

انبیاء کا معصوم ہونا

وَالْاَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كُلُّهُمْ مُنَزَّهُوْنَ عَنِ الصَّغَائِرِ
وَالْكَبَائِرِ وَالْكُفْرِ وَالْقَبَائِحِ وَكَانَتْ مِنْهُمْ زَلَّاتٌ وَخَطِيَّاتٌ یعنی اور سارے نبی
ان پر درود اور سلام ہو' سب پاک ہیں گناہوں صغیرہ اور کبیرہ اور کفر اور برائیوں
سے اور ہوئی ہیں ان سے لغزشیں اور خطائیں (یعنی لغزش جیسے حضرت آدم علیہ السلام
نے گیہوں کھایا اس خیال سے کہ درخت خاص کے کھانے کو منع کیا ہے' مطلق
گیہوں کو نہیں یا اس خیال سے کہ فرشتہ ہونے اور ہمیشہ رہنے کیلئے جنت میں منع
ہے مطلق کھانا منع نہیں جیسے شیطان نے بہکایا تھا' اور خطا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے گھونسا مارا ایک کو فرعون کی قوم سے' وہ مر گیا۔

پیغمبر عرب کی تعریف

وَمُحَمَّدٌ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَبِيْبُهٗ وَعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَنَبِيُّهٗ وَصَفِيُّهٗ وَنَقِيُّهٗ وَلَمْ يَعْبُدِ الصَّنَمَ وَلَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ تَعَالٰى طَرْفَةَ عَيْنٍ وَّلَمْ يَرْتَكِبْ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً قَطُّ یعنی اور محمد ﷺ دوست اس کے اور بندے اور رسول اور نبی اور مختار اور پاک کئے ہوئے اس کے ہیں انہوں نے کبھی بت کی پوجا نہیں کی اور نہ شرک کیا ساتھ اللہ تعالیٰ کے ایک پلک مارنے تک اور کبھی گناہ صغیرہ اور کبیرہ نہیں کیا۔

صحابہ کبار کی تعریف

اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الْفَارُوْقُ ثُمَّ عُثْمَانُ ذُوالنُّوْرَيْنِ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ كَانُوْا عَابِدِيْنَ عَلَى الْحَقِّ وَمَعَ الْحَقِّ نَتَوَلَّاهُمْ جَمِيْعًا وَّلَا نَذْكُرُ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِلَّا بِخَيْرٍ یعنی بہتر سب آدمیوں سے بعد رسول اللہ ﷺ کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (یعنی حضرت ﷺ نے فرمایا سورج نہیں نکلا اور نہ ڈوبا بعد پیغمبروں اور رسولوں کے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل پر بعد انبیاء کے) صدیق ہیں۔ (تفسیر کبیر میں لکھا ہے جب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے قصہ معراج کا سن کر کہا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اَشْهَدُ اَنَّكَ صِدِّيْقٌ حَقًّا تب ہی سے ان کا نام صدیق ہوا) پھر حضرت عمر بن خطاب فاروق رضی اللہ عنہ (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی اور منافق حضرت ﷺ کے پاس جھگڑتے آئے۔ حضرت ﷺ نے حق بتایا یہودی کا۔ منافق نے کہا میں عمر رضی اللہ عنہ کو حاکم بناتا ہوں۔

جب وہ ان کے پاس آئے تو یہودی نے کہا حضرت ﷺ نے میرا حق بتایا' یہ ناراض ہو کر تمہارے پاس آیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافق سے پوچھا۔ اس نے اقرار کیا۔ تب انہوں نے کہا ٹھہرو گھر سے ہو کر آتا ہوں۔ گھر سے تلوار لے کر آئے اور منافق کا سر کاٹ دیا اور کہا یہ اس شخص کا حال ہے جو خدا اور رسول کا انصاف کیا ہوا نہ مانے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا عمر رضی اللہ عنہ نے خوب جدا کیا حق کو باطل سے۔ اس روز سے ان کا نام فاروق ہوا۔ (فاروق کے معنی بہت فرق کرنے والا) پھر حضرت عثمان ذی النورین (یعنی ذوالنور دو نور والے) وہ دو نور حضرت ﷺ کی صاحبزادیاں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا تھیں کہ ان کو منسوب ہوئیں۔ جب وہ مریں حضرت نے فرمایا اگر تیسری ہوتی تو میں اسی کے ساتھ نکاح کر دیتا۔ پھر حضرت علی بن ابی طالب' خوشنود ہو اللہ تعالیٰ ان سب سے' تھے عبادت کرنے والے حق پر اور حق کے ساتھ (یعنی بعضے نسخوں میں عابرین ہے یعنی گذرنے والے تھے حق پر اور ثابت رہنے والے تھے حق کے ساتھ ہمیشہ) دوستی رکھتے ہیں ہم سب سے اور نہیں یاد کرتے ہم کسی کو اصحاب رسول ﷺ کے سے مگر ساتھ نیکی کے۔

مسلمانوں کا گناہوں کے سبب کافر نہ ہونا

وَلَا نُكَفِّرُ مُسْلِمًا بِذَنْبٍ مِّنَ الذُّنُوْبِ وَاِنْ كَانَتْ كَبِيْرَةً اِذَا لَمْ يَسْتَحِلَّهَا وَلَا نُزِيْلُ عَنْهُ اسْمَ الْاِيْمَانِ وَنُسَمِّيْهِ مُؤْمِنًا حَقِيْقَةً وَيَجُوْزُ اَنْ يَكُوْنَ مُؤْمِنًا فَاسِقًا غَيْرَ كَافِرٍ یعنی اور نہیں کافر ٹھہراتے ہم کسی مسلمان کو گناہ کے سبب سے گناہوں سے اگرچہ کبیرہ ہو جب تلک اس کو حلال نہ جانے' اور نہیں دور کرتے ہم اس سے ایمان کا نام' اور نام رکھتے ہیں ہم اس کا مسلمان حقیقتاً' اور ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان گناہ کبیرہ کرے اور کافر نہ ہو۔

مسلمان کا گناہوں کے سبب دوزخ میں جانے یا نہ جانے کا حکم

وَالْمَسْحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ سُنَّةٌ وَالصَّلٰوةُ خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَّ فَاجِرٍ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ جَائِزَةٌ وَلَا نَقُوْلُ اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَضُرُّهُ الذُّنُوْبُ وَلَا نَقُوْلُ اِنَّهٗ لَا يَدْخُلُ النَّارَ وَلَا نَقُوْلُ اِنَّهٗ يُخَلَّدُ فِيْهَا وَاِنْ كَانَ فَاسِقًا بَعْدَ اَنْ يَّخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا مُؤْمِنًا وَّلَا نَقُوْلُ حَسَنَاتُنَا مَقْبُوْلَةٌ وَسَيِّئَاتُنَا مَغْفُوْرَةٌ كَقَوْلِ الْمُرْجِئَةِ وَلٰكِنْ نَقُوْلُ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا حَسَنًا بِجَمِيْعِ شَرَائِطِهَا خَالِيَةً عَنِ الْعُيُوْبِ الْمُفْسِدَةِ وَلَمْ يُبْطِلْهَا حَتّٰى يَخْرُجَ مِنَ الدُّنْيَا مُؤْمِنًا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُضِيْعُهَا بَلْ يَقْبَلُهَا مِنْهُ وَيُثِيْبُهٗ عَلَيْهَا وَمَا كَانَ مِنَ السَّيِّئَاتِ دُوْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ وَلَمْ يَتُبْ عَنْهَا صَاحِبُهَا حَتّٰى مَاتَ مُؤْمِنًا فَاِنَّهٗ فِيْ مَشِيَّةِ اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَلَمْ يُعَذِّبْهُ بِالنَّارِ اَبَدًا وَّالرِّيَاءُ اِذَا وَقَعَ فِيْ عَمَلٍ مِّنَ الْاَعْمَالِ فَاِنَّهٗ يُبْطِلُ اَجْرَهٗ وَكَذٰلِكَ الْعُجْبُ

یعنی اور مسح کرنا موزوں پر سنت ہے اور نماز پڑھنا پیچھے ہر نیک و بد مسلمان کے روا ہے' اور یہ نہیں کہتے ہم کہ گناہ مسلمان کو ضرر نہیں کرتا' اور ہم نہیں کہتے کہ وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور یہ نہیں کہتے ہم کہ وہ ہمیشہ رہے گا اس میں اگرچہ بدکار ہو۔ پر گیا ہو دنیا سے مسلمان' اور ہم یہ نہیں کہتے کہ نیکیاں ہماری خواہ مخواہ مقبول اور گناہ ہمارے معاف ہیں جیسے مرجیہ کہتے ہیں۔ پر کہتے ہیں ہم جو نیک کام کریں گا ساتھ سب شرطوں کے' خالی تباہ کرنے والے عیبوں سے اور نہ باطل کرے گا اس کو یہاں تک کہ جائے گا دنیا سے مسلمان تو اللہ تعالیٰ نہیں ضائع کرے گا اس کو۔ بلکہ قبول کرے گا اس سے اور جزا دے گا اس کو اس کے اوپر' اور جو گناہ چھوٹا ہو شرک اور کفر سے اور اس سے توبہ نہ کی ہو کرنیوالے مسلمان نے مرتے دم تک تو وہ اللہ کے ارادہ میں ہے چاہے تو عذاب کرے اور چاہے بخشے اور دوزخ میں نہ ڈالے گا اس کو ہمیشہ کیلئے اور جب دیکھا واقع ہو کسی کام میں عبادات سے تو بیشک تباہ کرتا ہے اس کے ثواب کو' اور یہی حال ہے خود پسندی کا۔

معجزہ اور کرامت

وَالْاٰیَاتُ لِلْاَنْبِیَاءِ وَالْکَرَامَاتُ لِلْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ وَاَمَّا الَّتِیْ تَکُوْنُ لِاَعْدَائِہٖ مِثْلِ اِبْلِیْسَ وَفِرْعَوْنَ الدَّجَّالِ کَمَا رُوِیَ فِی الْاَخْبَارِ اَنَّہٗ کَانَ وَیَکُوْنُ لَھُمْ فَلَا نُسَمِّیْھَا اٰیَاتٍ وَّلَا کَرَامَاتٍ وَّلٰکِنْ نُّسَمِّیْھَا قَضَاءَ حَاجَاتِھِمْ وَذٰلِکَ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقْضِیْ حَاجَاتِ اَعْدَائِہٖ اِسْتِدْرَاجًا لَّھُمْ وَعُقُوْبَۃً لَّھُمْ فَیَغْتَرُّوْنَ وَیَزْدَادُوْنَ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا وَّذٰلِکَ کُلُّہٗ جَائِزٌ وَّمُمْکِنٌ یعنی اور معجزے نبیوں کے اور کرامتیں ولیوں کی حق ہیں۔ اور وہ کام عادت کے برخلاف جو اللہ کے دشمنوں سے ہوتے ہیں جیسے شیطان اور فرعون اور دجال سے۔ چنانچہ حدیثوں میں آیا ہے کہ ہوئے ہیں اور ہوں گے ان کا نام ہم آیات اور کرامات نہیں رکھتے (یعنی خلاف عادت کی باتیں شیطان سے جیسے ایک دم بھر میں ساری زمین پر پھیلنا' اور بہکانا سارے مشرق اور مغرب کے لوگوں کو ایک وقت میں' اور آدمی کے بدن میں خون کی طرح دوڑنا' اور فرعون سے جیسے جاری ہونا رود نیل کا اس کے حکم کے موافق' اور ٹھہر جانا اس کے گھوڑے کی ٹانگوں کا' اور گھٹ جانا چڑھتے اترتے وقت اس کے قصر کا موافق خواہش کے اور دجال سے جیسے مارنا جلانا آدمیوں کا) لیکن ان کو قضا حاجات کہتے ہیں اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حاجت روائی کرتا ہے اپنے دشمنوں کی فریب دینے کیلئے دنیا میں اور عذاب کیلئے آخرت میں۔ پھر وہ دھوکا کھاتے ہیں اور زیادہ سرکشی اور کفر کرتے ہیں (یعنی جیسے فرعون کا حال ہوا۔ چنانچہ اس نے چار سو برس عیش کیا اور اسکے باورچی خانہ کا ایک پیالہ ٹوٹا۔

فائدہ بعضے نسخہ میں ہے عصیانا و کفرا یعنی پھر وہ بڑھتے ہیں برائی میں اور کفر میں) اور یہ سب جائز ہیں اور عقل سے کچھ دور نہیں۔

دیدارِ ذاتِ باری کی کیفیت

وَکَانَ اللّٰہُ تَعَالٰی خَالِقًا قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ وَرَازِقًا قَبْلَ اَنْ یَّرْزُقَ وَاللّٰہُ تَعَالٰی یُرٰی فِی الْاٰخِرَۃِ وَیَرَاہُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَھُمْ بِالْجَنَّۃِ بِاَعْیُنِ رُءُوْسِھِمْ بِلَا تَشْبِیْہٍ وَّلَا کَیْفِیَّۃٍ وَّلَا یَکُوْنُ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ خَلْقِہٖ مَسَافَۃٌ یعنی اور اللہ تعالیٰ میں صفت خالقیت کی پہلے پیدا کرنے خلق سے تھی اور رزاق تھا پہلے رزق دینے سے (یعنی جیسے آدمی میں صفت سخاوت کی ہے اگرچہ کوئی لینے والا نہ ہو) اور اللہ تعالیٰ دیکھا جائے گا آخرت میں۔ اور دیکھیں گے اس کو مسلمان بہشت میں سر کی آنکھوں سے بغیر تشبیہ کے (یعنی جسم اور صورت نہ ہوگی) اور کیفیت کے (یعنی جہت اور مکان میں مقابل ہو کر نظر نہیں آئے گا) اور نہ ہوگی اس میں اور اس کی خلق میں کچھ دوری۔

تعریف ایمان

وَالْاِیْمَانُ ھُوَالْاِقْرَارُ وَالتَّصْدِیْقُ وَاِیْمَانُ اَھْلِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ لَایَزِیْدُ وَلَایَنْقُصُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مُسْتَوُوْنَ فِی الْاِیْمَانِ وَالتَّوْحِیْدِ مُتَفَاضِلُوْنَ فِی الْاَعْمَالِ وَالْاِسْلَامُ ھُوَالتَّسْلِیْمُ وَالْاِنْقِیَادُ لِاَوَامِرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَمِنْ طَرِیْقِ اللُّغَۃِ فَرْقٌ بَیْنَ الْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ۔

ایمان اور اسلام میں فرق

وَلٰکِنْ لَایَکُوْنُ الْاِیْمَانُ بِلَا اِسْلَامٍ وَلَا یُوْجَدُ الْاِسْلَامُ بِلَا اِیْمَانٍ فَھُمَا کَالظَّھْرِ مَعَ الْبَطْنِ وَالدِّیْنُ اِسْمٌ وَاقِعٌ عَلَی الْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَالشَّرَائِعِ کُلِّھَا نَعْرِفُ اللّٰہَ تَعَالٰی حَقَّ مَعْرِفَتِہٖ کَمَا وَصَفَ نَفْسَہٗ فِیْ کِتَابِہٖ بِجَمِیْعِ صِفَاتِہٖ وَلَیْسَ یَقْدِرُ اَحَدٌ اَنْ یَّعْبُدَاللّٰہَ تَعَالٰی حَقَّ عِبَادَتِہٖ کَمَا ھُوَ لَہٗ وَلٰکِنَّہٗ یَعْبُدُہٗ بِاَمْرِہٖ کَمَا اَمَرَوَیَسْتَوِی الْمُؤْمِنُوْنَ کُلُّھُمْ فِی الْمَعْرِفَۃِ وَالْیَقِیْنِ وَالتَّوَکُّلِ وَالْمَحَبَّۃِ وَالرِّضَاءِ

وَالْخَوْفِ وَالرَّجَآءِ وَالْاِیْمَانِ فِی ذٰلِكَ وَیَتَفَاوَتُوْنَ فِیْمَا دُوْنَ الْاِیْمَانِ فِیْ ذٰلِكَ کُلِّہٖ یعنی اور ایمان' وہ اقرار کرنا زبان سے ہے' اور جی میں مان لینا' اور ایمان آسمان والوں اور زمین والوں کا نہ بڑھتا ہے اور نہ گھٹتا ہے اور مسلمان سب برابر ہیں اصل ایمان اور وحدانیت میں (یعنی اصل ایمان کم زیادہ نہیں ہوتا مگر مراتب بڑھتے گھٹتے ہیں۔ ایمان گویا بینائی ہے اور کفر نابینائی' پس آنکھوں والے ہونے میں سب مسلمان برابر ہیں کوئی اندھا نہیں) کم وبیش ہیں عمل کرنے میں' اور اسلام کہتے ہیں مان لینا دل میں اور بجالانا حکموں اللہ کا ظاہر میں۔ پس لغت کی راہ سے ایمان اور اسلام کے معنوں میں فرق ہے (لغت میں ایمان کہتے ہیں جی میں یقین کرنے کو اور اسلام کہتے ہیں حکم مان لینے کو۔ خواہ جی سے یا زبان یا ہاتھ پاؤں سے۔ یعنی اسلام عام ہے' یہاں سے حق تعالیٰ فرماتا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْآ اَسْلَمْنَا (پ ۲۶ سورہ حجرات آیت نمبر ۱۴) یعنی اعراب بولے ہم ایمان لائے کہ تم ایمان نہیں لائے مگر زبان سے تم نے اقرار کیا مگر شرع میں ایمان بغیر اسلام کے نہیں ہوتا اور نہ پایا جاتا ہے۔ اسلام بغیر ایمان کے۔ پس وہ دونوں گویا ابرہ استر ہیں ایک چیز کے۔ اور دین کہتے ہیں (یعنی شرع میں کہتے ہیں اقرار کرنا زبان سے اور دل سے مان لینا جیسا کہ وہ ہے ساتھ تمام ناموں اور صفتوں کے' یہ بات اس میں پائی جائے گی جو قبول کرے گا اللہ کے جملہ احکام بغیر تصدیق دل کے مقبول نہیں ہوتا) ایمان کو اور اسلام کو بھی اور سب شریعتوں کو بھی پہچانتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کو جیسا چاہیے ہم کو جس طرح پر بیان کیا ہے اللہ نے آپ کو اپنی کتاب میں ساتھ سب صفتوں کے یعنی اور وہ جو مشہور ہے مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ یعنی نہیں پہچانا ہم نے تم کو جیسا چاہیے' اس کے معنی یہ ہیں کہ تیری ذات حقیقتاً ہم کو معلوم نہیں اور نہیں قدرت ہے کسی میں کہ عبادت کرے اللہ تعالیٰ کی

جیسے کہ چاہیے جس عبادت کے وہ لائق ہے مگر وہ عبادت کرتا ہے اللہ کے حکم سے جیسا کہ اس کو حکم ہے۔ اور ہیں سب مسلمان علم اور یقین اور بھروسا کرنے اور محبت اور رضا مندی اور خوف اور امید میں یعنی معرفت سے مراد علم اس کا ہے ساتھ اسماء اور صفات کے' اور یقین وہ علم ہے کہ جس میں جانب خلاف کا احتمال نہ ہو ایمان کی قوت سے' اور توکل اللہ ہی پر ہے بھروسا کرنا' اور محبت سے مراد اللہ و رسول کی اطاعت اور رضاء سے مراد پسند رکھنا تقدیر کو بھلائی ہو یا مصیبت' اور خوف سے مراد ڈرنا عذاب اور غضب اس کے سے' اور رجا سے مراد شوق امید دونوں لازم ملزوم ہیں۔ اگر رجا کے ساتھ خوف نہ ہو تو اس کو امن کہتے ہیں۔ اگر خوف کے ساتھ رضا نہ ہو تو اس کو یاس کہتے ہیں) اور ایمان میں بیچ برابر ہونے ان چیزوں کے (یعنی سب مسلمان اس اعتقاد میں برابر ہیں معرفت یقین توکل وغیرہ میں) اور کم اور زائد ہوتے ہیں (مثلاً کسی میں کم توکل ہے۔ کسی میں زائد مگر اصل ایمان میں سب برابر ہیں) لوگ سوا ایمان کے ان سب چیزوں میں۔

ثواب وعذاب گنہگاراں

وَاللّٰہُ تَعَالٰی مُتَفَضِّلٌ عِبَادِہٖ عَادِلٌ قَدْ یُؤْتِیْ مِنَ الثَّوَابِ اَضْعَافَ مَا یَسْتَوْجِبُہُ الْعَبْدُ تَفَضُّلًا مِّنْہُ وَقَدْ یُعَاقِبُ عَلَی الذَّنْبِ عَدْلًا مِّنْہُ وَقَدْ یَعْفُوْا فَضْلًا مِّنْہُ یعنی اور اللہ تعالیٰ فضل والا ہے اپنے بندوں پر منصف ہے کبھی دیتا ہے دوگنا چوگنا ثواب بندے کے حق سے اپنے فضل سے' اور کبھی عذاب کرتا ہے گناہ پر اپنے انصاف سے۔ اور کبھی بخشتا ہے اپنے فضل سے۔

شفاعت گنہگاراں

وَشَفَاعَۃُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ حَقٌّ وَشَفَاعَۃُ النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

لِلْمُؤْمِنِیْنَ الْمُذْنِبِیْنَ وَلِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْھُمُ الْمُسْتَوْجِبِیْنَ الْعِقَابَ حَقٌّ یعنی اور بخشوانا نبیوں (علیہم السلام) کا قیامت میں برحق ہے اور بخشوانا ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گنہگار مومنوں کو اور گناہ کبیرہ کرنیوالے مسلمانوں کو جو لائق عذاب کے ہیں حق ہے۔

اعمال کا تولنا اور حوض کوثر کا برحق ہونا

وَوَزْنُ الْاَعْمَالِ بِالْمِیْزَانِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَقٌّ وَحَوْضُ النَّبِیِّ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حَقٌّ وَالْقِصَاصُ فِیْ مَا بَیْنَ الْخُصُوْمَۃِ بِالْحَسَنَاتِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَقٌّ فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَّھُمُ الْحَسَنَاتُ فَطَرْحُ السَّیِّئَاتِ عَلَیْھِمْ حَقٌّ جَائِزٌ یعنی اور تولنا اعمال کا ترازو میں قیامت کے دن حق ہے اور حوض کوثر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے حق ہے (یعنی حدیث شریف میں آیا ہے۔ میرا حوض مہینے کی راہ کا ہے کنارے اس کے برابر ہیں' پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے' خوشبو اس کی مشک سے بہتر ہے' کوزے اس کے جیسے آسمان کے تارے' جو پیئے کبھی پیاسا نہ ہو) اور بدلہ جھگڑنے والے لوگوں میں نیکیوں کے ساتھ قیامت میں حق ہے' پھر اگر ان کی نہ ہوں گی نیکیاں تو برائیوں کا ان پر پڑنا حق ہے اور جائز (یعنی حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پر حق العبد ہو وہ آج بخشوالے پہلے' اس سے کہ اس کے پاس درم دینار نہ رہیں کہ قیامت میں اگر نیکیاں والا ہے تو بندہ کے حق کے عوض اس کی نیکیاں دلائی جائیں گی' اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہیں ہیں تو حق والے کی برائیاں اس کے سر پر ڈالی جائیں گی' پھر دوزخ میں ڈالا جائے گا)۔

بہشت اور دوزخ کا مخلوق ہونا

وَالْجَنَّۃُ وَالنَّارُ مَخْلُوْقَتَانِ الْیَوْمَ لَا تَفْنِیَانِ اَبَدًا وَّلَا تَمُوْتُ الْحُوْرُ الْعِیْنُ اَبَدًا وَّلَا یَفْنِیْ عِقَابُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلَا ثَوَابُہٗ سَرْمَدًا وَّاللّٰہُ تَعَالٰی یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

فَضْلاً مِنْهُ وَيُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ عَدْلًا مِّنْهُ وَاِضْلَالُهٗ خُذْلَانُهٗ وَتَفْسِيْرُ الْخُذْلَانِ اَنْ لَّا يُوَفِّقَ الْعَبْدَ عَلٰى مَا يَرْضَاهُ عَنْهُ وَهُوَ عَدْلٌ مِّنْهُ وَكَذَا عُقُوْبَةُ الْمَخْذُوْلِ عَلَى الْمَعْصِيَةِ یعنی اور بہشت اور دوزخ پیدا کیے ہوئے ہیں، اب موجود ہیں، کبھی ان کو فنا نہیں اور نہ مریں گیں حوریں بڑی آنکھوں والیاں اور نہ کبھی فنا ہوگا عذاب اللہ تعالیٰ کا اور نہ ثواب اس کا (یعنی عذاب دوزخیوں سے اور ثواب بہشتیوں سے بعد حساب کتاب کے موقوف نہ ہوگا) اور اللہ تعالیٰ راہ بتاتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے، اور گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے انصاف سے، اور گمراہ کرنا اللہ کا کیا ہے خذلان اس کا۔ اور معنی خذلان کے توفیق نہ دینا اللہ کا بندے کو اس چیز پر جس چیز سے راضی ہے، اور یہ انصاف ہے اس کا، اور ایسے ہی عذاب کرنا توفیق نہ دیئے ہوئے کا گناہ پر انصاف ہے (یعنی انصاف ہے ظلم نہیں۔ ظلم کہتے ہیں غیر کے مال میں تصرف کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے مال میں تصرف کرتا ہے نہ غیر کے۔

شیطان اور ایمان

وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّقُوْلَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَسْلُبُ الْاِيْمَانَ مِنَ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ قَهْرًا وَّجَبْرًا لٰكِنْ يَّقُوْلُ الْعَبْدُ يَدَعُ الْاِيْمَانَ فَحِيْنَئِذٍ يَسْلُبُ مِنْهُ الشَّيْطَانُ یعنی اور یہ کہنا جائز نہیں کہ شیطان چھین لے جاتا ہے ایمان کو مسلمان بندے سے زبردستی اور زور سے، لیکن یوں کہے کہ بندہ چھوڑ دیتا ہے ایمان کو۔ پھر لے اڑتا ہے اس سے شیطان۔

سوال منکر نکیر اور عذاب قبر وغیرہ کا برحق ہونا

وَسُؤَالُ مُنْكَرٍ وَّنَكِيْرٍ حَقٌّ كَائِنٌ فِي الْقَبْرِ وَاِعَادَةُ الرُّوْحِ اِلَى الْجِسْمِ فِيْ قَبْرِهٖ حَقٌّ وَضَغْطَةُ الْقَبْرِ وَعَذَابُهٗ حَقٌّ كَائِنٌ لِّلْكُفَّارِ كُلِّهِمْ وَلِبَعْضِ عُصَاةِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی اور سوال منکر اور نکیر کا قبر میں ہونے والا حق ہے، اور پھر پڑنا روح کا جسم میں گور کے بیچ حق ہے۔ اور تنگی گور کی اور عذاب اس کا حق ہے، ہونے والا ہے

سارے کافروں اور بعض گنہگار مسلمانوں کیلئے۔

عجمی زبان میں اسمائے صفات باری تعالیٰ کا جائز ہونا

وَكُلُّ شَيْءٍ ذَكَرَهُ الْعُلَمَاءُ بِالْفَارِسِيَّةِ مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَزَّ اسْمُهُ فَجَائِزٌ الْقَوْلُ بِهٖ سِوَى الْيَدِ بِالْفَارِسِيَّةِ وَيَجُوزُ اَنْ يُّقَالَ بِرُوْىِ خُدَاى عَزَّ وَجَلَّ بِلَا تَشْبِيْهٍ وَّلَا كَيْفِيَّةٍ یعنی اور جو چیز کہ ذکر کیا ہے اس کو عالموں عجمی زبان والے نے (یعنی عرب کے سوائے فارسی ہو یا کوئی اور زبان) اللہ عزاسمہ کی صفتوں سے تو اس کا بولنا درست ہے۔ (یعنی صفات متشبہات جیسے وجہ اور قدم اور ساق) سوائے ید کے فارسی میں' اور جائز ہے بولنا بروئے خدائے عزوجل بغیر تشبیہ اور کیفیت کے۔

اللہ کا بندہ سے قرب و بعد کے معنی

وَلَيْسَ قُرْبُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا بُعْدُهٗ مِنْ طَرِيْقِ طُوْلِ الْمُسَافَةِ وَقَصْرِهَا وَلٰكِنْ عَلٰى مَعْنَى الْكَرَامَةِ وَالْهَوَانِ وَالْمُطِيْعُ قَرِيْبٌ مِّنْهُ بِلَا كَيْفٍ وَّالْعَاصِيْ بَعِيْدٌ مِّنْهُ بِلَا كَيْفٍ وَّالْقُرْبُ وَالْبُعْدُ وَالْاِقْبَالُ يَقَعُ عَلَى الْمُنَاجِيْ وَكَذٰلِكَ جِوَارُهٗ فِي الْجَنَّةِ وَالْوُقُوْفُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِلَا كَيْفٍ یعنی اور نہیں ہے نزدیک ہونا بندے کا اللہ تعالیٰ سے اور دور ہونا مسافت کی درازی اور کمی سے' ولیکن بزرگی اور اہانت کے معنی سے' اور بندہ فرمانبردار نزدیک ہے اس سے بغیر کیفیت کے' اور گنہگار دور ہے اس سے بغیر کیفیت کے' اور نزدیکی اور دوری اور متوجہ ہونا بولتے ہیں مناجات کرنیوالے پر' اور ایسے ہی ہمسایہ ہونا بندے اور اللہ کا جنت میں' اور کھڑا ہونا سامنے اس کے بغیر کیفیت کے۔

فضائل آیات قرآن

وَالْقُرْاٰنُ مُنَزَّلٌ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَهُوَ فِي الْمَصَاحِفِ مَكْتُوْبٌ وَاٰيَاتُ الْقُرْاٰنِ

فِیْ مَعْنَی الْکَلَامِ مُسْتَوِیَۃٌ فِی الْفَضِیْلَۃِ وَالْعَظْمَۃِ اِلَّا اَنَّ لِبَعْضِھَا فَضِیْلَۃَ الذِّکْرِ وَفَضِیْلَۃَ الْمَذْکُوْرِ مِثْلُ اٰیَۃِ الْکُرْسِیِّ لِاَنَّ الْمَذْکُوْرَ جَلَالُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَعَظْمَتُہٗ وَصِفَاتُہٗ فَاجْتَمَعَتْ فِیْھَا فَضِیْلَتَانِ فَضِیْلَۃُ الذِّکْرِ وَفَضِیْلَۃُ الْمَذْکُوْرِ وَلِبَعْضِھَا فَضِیْلَۃُ الذِّکْرِ فَحَسْبُ مِثْلُ قِصَّۃِ الْکُفَّارِ وَلَیْسَ لِلْمَذْکُوْرِ فِیْھَا فَضْلٌ وَّھُمُ الْکُفَّارُ وَکَذٰلِکَ الْاَسْمَاءُ وَالصِّفَاتُ کُلُّھَا مُسْتَوِیَۃٌ فِی الْعَظْمِ وَالْفَضْلِ لَاتَفَاوُتَ بَیْنَھُمَا یعنی اور قرآن جو پیغمبر پر نازل ہوا ہے اور صحیفوں میں لکھا ہے۔ اور سب آیتیں قرآن کی بیچ معنی کلام کے برابر ہیں فضیلت لفظی اور عظمت معنوی میں۔ مگر بعض کو فضیلت لفظی اور معنوی دونوں ہیں جیسی آیۃ الکرسی کے۔ کیونکہ اس میں ذکر ہے اللہ تعالیٰ کی ہیبت کا اور عظمت اور صفتوں کا' پس جمع ہوئیں اس میں دو فضیلتیں لفظی اور معنوی' اور بعض کو فقط فضیلت لفظی ہے جیسے قصے کافروں کے اور نہیں ہے ان میں کچھ معنوں کی بزرگی کہ وہ کافر لوگ ہیں (یعنی جیسے سورۂ تبت یدا) اور ایسے ہی اللہ کے نام اور صفتیں سب برابر ہیں بزرگی لفظی اور معنوی میں فرق نہیں ان دونوں میں (یعنی نام جیسے اللہ احد وصمد فرد صفت جیسے لَہُ الْمُلْکُ لَہُ الْحَمْدُ لَہُ الْمَجْدُ وَالْکِبْرِیَاءُ اور برابر ہیں اطلاق کرنے میں اللہ پر اور اس بات میں کہ صفتیں اس کی نہ عین ہیں نہ غیر اگرچہ بعض ناموں کی فضیلت ہے جیسے اسم اعظم ننانویں ناموں سے افضل ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اسم اعظم اللہ ہے سب ناموں سے بہتر کہ سوا اللہ کے کسی پر حقیقتاً یا مجازاً اطلاق نہیں کیا جاتا اور دلالت کرتا ہے اسی ذات پر جس میں سب صفتیں الٰہی ہیں۔

حضرت کے والدین کا مذہب

وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ وَاَبُوْطَالِبٍ عَمُّہٗ مَاتَ کَافِرًا وَقَاسِمٌ وَطَاھِرٌ وَاِبْرَاھِیْمُ کَانُوْا بَنِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ

عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَفَاطِمَةُ وَرُقَيَّةُ وَزَيْنَبُ وَاُمُّ كَلْثُوْمٍ كُنَّ جَمِيْعًا بَنَاتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یعنی اور ماں باپ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کافر مرے۔[1]
اور ابوطالب چچا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کافر مرا۔ اور حضرت قاسم علیہ السلام اور حضرت طاہر علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے بیٹے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے' اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سب بیٹیاں تھیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی (یعنی حضرت کی چاروں بیٹیاں اور حضرت قاسم علیہ السلام اور حضرت طاہر علیہ السلام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اور حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ستر دن کے ہو کر فوت ہوئے۔

شبہ کے وقت اعتقاد کا حکم

وَاِذَا اُشْكِلَ عَلَى الْاِنْسَانِ شَيْءٌ مِّنْ دَقَائِقِ عِلْمِ التَّوْحِيْدِ فَاِنَّهٗ يَنْبَغِيْ لَهٗ اَنْ يَّعْتَقِدَ فِي الْحَالِ مَا هُوَ الصَّوَابُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلٰى اَنْ يَّجِدَ عَالِمًا فَيَسْاَلَهٗ وَلَا يَسَعُهٗ تَاخِيْرُ الطَّلَبِ وَلَا يُعْذَرُ بِالْوَقْفِ وَيَكْفُرَانِ وَّقَفَ یعنی اور جب شبہ آئے مسلمان آدمی کو کسی چیز میں علم کلام کے دقیقوں میں تو اس کو ضرور ہے کہ اعتقاد کرے بالفعل اجمالاً اس چیز کا جو حق ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک' جب تک کہ پائے کسی عالم کو تو پوچھ کر اعتقاد تفصیلی کرے' اور نہیں جائز ہے اس کو دیر کرنا طلب میں تردد کے وقت' اور عذر قبول نہیں توقف کرنے میں' اور کافر ہو جاتا ہے آدمی اگر توقف کرے (یعنی جس چیز میں شک ہو اور وہ ایمان کی بات ہے اور اپنے شک کو پوچھنے سے رفع نہ کرے باوجود قدرت کے تو کافر ہے)

---

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین اور ان کے چچا ابوطالب کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ تحقیق کیلئے دیکھو میری کتاب سوانح عمری رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسی واسطے محققین نے اس کتاب کو امام صاحب کی تصنیف نہیں تسلیم کیا جس کی تحقیق کتاب مذکور میں بالتفصیل ہے۔ نیز بعض نسخوں میں یہ عبارت ہی نہیں ہے (مصنف)

معراج اور آثار قرب قیامت کا حق ہونا

وَخَبَرُ الْمِعْرَاجِ حَقٌّ وَمَنْ رَدَّہٗ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ ضَالٌّ وَخُرُوْجُ الدَّجَّالِ وَيَأْجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَطُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَ نُزُوْلُ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ السَّمَاءِ وَسَائِرُ عَلَامَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ عَلٰى مَاوَرَدَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ الصَّحِيْحَةُ حَقٌّ كَائِنٌ وَّاللّٰهُ تَعَالٰى يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ یعنی اور خبر معراج کی حق ہے اور جو اس کو نہ مانے وہ بدعتی گمراہ ہے (یعنی معراج حضرت ﷺ کو جاگتے میں اسی بدن کے ساتھ ہوا تھا۔ پہلے آسمان پر تشریف لے گئے پھر جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا) اور نکلنا دجال اور یاجوج اور ماجوج کا اور نکلنا سورج کا مغرب کی طرف سے اور اترنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اور باقی نشانیاں قیامت کی جیسا کہ وارد ہوا ہے صحیح حدیثوں میں حق ہے۔ مقرر ہونے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے راہ سیدھی کی۔

وصیت نامہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ

بارہ خصائل مذہب حقہ کا بیان

لَمَّا مَرِضَ اَبُوْحَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ اِعْلَمُوْا اَصْحَابِيْ وَاِخْوَانِيْ وَفَّقَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَّ فِيْ مَذْهَبِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ اثْنٰى عَشَرَ نَوْعًا مِّنَ الْخِصَالِ فَمَنْ كَانَ يَسْتَقِيْمُ عَلٰى هٰذِهِ الْخِصَالِ لَايَكُوْنُ مُبْتَدِعًا وَّلَا يَكُوْنُ صَاحِبَ الْهَوَاءِ فَعَلَيْكُمْ اَصْحَابِيْ وَاِخْوَانِيْ اَنْ تَكُوْنُوْا فِيْ هٰذِهِ الْخِصَالِ حَتّٰى تَكُوْنُوْا فِيْ شَفَاعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنی کہتے ہیں۔ جب بیمار ہوئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تو فرمایا: جانو میرے یارو اور بھائیو (بھائی سے دینی بھائی مراد ہیں بقول اللہ تعالیٰ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ) خدا تم کو

توفیق دے کہ مذہب اہلسنت و جماعت میں بارہ خصلتیں ہیں' جو ٹھہرے ان پر وہ بدعتی نہیں۔ (بدعتی جو دین کے کاموں میں نئی رسمیں نکالے) اور نہ جی کے چاؤ والا (یعنی جو جی چاہے سو اپنی حرص پوری کرے' شرع کے مخالف اور موافق پر دھیان نہ کرے) سو تم پر لازم ہے میرے یارو اور بھائیو کہ ان خصلتوں کو مضبوط پکڑو تا کہ ہو وُ تم بیچ شفاعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیامت کے دن۔

پہلی فصل

ایمان کی حقیقت

اَوَّلُهَا اَلْاِیْمَانُ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ وَالْاِقْرَارُ وَحْدَهٗ لَا یَکُوْنُ اِیْمَانًا لِاَنَّهٗ' لَوْ کَانَ اِیْمَانًا لَکَانَ الْمُنٰفِقُوْنَ کُلُّهُمْ مُؤْمِنِیْنَ وَکَذٰلِكَ الْمَعْرِفَةُ وَحْدَهَا لَا تَکُوْنُ اِیْمَانًا لِاَنَّهَا لَوْ کَانَتْ اِیْمَانًا لَکَانَتْ اَهْلُ الْکِتٰبِ کُلُّهُمْ مُؤْمِنِیْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ حَقِّ الْمُنَافِقِیْنَ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ وَقَالَ فِیْ حَقِّ اَهْلِ الْکِتٰبِ یَعْرِفُوْنَهٗ' کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ الایہ یعنی ایمان کیا ہے زبان سے کہنا اور دل سے ماننا جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا' اور فقط زبان سے کہنے کا نام ایمان نہیں ورنہ منافق لوگ مومن ہوتے' اور اسی طرح فقط دل سے جاننا ایمان نہیں ورنہ سارے اہل کتاب مومن ہوتے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے منافقوں کے حق میں' اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں (یعنی وہ دل سے نہیں مانتے گو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نے خدا اور رسول کو مانا) اور کہا اہل کتاب کے حق میں وہ نبی کو ایسا جانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو (یعنی فقط دل سے جان لینا اور پہچاننا کفایت نہیں کرتا' ماننا بھی ضرور ہے)

ایمان کی کمی بیشی کا بیان

اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ لِاَنَّہٗ لَا یُتَصَوَّرُ زِیَادَۃُ الْاِیْمَانِ اِلَّا بِنُقْصَانِ الْکُفْرِ وَلَا یُتَصَوَّرُ نُقْصَانُ الْاِیْمَانِ اِلَّا بِزِیَادَۃِ الْکُفْرِ فَکَیْفَ یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ الشَّخْصُ الْوَاحِدُ فِیْ حَالَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مُّؤْمِنًا وَّکَافِرًا حَقًّا وَلَیْسَ فِیْ اِیْمَانِ الْمُؤْمِنِ شَکٌّ کَمَا اَنَّہٗ لَیْسَ فِیْ کُفْرِ الْکَافِرِ شَکٌّ کَقَوْلِہٖ تَعَالٰی اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا وَّاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَّالْعَاصُوْنَ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مُؤْمِنُوْنَ حَقًّا وَّلَیْسُوْا بِکَافِرِیْنَ یعنی ایمان زیادہ اور کم نہیں ہوتا کیونکہ زیادتی ایمان کی دھیان میں نہیں آتی۔ مگر اس طرح کہ کفر کی کمی ہو اور اسی طرح ایمان کی کمی نہیں ہوسکتی۔ مگر اسطرح پر کہ کفر کی اس میں زیادتی ہو اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی ایک ہی حال میں مومن اور کافر حقیقتاً دونوں ہو۔ (یعنی جب ایمان اور کفر میں ضد ہوئی تو ایک شخص میں ایک ہی حالت میں دونوں امور اکٹھے کیونکر پائے جائیں گے۔ اسی واسطے گھٹنا بڑھنا نہیں ہوسکتا) اور مومن کے ایمان میں شک نہیں ہوتا ہے جیسا کہ کافر کے کفر میں۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وہ لوگ مومن برحق ہیں اور وہ لوگ کافر برحق ہیں۔ اور گنہگار لوگ امت محمد ﷺ کے یقیناً مسلمان ہیں اور کافر نہیں ہیں۔

دوسری فصل

ایمان اور عمل میں فرق

اَلْعَمَلُ غَیْرُ الْاِیْمَانِ وَالْاِیْمَانُ غَیْرُ الْعَمَلِ بِدَلِیْلِ اَنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَوْقَاتِ یَرْتَفِعُ الْعَمَلُ عَنِ الْمُؤْمِنِ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ ارْتَفَعَ عَنْہُ الْاِیْمَانُ فَاِنَّ الْحَائِضَ تَرْتَفِعُ عَنْھَا الصَّلٰوۃُ وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یُّقَالَ رُفِعَ عَنْھَا الْاِیْمَانُ اَوْ اُمِرَ لَھَا

بِتَرْكِ الْاِيْمَانِ وَقَدْ قَالَ لَهَا الشَّرْعُ دَعِي الصَّوْمَ ثُمَّ اقْضِيْهِ وَلَا يَجُوْزُاَنْ يُّقَالَ دَعِي الْاِيْمَانِ ثُمَّ اقضية نجور اَنْ يُّقَالَ لَيْسَ عَلَى الْفَقِيْرِ الزَّكٰوةُ وَلَا يَجُوْزُاَنْ يُّقَالَ لَيْسَ عَلَى الْاِيْمَانُ یعنی عمل ایمان کے غیر ہے اور ایمان عمل کے غیر اس واسطے کہ بہت وقت عمل مومن سے جاتا رہتا ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ ایمان اس سے جاتا رہا۔ جیسا حیض والی عورت کے ذمہ سے نماز اتر جاتی ہے' اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے ایمان جاتا رہا' اور نہ یہ کہ اٹھا رکھی گئی اس سے نماز پھر ادا کرنے کیلئے ایمان کے جاتے رہنے سے (یعنی اگرچہ اسے نماز کا ادا کرنا نہیں پہنچتا ہے بلکہ معاف ہے لیکن بطور احتمال کے کہا کہ یہ بھی نہ کہنا چاہیے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے حیض کے سبب سے نماز معاف ہوئی) اور شارع نے اس حال میں فرمایا کہ چھوڑ دے روزے پھر قضا کر (یعنی حیض میں روزہ نہ رکھے مگر اور دنوں میں قضا کرے۔ برخلاف نماز کے کہ قضا کی حاجت نہیں۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت حوا علیہا السلام کو حیض آیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے نماز کے واسطے حق تعالیٰ سے پوچھا۔ حکم ہوا کہ معاف ہے۔ جب روزے کا آیا حضرت علیہ السلام نے اپنے قیاس سے منع کیا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا اس کی قضا کرنی چاہیے۔ مجھ سے اگر پوچھتا تو معاف ہو جاتا) اور یہ کہنا صحیح نہیں کہ چھوڑ دے ایمان پھر قضا کر لینا' اور یہ کہنا روا ہے کہ فقیر پر زکوٰۃ نہیں۔ اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ فقیر پر ایمان واجب نہیں (یہاں تک اس کی مثالیں تھیں کہ عمل جاتا رہتا ہے اور ایمان نہیں جاتا آگے سے اس کی مثال ہے کہ عمل رہے اور ایمان جاتا رہے)

نیکی اور بدی کا خالق اللہ کو جاننا

وَلَوْ قَالَ تَقْدِيْرُ الْخَيْرِ وَالشَّرِّ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَكَانَ كَافِرًا بِاللّٰهِ تَعَالٰى بَطَلَ تَوْحِيْدُهٗ لَوْ كَانَ لَهُ التَّوْحِيْدُ یعنی اور جو کوئی کہے تقدیر خیر اور شر کی سوائے اللہ کے کسی اور نے بنائی ہے وہ کافر ہو گیا۔ اور اگر وہ موحد تھا تو اس کی توحید

جاتی رہی (یعنی توحید خدا کو ایک جاننے کا نام ہے' کوئی اور ساجھی نہ ٹھہرائے۔ جیسا یہاں تقدیر خیر شر کو خدا کی بنائی نہیں جانتا تو اور کسی کو ٹھہرائے گا۔

تیسری فصل

اعمال بندگان کے اقسام

نُقِرُّ بِاَنَّ الْاَعْمَالَ ثَلَاثَۃٌ فَرِیْضَۃٌ وَّفَضِیْلَۃٌ وَّمَعْصِیَۃٌ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں اس بات کا کہ بندوں کے کام تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک فرض' جس کا کرنا ضروری ہے۔ دوسری فضیلت (یعنی محض ثواب کے کام کہ جن کے کرنے میں عذاب یقیناً نہیں) تیسرے برے کام (یعنی جن کے کرنے میں یقیناً عذاب ہے)

پہلی قسم کا بیان

فَالْفَرِیْضَۃُ بِاَمْرِ اللّٰہِ وَمَشِیَّتِہٖ وَمَحَبَّتِہٖ وَرِضَائِہٖ وَقَضَائِہٖ وَتَقْدِیْرِہٖ وَاِرَادَتِہٖ وَتَوْفِیْقِہٖ وَتَخْلِیْقِہٖ وَحُکْمِہٖ وَعِلْمِہٖ وَکِتَابَتِہٖ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ یعنی سو فرض تو ہوتا ہے خدا کے امر سے' اور مشیت اور محبت اور رضا مندی اور قضا اور تقدیر اور ارادہ اور توفیق' اور پیدا کرنے اور حکم اور علم اور اس کے لکھنے سے لوح محفوظ میں۔

دوسری قسم کا بیان

وَاَمَّا الْفَضِیْلَۃُ فَلَیْسَ بِاَمْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَلٰکِنْ بِمَشِیَّتِہٖ وَمَحَبَّتِہٖ وَرِضَائِہٖ وَقَضَائِہٖ وَتَقْدِیْرِہٖ وَتَوْفِیْقِہٖ وَتَخْلِیْقِہٖ وَاِرَادَتِہٖ وَحُکْمِہٖ وَعِلْمِہٖ وَکِتَابَتِہٖ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ یعنی اور فضیلت کے کام خدا کے امر سے نہیں۔ پر مشیت اور محبت اور رضا مندی اور تقدیر اور توفیق دینے اور پیدا کرنے اور ارادہ اور حکم اور علم اور لکھنے سے لوح محفوظ میں۔

تیسری قسم کا بیان

وَاَمَّا الْمَعْصِيَةُ لَيْسَتْ بِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلٰكِنْ بِمَشِيَّتِهٖ لَا بِمَحَبَّتِهٖ وَبِقَضَآئِهٖ لَا بِرِضَائِهٖ وَبِتَقْدِيْرِهٖ لَا بِتَوْفِيْقِهٖ وَبِخِذْلَانِهٖ وَيُؤْخَذُ لَهَا لِاَنَّهٗ فِيْ عِلْمِهٖ وَكِتَابَتِهٖ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ یعنی اور گناہ کے کام خدا کے امر سے نہیں' پر اس کی مشیت سے ہیں۔ محبت (یعنی امر محبت رضا مندی توفیق بھلے کاموں میں ہوتی ہے۔ مشیت قضا تقدیر علم لکھنا بھلے برے دونوں میں مواخذہ و خذلان حکومت اور سیاست برے کاموں میں) سے نہیں اور قضا سے ہیں۔ رضا سے نہیں تقدیر سے ہیں۔ توفیق سے نہیں خذلان سے ہیں' اور اس پر مواخذہ ہے کیونکہ خدا جانتا ہے اور لوح محفوظ میں لکھا ہے۔

چوتھی فصل

استوائے عرش کا بیان

نُقِرُّ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ حَاجَةٌ وَاسْتِقْرَارٌ عَلَيْهِ وَهُوَ الْحَافِظُ لِلْعَرْشِ وَغَيْرِ الْعَرْشِ فَلَوْ كَانَ مُحْتَاجًا لَّمَا قَدَرَ عَلٰى اِيْجَادِ الْعَالَمِ وَتَدْبِيْرِهٖ كَالْمَخْلُوْقِ وَلَوْ صَارَ مُحْتَاجًا اِلَى الْجُلُوْسِ وَالْقَرَارِ فَقَبْلَ خَلْقِ الْعَرْشِ اَيْنَ كَانَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُنَزَّهٌ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا یعنی اقرار کرتے ہیں ہم کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے مگر اس کو اس کے ساتھ کچھ حاجت نہیں اور نہ ٹھہراؤ اس پر (یعنی ٹھہراؤ کام جسم کا ہے اور اللہ جسم سے پاک ہے) اور اس کی حفاظت میں ہے عرش اور اس کے سوا بھی اگر محتاج ہوتا تو تمام عالم کو پیدا نہ کر سکتا' اور نہ اس کی تدبیر ہو سکتی مثل مخلوق کے' اور جو ہوتا محتاج بیٹھنے کا اور ٹھہرنے کا تو پہلے پیدا کرنے عرش کے کہاں تھا۔ حق تعالیٰ (یعنی عرش نہ تھا تو کس پر ٹھہرتا) ان باتوں

سے بہت پاک ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھو میری کتاب التوحید جس میں اس مسئلہ کو شرح وبسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ مصنف)

پانچویں فصل

قرآن مجید کا مخلوق نہ ہونا

نُقِرُّ بِاَنَّ الْقُرْاٰنَ کَلَامُ اللّٰہِ وَوَحْیُہٗ وَتَنْزِیْلُہٗ وَصِفَتُہٗ لَا ھُوَ وَلَا غَیْرُہٗ بَلْ ھُوَ صِفَتُہٗ عَلَی التَّحْقِیْقِ مَکْتُوْبٌ فِی الْمَصَاحِفِ مَقْرُوٌّ بِالْاَلْسُنِ مَحْفُوْظٌ فِی الصُّدُوْرِ مِنْ غَیْرِ حُلُوْلٍ فِیْھَا وَالْحُرُوْفُ وَالْحِبْرُ وَالْکَاغَذُ وَالْکِتْبُ کُلُّھَا مَخْلُوْقَۃٌ لِاَنَّھَا اَفْعَالُ الْعِبَادِ وَکَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی غَیْرُ مَخْلُوْقٍ لِاَنَّ الْکِتَابَۃَ وَالْحُرُوْفَ وَالْکَلِمَاتِ وَالْاٰیَاتِ کُلُّھَا اٰلَۃُ الْقُرْاٰنِ لِحَاجَۃِ الْعِبَادِ اِلَیْہِ وَکَلَامُ اللّٰہِ تَعَالٰی قَائِمٌ بِذَاتِہٖ وَمَعْنَاہُ مَفْھُوْمٌ بِھٰذِہِ الْاَشْیَاءِ فَمَنْ قَالَ بِاَنَّ کَلَامَ اللّٰہِ تَعَالٰی مَخْلُوْقٌ فَھُوَ کَافِرٌ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَاللّٰہُ تَعَالٰی مَعْبُوْدٌ لَا یَزَالُ عَمَّا کَانَ وَکَلَامُہٗ مَقْرُوٌّ وَمَکْتُوْبٌ مَحْفُوْظٌ مِنْ غَیْرِ مُزَایَلَۃٍ عَنْہُ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ قرآن مجید خدا کا کلام ہے اور اس کا بھیجا ہوا اور اس کا اتارا ہوا ہے اور اس کی صفت ہے۔ نہ عین ہے اللہ کا نہ غیر (یعنی عین نہیں اس راہ سے کہ معنی ذات کے اور ہیں' اور صفت کے اور۔ غیر نہیں اس سے کہ مغائر اور جدا اس سے نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ذات ہی میں ہیں جو اوروں میں ذات اور صفت سے کام نکلتا ہے۔ یہاں فقط ذات سے حاصل ہوتا ہے) بلکہ وہ صفت اس کی تحقیق ہے۔ لکھا ہوا ہے صحیفوں میں' پڑھا ہوا ہے زبانوں پر' محفوظ ہے سینوں میں بغیر حلول کے (یعنی سینوں میں حاصل اور محفوظ ہے نہ جیسے سپیدی کپڑے میں یا پانی کنوئیں میں) اور حروف اور سیاہی اور کاغذ اور لکھا ہوا سب چیزیں خدا کی بنائی ہوئی ہیں۔ کیونکہ یہ سب بندوں کے کام

ہیں اور خدا کا کلام بنایا ہوا نہیں ہے۔ کیونکہ لکھنا اور حروف اور کلمے اور آیتیں یہ سب اسباب ہیں قرآن کے' کیونکہ بندے قرآن پڑھنے میں ان اسباب کے محتاج ہیں' اور کلام خدا کا صرف اس کی ذات سے قائم ہے (یعنی حروف وغیرہ اسباب کی طرف محتاج نہیں) اور معنی اس کے سمجھے جاتے ہیں۔ ان سب چیزوں سے پھر جو کہے کلام اللہ کا مخلوق ہے پس وہ منکر ہے اللہ عظیم کا' اور اللہ تعالیٰ معبود ہے ہمیشہ رہنے والا ہے جیسا پہلے سے ہے (یعنی اس کو کسی بات اور صفت میں تغیر نہیں) اور کلام اس کا زبانوں پر پڑھا جاتا ہے اور لکھا جاتا ہے بغیر زوال کے اس کی ذات سے۔

چھٹی فصل

صحابہ کبار کا سب سے بہتر ہونا

نُقِرُّ بِاَنَّ اَفْضَلَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ كُلُّ مَنْ سَبَقَ فَهُوَ اَفْضَلُ وَيُحِبُّهُمْ كُلُّ مُؤْمِنٍ تَقِيٍّ وَيُبْغِضُهُمْ كُلُّ مُنَافِقٍ شَقِيٍّ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں سب سے بہتر اس امت میں بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے حضرت ابوبکر ہیں' پھر حضرت عمر' پھر حضرت عثمان' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم اس دلیل سے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اگلے لوگ آگے ہیں وہی لوگ پاس ہوں گے (یعنی درجے ان کے بلند ہوں گے کہ پہلے ایمان لا کر شریک ہوئے ہیں حضرت ﷺ کے ساتھ اور ان کے سبب اسلام نے رونق پائی) نعمت کے باغوں میں (یعنی مراد فضیلت اور بہتری سے وہ ہے کہ جس سے ثواب اور درجات آخرت کے زائد ملیں۔ اگرچہ کسی بات میں اس ترتیب سے فضیلت نہ ہو۔ یہ بات فضیلت کی موافق مذہب اہلسنت و جماعت

کے خلفائے راشدین میں بترتیب خلافت ہے جس کا یہ اعتقاد نہ ہو وہ مسلمان نہیں)
جو پہلے ہیں افضل ہیں۔ دوست رکھتا ہے ان اصحاب رضی اللہ عنہم کو ہر مسلمان پرہیزگار،
اور بغض رکھتا ہے ان کے ساتھ ہر منافق بدبخت۔

ساتویں فصل

پیدائش اعمال انسان کی حقیقت

نُقِرُّ بِاَنَّ الْعَبْدَ مَعَ اَعْمَالِهٖ وَاِقْرَارِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ مَخْلُوْقٌ فَلَمَّا كَانَ الْفَاعِلُ مَخْلُوْقًا بِاَفْعَالِهٖ اَوْلٰى اَنْ يَّكُوْنَ مَخْلُوْقًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ طَاقَةٌ لِاَنَّهُمْ ضُعَفَاءُ عَاجِزُوْنَ وَاللّٰهُ تَعَالٰى خَالِقُهُمْ رَازِقُهُمْ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ وَالْكَسْبُ بِالْعِلْمِ حَلَالٌ وَّجَمْعُ الْمَالِ مِنَ الْحَلَالِ حَلَالٌ وَّجَمْعُ الْمَالِ مِنَ الْحَرَامِ حَرَامٌ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ بندے اپنے اعمال اور اقرار اور پہچان سمیت پیدا کیے ہوئے ہیں، پھر جب کام کرنے والے مخلوق ہوئے اپنے کاموں کے ساتھ بطریق اولیٰ وہ فقط مخلوق ہوں گے اور کسی طرح ان کو طاقت نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ سب کمزور ہیں تھکنے والے، اور حق تعالیٰ ان کا پیدا کرنے والا، روزی دینے والا ہے جیسا کہ فرمایا ہے ''اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو مارے گا پھر تم کو جلائے گا۔ اور علم کی کمائی حلال ہے، اور حلال کا مال جمع کرنا حلال ہے اور حرام کا مال جمع کرنا حرام ہے۔

اقسام انسان

اَلْخَلْقُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَصْنَافٍ اَلْمُؤْمِنُ الْمُخْلِصُ فِىْ اِيْمَانِهٖ وَالْكَافِرُ الْجَاحِدُ فِىْ كُفْرِهٖ وَالْمُنَافِقُ الْمُدَاهِنُ فِىْ نِفَاقِهٖ وَاللّٰهُ فَرَضَ عَلَى الْمُؤْمِنِ الْعَمَلَ وَعَلَى الْكَافِرِ الْاِيْمَانَ وَعَلَى الْمُنَافِقِ الْاِخْلَاصَ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا

رَبَّکُمْ مَعْنَاہُ یٰاَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ اَطِیْعُوْا وَاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ اٰمِنُوْا وَاَیُّھَا الْمُنَافِقُوْنَ اَخْلِصُوْا یعنی لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں ایک مسلمان خالص ایمان والا' دوسرا کافر منکر' تیسرا منافق ظاہر میں مسلمان دل میں کافر۔ اور خدائے تعالیٰ نے فرض کیا مومن پر عمل کرنا (یعنی نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ) اور کافر پر ایمان لانا اور منافق پر دل سے ایمان لانا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اے لوگو! پوجو اپنے رب کو'' اس کے یہ معنی ہیں۔ اے مسلمانو! نیک عمل کرو۔ اور اے کافرو ایمان لاؤ' اور منافقو دل سے ایمان لاؤ۔ (انشاء اللہ تعالیٰ ان مضامین کو اگلے حصوں میں بڑی شرح و تفصیل سے لکھا جائے گا۔ (مصنف)

آٹھویں فصل

قدرت کا کام کے ساتھ ہونا

نُقِرُّ بِاَنَّ الْاِسْتِطَاعَۃَ مَعَ الْفِعْلِ لَاقَبْلَ الْفِعْلِ وَلَابَعْدَ الْفِعْلِ لِاَنَّہٗ لَوْ کَانَ قَبْلَ الْفِعْلِ لَکَانَ الْعَبْدُ مُسْتَغْنِیًا عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَقْتَ الْفِعْلِ وَھٰذَا خِلَافُ النَّصِّ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَلَوْ کَانَ بَعْدَ الْفِعْلِ لَکَانَ مِنَ الْمُحَالِ حُصُوْلُ الْفِعْلِ بِلَا اِسْتِطَاعَۃٍ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ قدرت کام کرنے کی ساتھ کام کے ہے' نہ پہلے ہے نہ پیچھے۔ کیونکہ اگر پہلے ہوتی تو بندہ خدا تعالیٰ سے بے پرواہ ہوتا کام کرنے وقت (یعنی جب بندے کو پہلے سے طاقت ہے تو کام کرنے کے وقت خدا کی مدد کی کچھ حاجت نہیں) اور یہ خلاف نص حق تعالیٰ کے ہے' کہ وہ فرماتا ہے اللہ بے پرواہ ہے اور تم سب محتاج ہو۔ اور اگر کام سے پیچھے ہوتی تو یہ محال ہے کہ کام بے قدرت ہو (یعنی کام کر نہیں سکتا تھا تو کیا کیونکر)

نویں فصل

مسح موزہ اور قصر نماز کا حکم

نُقِرُّ بِاَنَّ الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَاجِبٌ لِّلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً وَّلِلْمُسَافِرِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَّلَيَالِيْهَا لِاَنَّ الْحَدِيْثَ وَرَدَ هٰكَذَا وَمَنْ اَنْكَرَ فَاِنَّهٗ يُخْشٰى عَلَيْهِ الْكُفْرُ لِاَنَّهٗ ثَبَتَ بِالْخَبَرِ الْمُتَوَاتِرِ وَالْقَصْرُ وَالْاِفْطَارُ رُخْصَةٌ فِى السَّفَرِ بِنَصِّ الْكِتٰبِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ وَفِى الْاِفْطَارِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ مسح موزوں پر جائز ہے (یعنی دونوں ہاتھ کی تین تین انگلیاں بھگو کر داہنے بائیں پاؤں کی پشت پر رکھ کر انگلیوں سے پنڈلیوں کی طرف کھینچے) مقیم کو ایک دن رات اور مسافر کو تین دن رات (یعنی بعد طہارت موزے پہنے' پھر جب اس کا وضو ٹوٹے اس وقت سے رات دن مقیم کو' اور مسافر کو یعنی وہ شخص کہ تین دن کی راہ کو جائے۔ تین رات دن تک موزوں پر مسح کرنا جائز ہے' اور مسافر پندرہ دن کے رہنے کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے۔ پندرہ دن سے کم کی نیت رہنے کی ہو تو وہ مسافر کا مسافر ہے) کیونکہ حدیث شریف میں یوں آیا ہے' اور جو نہ مانے اس پر کفر کا ڈر ہے' کیونکہ وہ ثابت ہے ساتھ حدیث متواتر کے' اور کم کرنا نماز کا اور روزے نہ رکھنے سفر میں اجازت ہے نص قرآن سے۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے' اور جب سفر کرو تم زمین میں تو پھر تم کو گناہ نہیں کہ کم کرو نماز میں (یعنی چہار رکعت فرض کی جگہ دو رکعت پڑھا کرو۔ بلکہ پوری پڑھنے میں گناہ ہے) اور افطار کے مقدمہ میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے' پھر جو تم میں بیمار ہو یا مسافر تو اس کو دن اتنے گن کر روزے رکھنا چاہیے (یعنی جتنے روزے رکھنے ہوں رمضان کے سوا اور

دنوں میں اتنے رکھ لے۔ ہاں جو روزے سفر میں رکھ سکے تو اس کو رکھنا ثواب ہے۔ افطار ضرور نہیں۔ (اس مضمون کو اگلے حصوں میں بالتفصیل لکھا گیا ہے۔ (مصنف)

دسویں فصل

قلم کا لوح محفوظ پر لکھنا

نُقِرُّ بِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَ الْقَلَمَ بِاَنْ یَّكْتُبَ فَقَالَ الْقَلَمُ مَاذَا اَكْتُبُ یَارَبِّیْ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَكُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ وَكُلُّ صَغِیْرٍ وَّكَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے حکم کیا قلم کو لکھنے کا، قلم نے کہا: کیا لکھوں اے میرے پروردگار۔ پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ہونے والا ہے قیامت تک، جیسا کہ فرمایا حق تعالیٰ نے اور جو کچھ یہ کرتے ہیں کتابوں میں لکھا ہوا ہے، اور سب چھوٹے بڑے لکھے ہوئے ہیں۔

گیارہویں فصل

عذاب قبر اور جنت دوزخ وغیرہ کا برحق ہونا

نُقِرُّ بِاَنَّ عَذَابَ الْقَبْرِ كَائِنٌ لَا مَحَالَةَ وَسُوَالَ الْمُنْكَرِ وَالنَّكِیْرِ حَقٌّ لِوُرُوْدِ الْاَحَادِیْثِ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَقٌّ وَّهُمَا مَخْلُوْقَتَانِ لَا فَنَاءَ لَهُمَا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی فِی الْجَنَّةِ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ وَفِیْ حَقِّ النَّارِ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ خَلَقَهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی لِلثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَالْمِیْزَانُ حَقٌّ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا یعنی ہم مانتے ہیں کہ عذاب قبر کا بیشک ہونے والا ہے اور سوال منکر نکیر کا ثابت ہے حدیثوں سے اور جنت اور دوزخ ثابت ہیں، اور دونوں پیدا ہو چکے ہیں کبھی فنا نہیں ان کو، فرمایا حق تعالیٰ نے جنت کے مقدمہ میں تیار ہو چکا ہے، پرہیز

گاروں کے واسطے اور دوزخ کے واسطے کہا تیار ہے کافروں کیلئے دونوں خدا کی مخلوق ہیں ثواب اور عذاب کیلئے اور ترازو و اعمال کے حق ہیں (یعنی تلنا اعمال کا قیامت کے دن ترازو میں حق ہے) خدا کے فرمانے سے پڑھ نامۂ اعمال اپنا تو ہی کفایت کرتا ہے آج کے دن اپنے حساب کرنے ہیں۔

بارھویں فصل

قیامت اور حشر ونشر کا برحق ہونا

نُقِرُّ بِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحْیِی ھٰذِہِ النُّفُوْسَ بَعْدَ الْمَوْتِ یَبْعَثُھُمْ یَوْمًا کَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ لِّلْجَزَآءِ وَالثَّوَابِ وَاَدَآءِ الْحُقُوْقِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی وَاَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ وَلِقَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی لِاَھْلِ الْجَنَّۃِ بِلَا کَیْفٍ وَّشَبِیْہٍ وَّلَاجِھَۃٍ وَّشَفَاعَۃُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَقٌّ لِکُلِّ مَنْ ھُوَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ وَاِنْ کَانَ صَاحِبَ کَبِیْرَۃٍ وَعَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَفْضَلُ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ بَعْدَ خَدِیْجَۃَ الْکُبْرٰی وَھِیَ اُمُّ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمُطَھَّرَۃٌ مِّنَ الْقَذْفِ وَاَھْلُ الْجَنَّۃِ فِی الْجَنَّۃِ خَالِدُوْنَ وَاَھْلُ النَّارِ فِی النَّارِ خَالِدُوْنَ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی فِیْ حَقِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ وَفِیْ حَقِّ الْکٰفِرِیْنَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ یعنی ہم اقرار کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ جلائے گا ان جیوں کو مرنے کے پیچھے اٹھائے گا ان کو اس دن جس کی مدت ہزار برس کی ہے (یعنی دنیا کے دن سے اگر اندازہ کیا جائے تو ہزار برس کے برابر قیامت کا دن ہوگا' نہیں تو وہاں دن رات برابر ہے) جزا اور ثواب اور لوگوں کے حق دلوانے کو جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے' اور اللہ تعالیٰ اٹھائے گا جو قبروں میں ہیں۔ اور خدا کا دیدار ہوگا جنتی لوگوں کو بغیر کیفیت اور صورت اور جہت کے' اور شفاعت محمد رسول اللہ ﷺ کی حق ہے ہر اس شخص کو جو جنت کے

قابل ہے اگرچہ گناہ کبیرہ رکھتا ہو (یعنی کفر سے نیچے کیسا ہی گناہ کرے جنت کا اہل ہے۔ کافر ایمان سے ورے کیسی ہی نیکی کرے دوزخ کا اہل ہے) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہتر ہیں جہان کی سب عورتوں سے حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کے پیچھے' اور وہ مومنوں کی ماں ہیں اور پاک ہیں بدی' سے اور جنتی جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے مومنوں کے حق میں' یہی لوگ جنتی ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور کافروں کے حق میں کہ یہ لوگ دوزخی ہیں' وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

تیسرا باب

علم فقہ کی تدوین

فقہ کی نسبت اس زمانہ میں بڑی بڑی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ ایک زمانہ تھا کہ خواص کیا عوام بھی فقہ کو بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور گھر گھر اسکے چرچے ہوتے تھے' اور عوام الناس اس سے مستفید اور مستفیض ہو کر سعادت دارین حاصل کرتے تھے۔ اب بھی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا کی ہے وہ فقہ کی ایسی ہی قدر و منزلت کرتے ہیں جیسے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی کیونکہ فقہ کوئی قرآن و احادیث سے الگ چیز نہیں بلکہ فقہ قرآن و احادیث کا لب لباب اور خلاصہ ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ بغیر فقہی ہونے کے کوئی عالم قرآن و حدیث کو کما حقہ سمجھ نہیں سکتا کیونکہ فقہ قرآن و حدیث کی کنجی ہے اس کے بغیر مسائل شرعیہ کی عقدہ کشائی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ طالبان مذہب حقہ کی تسکین کیلئے اس مضمون کو بڑی شرح و بسط اور تحقیق و تدقیق کیساتھ لکھا جاتا ہے تاکہ ناظرین کے دل میں فقہ کی بزرگی و عظمت بخوبی ذہن نشین ہو جائے اور کسی طرح کا شک و شبہ نہ رہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

علم حدیث کی تدوین

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ہر وقت خدمت نبوی میں حاضر باش رہا کرتے تھے ان کی یہی نیت تھی کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال دیکھیں اور سنیں' ان کو محفوظ رکھیں اور ان پر عمل کریں اور لوگوں کو

پہنچائیں۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم ہر وقت حاضر نہ رہتے تھے وہ بھی اپنی فرصت کے اوقات اسی متبرک جلسہ میں صرف کرتے تھے اور ان جلسوں کے بدولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال غیر حاضرین صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچایا کرتے تھے۔ ان اقوال و افعال کا نام تو حدیث ہوا۔ لیکن اس زمانہ میں لکھنے کا دستور نہ تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس کی ضرورت نہ سمجھتے تھے چونکہ ان بزرگوں کی قوت حافظہ بہت قوی تھی' جو بات ایک بار سن لیتے یاد ہو جاتی۔ علاوہ اس کے احکام دین روز بروز نئے نئے ظاہر ہوتے رہتے تھے اور بعض احکام منسوخ بھی ہو جایا کرتے تھے اور احادیث کی تدوین و ترتیب اور جمع کرنے کا موقع نہ تھا۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔ ان کو جب کسی حکم شرعی کے متعلق دریافت کرنا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کرتے اور جیسا جواب ملتا ویسا ہی عمل کرتے۔ عہد رسالت ہی میں بیشمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حدیث دان ہو گئے' پھر ان کے ذریعے سے دور دور حدیثیں مشہور ہوئیں۔ لیکن بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزاج میں احتیاط تھی۔ حدیث نبوی کے نقل کرنے سے ڈرتے تھے کہ مبادا کوئی لفظ بدل جائے۔ اس لئے مسئلہ تو بتا دیتے تھے مگر اس طرح نہ کہتے کہ میں یہ حکم حضور نبوی سے سنا ہے۔ نیز بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اپنی رائے سے مسئلہ بتانے کا اتفاق پیش آتا تھا' پھر اگر اس کے بعد کوئی حدیث ان کو مل جاتی تو پورا اطمینان ہو جاتا تھا۔

زمانہ صحابہ میں حدیث دانی کا طریق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بعض حضرات قوت اجتہاد اور استنباط مسائل کے ساتھ مخصوص تھے جیسے حضرات خلفائے راشدین یعنی حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر خطاب' حضرت عثمان غنی' حضرت علی مرتضیٰ' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن زبیر' زید بن ثابت' ابی بن کعب' معاذ بن جبل'

حضرت عائشہ صدیقہ' حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف یادداشت الفاظ حدیث میں مشہور تھے اور وہ احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت روایت کیا کرتے تھے جیسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ' اس قسم کے صحابہ رضی اللہ عنہم باعتبار اجتہاد کے اول قسم کے صحابہ سے کم درجے کے تھے۔ اگرچہ ان کی بزرگی وفضیلت میں کسی طرح کا کلام نہیں لیکن ایک دوسرے پر فضیلت ضرور ہے۔

جن صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو قوت اجتہاد کا مرتبہ حاصل تھا وہ واقعات وحوادث میں جبکہ ان کو کوئی سند قرآن وحدیث سے نہ ملتی' اپنی رائے اور اجتہاد سے حکم دیتے تھے۔

تابعین کے زمانہ میں حدیث دانی کا طریق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین نے اس بارے میں زیادہ تر ترقی کے علاوہ حدیث دانی' کی ان کو اس کی ضرورت بھی ہوتی تھی کہ احکام جزئیہ میں قیاس و اجتہاد سے کام لیں۔ تابعین نے بھی حسب دستور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسائل دین کی تنقیح واستنباط میں حسب ضرورت کوشش کی اور اسی علم حدیث واجتہاد کے سبب سے اس طبقہ میں بڑے بڑے تابعین نامی مشہور اہل مذہب اپنے وقت کے امام ہوئے۔ چنانچہ حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں مشہور علماء میں سے تھے۔ اور ان کے بعد زہری رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ بھی اور ربیعہ بن عبدالرحمٰن مدینہ منورہ میں اور عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ مکہ معظمہ میں اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور طاوس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ یمن میں اور مکحول رحمۃ اللہ علیہ شام میں علمائے دین سے گذرے ہیں۔ ان بزرگوں کو قوت اجتہاد اور دین کے اندر سمجھ اعلیٰ درجہ کی عطا ہوئی تھی جس کے سبب سے مقبول ومرجع خلائق ہوئے۔ ان بزرگوں کے زمانہ میں دور دور کے لوگ ان کے پاس آتے اور ان سے علم دین ومسائل واحکام شرعی

سیکھتے اور زیور علم سے آراستہ ہوکر اپنے وطنوں کو واپس ہوتے' لیکن اس وقت علم فقہ کی کوئی کتاب مرتب نہ ہوئی تھی اور ان بزرگوں کی تعلیم صرف زبانی ہی تھی۔ جیسا کہ لوگوں کو قرآن اور احادیث نبویہ کی تعلیم کر دیتے تھے مسائل دین بھی جو قرآن اور احادیث نبویہ سے نکالے گئے تھے سکھلاتے تھے۔ اسی واسطے یہ بزرگوار امام مشہور ہوئے اور ہر ایک کا مذہب جداگانہ مقرر ہوگیا۔

تبع تابعین کے زمانہ میں حدیث دانی کا طریق

تابعین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد تبع تابعین کا دور شروع ہوا۔ اس دورے میں بھی علماء کا طریقہ وہی رہا جو کہ تابعین وصحابہ رضی اللہ عنہم کا تھا لیکن اب کتابیں بھی لکھی جانے لگیں۔ احادیث[1] جمع ہوکر کتابوں کی صورت میں ہوئیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال و آثار ہر بحث کے متعلق جدا جدا ترتیب پاکر ایک طرز خاص پر لکھے گئے۔ یہ زمانہ تقریباً ۱۴۰ھ ہوگا کہ مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب موطا لکھی اور دیگر آئمہ دین نے احادیث کی کتابیں مختلف مسائل و احکام میں لکھنی شروع کیں۔ اس دور کی تصانیف میں سے اب صرف امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا موطا باقی ہے پھر تو تصنیف کتب کا دروازہ ہی کھل گیا اور جملہ علوم دینیہ میں صدہا کتابیں لکھی گئیں۔ شرعی مسائل واحکام جس قدر کہ ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں ان کا ثبوت کسی نہ کسی دلیل سے ضرور ہوا ہے' اور سب سے بڑی دلیل قرآن مجید ہے پھر احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پھر اجماع امت پھر قیاس ہے یعنی کسی کو

---

[1] مصنف نے کتب احادیث کی ترتیب وتالیف کا دور ذکر فرمایا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس سے پہلے حدیث لکھی نہیں جاتی تھی۔ کتابت حدیث کی تاریخ دیکھنی ہو تو سنت خیرالانام اور تدوین حدیث وغیرہ کتابوں کی طرف رجوع کریں بفضلہ تعالیٰ احادیث پر ہر قسم کے اعتراضات کا ازالہ ہو جائے گا۔ (ناشر)

کوئی بات پیش آئی یا کسی عالم سے کسی نے کچھ سوال کیا تو پہلے وہ حکم قرآن مجید میں دیکھا جائے گا اگر اس میں نکل آیا تو خیر ورنہ پھر احادیث میں دیکھیں گے' اگر کوئی حدیث موافق سوال سائل کے مل گئی مطلب حاصل ہوا' نہیں تو غور کریں گے کہ آیا یہ صورت کسی وقت کسی جگہ پیش آئی ہے اور اس میں علمائے دین اور مقتدیان امت محمدیہ نے کیا حکم دیا ہے۔ درصورتیکہ کوئی حکم مل گیا تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا ورنہ آخری درجہ قیاس واجتہاد سے کام لیا جائے گا۔ یہ طریقہ احکام شرعیہ نکالنے کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تھا۔

علم فقہ اور فقیہ کی تعریف

ان چار دلیلوں سے جو احکام جزئیہ نکلے اور رفتہ رفتہ جمع ہو گئے۔ اسی مجموعہ کا نام علم فقہ قرار پایا اور جو علماء دلائل سے احکام بیان کرتے تھے' وہ بہ لقب فقیہ مشہور ہوئے اور ان چاروں دلیلوں کا نام اصول رکھا گیا۔ مگر درحقیقت فقہ قرآن واحادیث کا ثمرہ ہے اور جن علمائے دین کی ہمت صرف جمع احادیث نبویہ پر مقصود رہی' وہ آئمہ محدثین کہے گئے۔ ان کا کام بس اسی قدر تھا کہ حدیثیں یاد کر لیں۔ ان میں صحت وسقم کا لحاظ کیا اور سلسلہ روایت حدیث رسول اللہ ﷺ تک پہنچا دیا۔ الحاصل اب میں اس مضمون کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے زریں قول پر ختم کرتا ہوں کہ آپ فرماتے ہیں۔

علم دیں فقہ است قرآن و حدیث ہر کہ خواند غیر زیں گردد خبیث

معیار حدیث میں غیر مقلدوں کی غلط فہمی

بعض غیر مقلد عوام حنیفہ کو دھوکا دینے کی غرض سے کہتے ہیں کہ صحاح ستہ میں جو حدیثیں ہیں وہ صحیح ہیں اور باقی اور کتابوں کی حدیثیں قابل اعتماد نہیں۔ سو

یہ محض دھوکا ہے، کسی محدث نے حدیث صحیح کا یہ معیار نہیں بتایا ہے کہ صحاح ستہ میں جو حدیث ہو وہ تو صحیح ہو اور باقی غیر معتبر اور یہ عقل و نقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ اگر معتبر محدث ایسے راویوں سے روایت کرے جو صحاح ستہ کے راوی ہوں یا جن کی عدالت وغیرہ مسلم ہو اور سند میں کوئی علت خفیہ وغیرہ بھی نہ ہو تو اس کی صحت میں کیا کلام ہے۔ اس قسم کی ہزارہا حدیثیں کتب حدیث میں موجود ہیں، ان کی صحت کا حکم کیا ہے، محض اس وجہ سے کہ صحاح ستہ میں وہ روایتیں بیان نہیں کی گئیں، کسی نے ان کو مجروح یا ضعیف نہیں کیا۔ یہ بھی واضح رہے کہ مجتہدین اربعہ اور تمام آئمہ مجتہدین خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس قاعدہ کے قائل اور اس پر نہایت مضبوطی سے قائم ہیں کہ جب تک کوئی حکم قرآن مجید یا حدیث نبوی میں ملے ہرگز قیاس نہ کیا جائے اور جب ان دونوں میں نہ ملے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کو بھی قیاس پر ترجیح دیتے ہیں۔ غرض کوئی مجتہد حدیث یا قرآن مجید کے مقابلہ میں ہرگز قیاس سے کام نہیں لیتا۔ اس بنا پر کسی عامی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کسی مجتہد پر بمقابلہ حدیث و قرآن قیاس کرنے کا الزام لگائے۔ ماہرین قواعد و اصول فقہ پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے۔

علاوہ ازیں اگر محدثین متاخرین کسی حدیث کو ضعیف کہیں تو اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ حدیث بجمیع طرق ضعیف ہے۔ ممکن ہے کہ اس خاص طریقہ سے ضعیف ہو مگر اس کے اور طریقے صحیح ہوں ایسا بہت ہوتا ہے اور اسی لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی حدیث کو بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ ضعیف کہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی ضعیف ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو صحیح طریقہ سے پہنچی ہو اور نیچے سے کسی راوی کے ضعیف ہونے سے بخاری و مسلم کے نزدیک وہ حدیث

ضعیف ہوگئی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اسی طرح اور آئمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ اور احتیاط اور علم و فضل جبکہ یقینی طور پر ثابت ہے تو ان پر خلاف حدیث کرنے کا الزام لگانا محض عناد اور بے باکی اور دھوکا بازی نہیں تو اور کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انصاف عنایت فرمائے اور بدظنی اور بدگمانی سلف صالحین سے مسلمانوں کو بچائے اور ان کے اتباع کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

قواعد و اصول مذہب حنفیہ

علمائے متاخرین نے بغرض محفوظ رہنے مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے چند قواعد اس غرض سے جمع کئے ہیں کہ ان قواعد سے وہ لوگ ان تمام اعتراضات اور شکوک کو رد کریں جو اس بنا پر ہوں کہ فلاں مسئلہ اس مذہب کا حدیث صحیح کے خلاف ہے' اور وہ قواعد یہ ہیں۔

قاعدۂ اوّل۔ خاص کے بارے میں حکم ہے کہ وہ صاف طور پر بیان کیا ہوا ہے تو اس کے ظاہر معنی کے سوا اور کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ علمائے متاخرین نے اس قاعدہ سے ان امور کو رد کیا ہے۔ فرضیت قرأت سورۂ فاتحہ کی نماز میں اور فرضیت تعدیل ارکان وغیرہ کی' اور علماء کا بیان یہ ہے کہ لفظ اُسْجُدُوا اور اِقْرَءُوْا کا خاص ہے۔ اس کے معنی صاف طور پر بیان کئے ہوئے ہیں تو اگر اس کے معنی میں کچھ اور بڑھا کر بیان کیا جائے تو یہ لازم آئیگا کہ اسکے ظاہر اصل معنی کے سوا کوئی دوسرے معنی بیان کئے گئے۔

قاعدہ دوسرا۔ زیادت کتاب پر بمنزلہ نسخ کے ہے تو یہ زیادت نہ ہوگی مگر آیت صریح یا حدیث مشہور صریح سے۔

قاعدہ تیسرا۔ حدیث مرسل مانند حدیث مسند کے ہے۔

قاعدہ چوتھا۔ ترجیح نہ ہوگی کسی حدیث کو بسبب کثرت راویوں کے بلکہ

ترجیح بسبب فقہ راوی کے ہوگی۔

قاعدہ پانچواں۔ جرح قابل قبول نہیں مگر جب اس کی تفسیر کی جائے اور یہ قاعدہ اس سب سے ثابت ہے کہ جرح وتعدیل اکثر اجمالی ہے۔

قاعدہ چھٹا۔ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس روایت کو امام بخاری اور مسلم نے صحیح کہا اور ان لوگوں نے جو ان کی مانند ہوئے تو ہم پر واجب نہیں کہ ہم اس کو قبول کریں' اور کس طرح ہم اس کو قبول کر سکتے ہیں اس واسطے کہ اکثر راویوں میں لوگوں نے اپنے اجتہاد کی بناء پر اختلاف کیا ہے۔ کسی راوی کے بارہ میں بعض نے جرح کیا ہے اور بعض نے تعدیل کی ہے تو ممکن ہے کہ جس راوی کو لوگوں نے مجروح کیا ہو' وہ ہمارے امام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عادل ہو' اور ایسا ہی یہ بھی ممکن ہے کہ جس راوی کو لوگوں نے ضعیف کہا ہو یا اس کے بارہ میں وضع حدیث کی تہمت لگائی ہو' وہ راوی ہمارے امام رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستوجب اس طعن کا نہ ہو' تو ہم لوگوں پر واجب نہیں کہ ان لوگوں کا قول قبول کریں۔ اور کس طرح ہم لوگ قبول کر سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ ممکن ہے کہ جس راوی کو لوگوں نے مجروح کیا ہو وہ عادل ہو اور قابل اعتبار بھی ہو' تو اب ہم اسی قول پر اعتماد کریں گے جو ہمارے مذہب کے اصحاب نے ذکر کیا ہے۔

قاعدہ ساتواں۔ بعض فتاووں میں مرقوم ہے کہ جب کسی مسئلہ میں قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور قول صاحبین کا کسی حدیث کے خلاف ہو تو اس صورت میں واجب ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کے قول کی اتباع[1] کی جائے (جس کی

---

[1] اس سے کوئی جاہل اور بے وقوف یہ خیال نہ کرے کہ اماموں کے قول کو حدیث پر ترجیح دی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ اماموں کا یہ قول بھی حدیث سے ہی مستنبط ہے جو صحاح ستہ میں موجود نہیں ہے لیکن اور کتابوں میں موجود ہے جس کی تشریح اس کتاب میں آئے گی۔

سند اس وقت اسے نہ مل سکے) کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کی کس قدر شان اور عظمت ہے اور ان بزرگوں نے اس بات میں بڑی تحقیق و تدقیق کی ہے کہ کس حدیث میں معارضہ ہے اور کس حدیث سے استنباط ہے یعنی یہ سب کچھ تحقیق کر کے ان حضرات نے کسی مسئلہ میں حکم فرمایا ہے' اور ان آئمہ کا قول خلاف حدیث کے نہیں' اور ان آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ہمارا گمان نہیں کہ ان کو حدیث نہ پہنچی ہو۔ اس واسطے کہ ان آئمہ کا زمانہ قریب ہوا ہے زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان آئمہ کا علم صحاح ستہ والوں سے بدرجہا وسیع تھا۔

قاعدہ آٹھواں۔ جس روایت کو صرف راوی غیر فقیہ نے روایت کیا ہو اور وہ ایسی روایت نہیں کہ اس میں رائے کو دخل ہو سکے تو اس کو قبول کرنا واجب نہیں۔

قاعدہ نواں۔ عام قطعی ہے مانند خاص کے تو تخصیص نہیں ہو سکتی عام میں خاص کے ذریعہ سے مگر اس وقت میں ایسی تخصیص ہو سکتی ہے کہ وہ خاص قطعی ہو تو یہ تخصیص بمنزلہ نسخ کے ہوگی البتہ جب عام مخصوص منہ البعض ہو تو تخصیص میں یہ شرط نہیں کہ خاص قطعی ہو۔

اس باب کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ فقہ کی ضرورت اور اہمیت ہر ایک مفسر اور محدث کیلئے نہایت ہی ضروری اور لابدی امر ہے۔ کیونکہ بغیر فقیہ ہونے کے احادیث و قرآن سے مسائل شرعیہ کا صحیح صحیح استنباط نہیں ہو سکتا۔ اسی واسطے بڑے بڑے اکابر غیر مقلد بھی فقہ حنفی کے محتاج دیکھے گئے ہیں۔ جس کا ذکر اگلے حصوں میں بالتفصیل کیا گیا ہے۔

چوتھا باب

تقلید کا بیان

تقلید ایک ایسا فعل ہے کہ جس سے دنیا کا کوئی شخص خالی نہیں۔ گو ظاہراً لوگ تقلید کی مخالفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں وہ لوگ بھی تقلید کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ کوئی تو یورپ والوں کے فیشن کا ایسا دلدادہ اور عاشق ہے کہ کورانہ اور اندھا دھند تقلید کرنے پر لٹو ہو رہا ہے' کوئی مشرکوں اور بدعتیوں کا گرویدہ ہو کر اپنے نعمت ایمان کو ضائع کر رہا ہے' اور کوئی بھنگیوں اور چرسیوں کی مجلس میں بیٹھ کر دولت اسلام کو خیر باد کر رہا ہے۔ کوئی سچی اور حقیقی تقلید میں قرآن و حدیث کے مطالعہ میں منہمک ہے اور سلف صالحین اور مجتہدین کا مقلد ہو کر حقیقی اسلام کے مطالب و مقاصد کو حل کر رہا ہے۔ حقیقت میں سچی تقلید تو یہی ہے جس سے بیوقوف اور جاہل لوگ متنفر ہو رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید کا صحیح صحیح مطلب اور احادیث کے تعارض کا فیصلہ بدوں تقلید مجتہدین کے معلوم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ میں مختصراً تقلید کی تشریح ناظرین کی تقویت ایمان کیلئے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ امید واثق ہے کہ ناظرین میری اس ناچیز تحریر کو پڑھ کر میری ہاں میں ہاں ملائیں گے اور تعصب کی عینک کو اتار کر انصاف اور ایمان کی عینک کو لگا کر قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی مشعل کو ہاتھ میں لے کر اس تحریر پر غور و خوض کریں گے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ۔

حدیث کے صحت وضعف کی تنقیح میں اختلاف

قرآن شریف کی صحیح تفسیر اور ہمارے مشکلات و مبہمات کے انکشاف کا

قابل اعتماد ذخیرہ احادیث نبویہ کے ذریعہ سے بھی حل مشکلات اور کشف مبہمات کر لینا کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ پہلا مرحلہ تو احادیث کی صحت وضعف کی تنقیح کا ہے جس کی بنیاد راویوں کی قوت اور ضعف پر ہے اور یہ وہ دریائے ناپید اکنار ہے جس میں بڑے بڑے آئمہ حدیث نہایت اضطراب کے ساتھ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ اسماء الرجال کی کوئی سی کتاب اٹھا لو تو بکثرت دیکھو گے کہ ایک ہی شخص کو ایک امام ثقہ، قابل اعتماد قرار دیتا ہے اور دوسرا اس کو جھوٹا نا قابل اعتماد کہتا ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر کتاب میزان الاعتدال سے چند راویوں کا نمونہ دکھلایا جاتا ہے۔

۱) محمد بن اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ۔ شعبہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو امیر المومنین فی الحدیث کہتے ہیں لیکن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کو دجال کا لقب دیتے ہیں۔

۲) عبداللہ بن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کثرت حدیث اور اس کے ضبط و اتقان میں ابن لہیعہ رحمۃ اللہ علیہ کے برابر مصر میں کون تھا۔ لیکن امام جوزبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث پر نور نہیں ہے اور وہ حجت ہونے کے لائق نہیں ہو سکتی۔

۳) احمد بن صالح المصری رحمۃ اللہ علیہ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ تھے اور ان کے حق میں کسی کو میں نے گفتگو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ لیکن یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ انہی کو دروغ گوئی سے متہم کرتے ہیں۔

۴) احمد بن عیسیٰ مصری رحمۃ اللہ علیہ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ان کو دروغ گو فرماتے ہیں۔

۵) اسماعیل بن اویس رحمۃ اللہ علیہ۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے استاد ہیں۔ لیکن نضر بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ ان کو جھوٹا بتلاتے ہیں۔

۶) حارث اعور رحمۃ اللہ علیہ۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بڑا جھوٹا تھا مگر یحیٰ بن معین اسے قابل اعتماد ثقہ قرار دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

تقلید کی ضرورت

غرض احادیث نبویہ کی صحت وضعف راویوں کی قوت وضعف کے علاوہ اور بھی بہت سی باتوں سے متعلق ہے جو فن اصول حدیث کے واقف پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں۔ اس لئے کسی حدیث کی بابت یہ فیصلہ کرنا کہ وہ مقبول اور لائق اعتماد ہے یا نہیں' آئمہ علم حدیث کے سوا اور کسی کا کام نہیں ہے اور ان کے بعد کے لوگوں کو خواہ وہ کیسے ہی تبحر فی العلوم اور امامت کے رتبہ پر کیوں نہ ہوں' چاروناچار اس باب میں آئمہ حدیث ہی کی پیروی اور تقلید کرنی پڑے گی۔ لیکن کسی حدیث کے مقبول اور لائق عمل ثابت ہونے کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں کے ذریعہ سے بھی افعال واعمال کے فرق مراتب اور امتیاز مدارج کے سمجھنے میں جس کی ضرورت ہم کافی طور سے پہلے ثابت کر چکے ہیں' ہم ویسے ہی نابلد اور قاصر رہتے ہیں جس طرح آیت کریمہ کے ذریعہ سے ثابت کرنے میں۔ مثلاً باب الوضو کی حدیثیں جس طرح چہرہ اور ہاتھ پاؤں کا دھونا بیان کیا گیا ہے اسی طرح مسواک کرنا ہر ایک عضو کا داہنے طرف سے شروع کرنا بیان کیا گیا ہے' اب صرف حدیث سے یہ بتلانا مشکل ہے کہ چہرے اور پاؤں کا دھونا تو فرض اور ضروری ہے لیکن مسواک کرنا اور اعضاء کا دھونا داہنے طرف سے شروع کرنا غیر ضروری اور صرف مسنونیت کے درجہ پر ہے۔ اسی طرح باب الغسل میں جس طرح تمام بدن کا دھونا بیان کیا گیا ہے اسی طرح اس کے شروع میں معمولی وضو کرنا بھی بیان کیا گیا ہے' مگر اب یہ کہنا مشکل ہے کہ تمام جسم کا دھونا تو فرض اور ضروری ہے لیکن شروع میں وضو کر لینا چنداں ضروری نہیں ہے' یا یہ کہ اس وضو میں سے کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا حصہ تو فرض اور ضروری ہے باقی حصہ بہت ضروری نہیں' صرف مسنون اور مندوب ہی ہے۔ کیونکہ مذکورہ بالا حدیثوں میں اس قسم کی تعیین وتشخیص نہیں بیان کی گئی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں صبح صادق کے بعد غسل جنابت فرماتے تھے۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ ہمارے لئے بھی ایسا کرنا فضیلت اور مزید ثواب کا باعث ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں ازواج مطہرات کے بوسہ لیتے اور اس سے بھی زیادہ اختلاط فرماتے تھے۔ (ابوداؤد' مشکوٰۃ کتاب الصوم باب تنزیہ الصوم دوسری فصل) لیکن کیا کوئی اس سے یہ فتویٰ دے سکتا ہے کہ ہمارے لئے بھی روزوں میں ایسا کرنا فضیلت اور مزید ثواب کا باعث ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک قوم کی کوڑی پر کھڑے پیشاب کیا۔ (بخاری کتاب الوضو باب البول قائما وقاعدا) تو کیا کھڑے کھڑے پیشاب کرنا ہمارے لئے بھی مسنون اور باعث ثواب سمجھا جائے گا۔ آپ حج کے موقع پر کعبہ سے واپس ہوتے ہوئے وادی محصب میں ضرور ٹھہرتے تھے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وادیٔ محصب میں ٹھہرنا کوئی بات نہیں ہے۔ لَیْسَ بِشَیْءٍ (بخاری کتاب المناسک باب المحصب) صحیح حدیث ہے۔ سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ کُفْرٌ (سنن نسائی شریف کتاب المحاربہ کے باب قتال المسلم) اب کون سا مسلمان ہے جو حضرت علی اور حضرت عائشہ صدیقہ طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی تکفیر کا فتویٰ دے گا۔

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امداد کیلئے تشریف لئے جاتے تھے۔ راستے میں ابوبکرہ صحابی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اور ان کو احنف رضی اللہ عنہ کا ارادہ معلوم ہوا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب دو مسلمان تلواریں لے کر بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہوں گے۔ (سنن نسائی شریف کتاب المحاربہ کے باب تحریم القتل' میں ہے) اب کیا کوئی مسلمان اس حدیث کے نتیجے کو تسلیم کر سکتا ہے۔

غرض حدیثوں میں اس قسم کی دو چار نہیں بلکہ کثرت سے مثالیں موجود ہیں

جن سے نمایاں طور پر واضح ہو سکتا ہے کہ حدیثوں کے صحیح معانی سمجھنا اور مختلف المعانی حدیثوں میں توفیق و تطبیق دینا زیادہ تدبر و تبصرہ کا محتاج ہے ہر ایک مسلمان تو کجا ہر ایک تبحر فی العلم سے بھی یہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے چار و ناچار اس باب میں بھی ہم کو اسلاف صالحین اور آئمہ مجتہدین ہی کی پیروی اور تقلید کرنی پڑے گی۔

سلف صالحین کی اتباع کی ضرورت

رسول اللہ ﷺ کے عمل اور آیت قرآنی کے بظاہر مقابل معلوم ہوتے ہوئے بھی خلف کو سلف کی تقلید و پیروی کرنی اور ان کی رائے کو عظمت و وقعت کی نگاہ سے دیکھنا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے نزدیک محمود اور مستحسن تھا' نہ اس لئے کہ وہ سلف کی رائے کو قرآن و حدیث سے برتر سمجھتے تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ اپنے سلف کو قرآن و حدیث کے مطلب و معنی سمجھنے میں اپنے آپ سے بالاتر سمجھتے تھے اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ ہمارے تمام افعال و اعمال حدود شرعیہ سے محدود ہیں اور براہ راست قرآن اور احادیث نبویہ سے ان حدود اور مراتب کے استنباط اور استخراج پر ہماری علمی طاقت کافی نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ہم اس باب میں سلف صالحین کی پیروی اور ان کا اتباع یا بلفظ دیگر تقلید کریں۔

تقلید کے متعلق بعض اعتراضات کے جواب

اعتراض

کیا وجہ ہے کہ حنفی بعض مسائل میں صاحبین کی اقتدا کرتے ہیں لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کو ممنوع جانتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ خیال ہے کہ اصول میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کا اتفاق ہے اس وجہ سے بعض مسائل میں صاحبین کی

بھی اقتدا کرتے ہیں تو اصول میں سب آئمہ میں اتفاق ہے تو چاہیے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی اقتدا بعض مسائل میں کریں اور اس امر کو ممنوع نہ جانیں۔ اور اگر یہ خیال ہے کہ فروع میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں اختلاف ہے' اس واسطے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید منع ہے تو فروع میں سب آئمہ میں اختلاف ہے تو چاہیے کہ حنفیوں کیلئے صاحبین کی بھی تقلید ممنوع ہو؟

جواب

اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ جمہور حنفیہ کا یہ قول ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مذہب اپنے اجلۂ اصحاب کی تحقیق پر موقوف رکھا' مثلاً زفر بن الہذیل رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی اسد رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان صاحبوں کی مانند اور جو اجلۂ اصحاب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہوئے ان سب اصحاب کی تحقیق پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مذہب کی بنا رکھی اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے اجلہ اصحاب میں ہر ایک کا جو مذہب ہے وہ میرا بھی مذہب ہے تو میرے مقلدین سے جو چاہے ان اصحاب کی تقلید کرے۔ چنانچہ یہ مضمون قصص کثیرہ سے ثابت ہے اور وہ قصص طبقات کوفیہ اور دیگر طبقات حنفیہ میں مذکور ہیں۔ اس واسطے حنفیہ نے ان اجلۂ اصحاب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قرار دیا ہے اور حنفیہ بوقت حاجت بعض مسائل میں ان اصحاب کی تقلید کرتے ہیں' اور چونکہ یہ تقلید بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے موافق ہے اس واسطے اس تقلید کو بھی یہ جانتے ہیں کہ یہ بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ محققین حنفیہ کے نزدیک ثابت ہے کہ اجتہاد کے چار مراتب ہیں۔ (۱) اجتہاد استقلالی (۲) اجتہاد انتسابی (۳) اجتہاد فی المذاہب

(۴) اجتہاد ترجیح

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کے بعد ہوا اور یہ دونوں امام مجتہد مستقل تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مذہب میں کسی امر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی متابعت نہ کی بخلاف صاحبین اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی مانند اور اجلہ اصحاب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کہ یہ آئمہ مجتہد منتسب تھے اور مجتہد منتسب تابع مجتہد مستقل کا ہوتا ہے اور بالاستقلال مجتہد نہیں ہے' اور مجتہد منتسب کا وہی مذہب ہوتا ہے جو مذہب اس مجتہد مستقل کا رہتا ہے جس کا وہ مجتہد منتسب تابع رہتا ہے' اور ایسے ہی اجتہاد کے باقی دو مرتبہ۔ دوسرا بھی بالاجماع تابع اجتہاد استقلالی کا ہوتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مجتہد مستقل اس کو کہتے ہیں جو آیات واحادیث احکام میں اور آثار صحابہ و تابعین میں جرح و تعدیل کرے۔ اس کے بعد ان آیات واحادیث میں جو مناسب سمجھے اسے اپنا مابہ الاجتہاد قرار دے اور پھر قواعد استنباط کو وضع کرے تا بوقت استنباط تناقض و تہافت واقع نہ ہو اور یہ مرتبہ خاص امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی مانند اور دوسرے مجتہدین مستقل کا ہوا۔ بخلاف صاحبین اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما اور مجتہدین غیر مستقل کے کہ ان مجتہدین غیر مستقل نے اسی احادیث و آثار فقہا و تابعین کو اپنے قول کا ماخذ اور اپنا مابہ الاجتہاد قرار دیا' اور اسی احادیث و آثار پر اپنے مذہب کا دارومدار رکھا جو احادیث و آثار امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اخذ کیا تا کہ اصول میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ کے موافق عمل کرتے رہیں اگرچہ فروع میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت ہو۔ اور یہ مخالفت فی الواقع مخالفت مذہب میں نہیں بلکہ مادۂ اجتہاد و طریق استنباط میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تابع ہیں۔ مثلاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قرار دیا ہے کہ عام قطعی ہے مانند خاص کے اور خاص صاف طور پر بیان کیا ہوا ہے تو اسے بیان کرنے کی

ضرورت نہیں اور عموم واسطے مشترک کے اس کے معانی میں نہیں اور حقیقت و مجاز دونوں جمع نہیں ہو سکتے اور خبر واحد جو خلاف قیاس ہو اس پر عمل نہ ہوگا بلکہ قیاس پر عمل ہوگا مانند حدیث مصراۃ کے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا مابہ الاجتہاد احادیث و آثار حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو قرار دیا ہے اور یہ احادیث و آثار فقہائے کوفہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچے اور یہی بلا تفاوت بعینہٖ مسلک صاحبین رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ ان قواعد استنباط میں اور نہ قرار دینے میں ماخذ اجتہاد کے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کی ہے۔

اس امر کی توضیح ایک مثال سے بیان کرتا ہوں۔ مثلاً طب میں علاج کے دو طریقے ہیں۔ (۱) یونانی (۲) ہندی۔ اور طب کے یہ قواعد ہیں کہ تنقیح قبل نضج کے جائز نہیں' اور تحریک ایام بحران میں جائز نہیں' اور استعمال اقراص بخار میں جائز نہیں۔ البتہ چودھویں دن کے بعد جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز نہیں کہ زیادہ دن ترک غذا کر کے قوت نہایت ضعیف کر دی جائے بلکہ حفظ قوت تا امکان واجب ہے اگرچہ غذا سے مرض میں زیادتی ہو جائے۔ اور اطبا معالجات میں اپنا ماخذ وہی قرار دیتے ہیں جو قول جالینوس و بقراط کا ہے' اور ان کی مانند اور دوسرے حکماء کا قول ہے' تو اطبائے یونانی کا طریقہ علاج باہم مختلف ہوتا ہے۔ مثلاً علوی خاں اور واصل خاں کہ دونوں طبیبوں کے طریقۂ علاج میں بہت فرق ہے لیکن اطبائے یونانی کا ایک ہی مسلک یونانی طب ہے اور اس طریقۂ علاج یونانی اور دوسرے طریقہ علاج ہندی میں باہم بہت فرق ہے۔ اور اصول قواعد میں نہایت تفاوت ہے اور بطور تمثیل کے سمجھنا چاہیے' مثلاً یونانی طب اور ہندی طب میں خاص اصول میں نہایت فرق ہے' ایسا ہی مذہب حنفی رحمۃ اللہ علیہ اور مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں باہم خاص اصول میں

نہایت فرق ہے۔ جیسا کہ طریق بقراط اور طریق جالینوس میں اصول میں فرق نہیں بلکہ صرف فروع میں فرق ہے۔ اسی طرح سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کا اصول ایک ہی ہے۔ اصول میں کچھ فرق نہیں بلکہ صرف بعض فروع میں باہم اختلاف ہے' تو طریقہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ صاحبین کا۔ یہ دونوں طریقے گویا بمنزلہ دو صنف کے ہیں نوع واحد سے اور مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اور مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا گویا بمنزلہ دو نوع متباینین کے ہے[1]۔ (زیادہ تحقیق کیلئے دیکھو رسالہ الانصاف اور عقد الجید مصنفہ مولوی شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

تقلید شخصی کے وجوب کا ثبوت

یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ تقلید شخصی واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں اپنے رسول کے اتباع کو فرض کیا اور تمام احادیث بھی اس پر دال ہیں' اور یہ بات سب کے نزدیک مسلم اور مقرر ہے' مگر سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اتباع حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ کر سکے جس نے آپ کی زیارت کی ہو۔ ورنہ بدوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدمت کیونکر ہو سکتا ہے' تو لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کو بھی نقل فرمایا۔ اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ تیسری فصل) (یعنی میرے سارے اصحاب مثل ستارے کے ہیں تم جس کسی ایک صحابہ کی بھی اقتدا کرو گے تو ہدایت پاؤ گے) اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل آیت نمبر ۴۳ ارشاد فرمایا فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (یعنی اہل الذکر سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے) تو پچھلوں پر پہلوں سے پوچھنا فرض فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تابعین رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا اور ان کا اقتدا کیا اور علی ہذا تابعین

---

[1] راقم الحروف کی رائے میں چاروں مجتہدوں کے اصول میں درحقیقت کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے باقی حصص کے مطالعہ سے ناظرین پر عیاں ہو جائیگا۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

رحمۃ اللہ علیہ سے تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ پہلی فصل، مسلم ج ۲ ص ۳۰۹، بخاری ج ۱ ص ۳۶۲ سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۸۴، مسند احمد ج ۱ ص ۱۸) (یعنی بہتر زمانہ میرے قریب کا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔ پھر وہ جو ان کے قریب ہیں) ان قرنوں کی تعریف سے یہ مقصد ہے کہ تابعین رحمۃ اللہ علیہ نے صحابی رضی اللہ عنہم سے سیکھا اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ نے تابعین رحمۃ اللہ علیہ سے اور یہ ہر سہ قرون خیر امت ہیں، ان سے میرا طریقہ لو۔ کیونکہ خیریت ان کی بسبب علم و عمل ہے اور جو علم و عمل میں اولیٰ ہوتا ہے وہی مقتدا ہوتا ہے۔ پس اب تبعین سنت نبوی پر تحصیل دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور ان کے بعد تبع تابعین سے فرض ہوا، اور علیٰ ہذا آج تک یونہی قرن بقرن چلا آیا کہ خود فرمایا۔ بَلِّغُوْا عَنِّیْ (بخاری کتاب الانبیاء، ترمذی کتاب العلم) سب عالم کو خطاب کیا کہ تم تبلیغ دین کی کرو، تو ہر زمانہ میں بعبارت صریح حدیث کے علماء سے دین کی تحقیق اور علم نبوی کا سیکھنا فرض ہوا کیونکہ بدوں تقلید پہلوں کے پچھلوں کو ہرگز دین نہیں مل سکتا۔ غیر مقلدین کو بھی تو دین پہلوں سے ہی معلوم ہوا ہے۔ کسی کی بات ماننا اور اس کو صادق جان کر عمل کرنا اس کے ہی معنی تقلید ہیں، اتنی بات مقلدین اور غیر مقلدین سب مسلم رکھتے ہیں۔ مگر ہاں اتنا فرق ہے کہ غیر مقلدین صرف لفظوں کی تقلید کرتے ہیں کہ پہلوں سے لفظ سن کر قبول کیے اور معنی جو چاہے آپ لگا دیئے، گو دین کے موافق ہوں یا مخالف۔ سبحان اللہ صحابہ جو عربی تھے اور فصاحت و معانی و نکات اپنی کلام کی جانتے تھے، قرآن کے معنی حدیث شریف سے اور باہم تحقیق کرتے تھے اور مقصد و معانی کے سیکھنے کی ضرورت جانتے تھے۔ مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس برس میں سورہ بقر کو سیکھا۔ یہ معانی پڑھتے تھے یا الفاظ الفاظ کے پڑھنے کی ان کو کیا ضرورت تھی بلکہ تفسیر پڑھی تھی، اور علیٰ ہذا تابعین و تبع

تابعین اور سب علماء کو معنی کی تقلید ضرور ہوئی مگر جہلائے ہند کو کچھ حاجت نہ رہی کہ فقط پہلے لوگوں کے لفظ دیکھ کر اپنی رائے سے جو چاہے معنی گھڑ لئے۔ احادیث میں موجود ہے کہ صحابہ‘ تابعین قرآن کے متعارض مضامین کو اور غریب لغات کو تحقیق کرتے تھے‘ بہرحال تقلید لفظ و معنی دونوں کی دین میں واجب ہے۔ تو بس اب حسب ارشاد شارع کے تقلید واجب ہوئی۔ اور جو کوئی کسی عالم کی تابعین سے لیکر آج تک تقلید کرتا ہے تو تقلید صحابہ رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی تقلید ہے کیونکہ یہ سب واسطہ و وسائل آپ کے ہیں۔ سو تابعین اور تبع تابعین کی تقلید اور ان کے شاگردوں کی تقلید کا خود رسالت مآب کی تقلید ہے‘ تو بالضرور تقلید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی‘ اور مقلد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا مقلد آپ کا ہی ہوا۔ اب باوجود اس بات کے کہ تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدوں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تقلید صحابہ بدوں تابعین کے محال ہے اور قرآن و احادیث میں ان کی تقلید کا حکم مصرح مذکور ہو چکا تو یہ ہم پوچھتے ہیں کہ باری تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حکم تقلید آئمہ اربعہ کے وجوب کے اور کیا معنی ہیں۔ آیا یہ مقصود ہے کہ قرآن شریف یا حدیث شریف میں خاص کر بنام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مثلاً حکم ہوا کہ فلاں امام کی تقلید کرنا واجب جانو۔ اگر یہ مطلب ہے تو محض دھوکا مسلمانوں کو دینا ہے۔ بخاری و مسلم کے الفاظ کی تقلید کی کون سی مصرح حدیث یا قرآن کی آیت ہے یا صحابہ میں سوائے چند نام کے کس کے نام کی تصریح آئی ہے۔ معاذ اللہ! اگر صحابہ کے قرن میں لفظ اصحابی کالنجوم پر قناعت ہے تو ثُمَّ الَّذِی یَلُوْنَهُمْ اور لفظ اہل الذکر کے عموم میں کیا قباحت دیکھی جو یہاں تخصیص اسمی کی ضرورت پڑی۔ اگر غیر مقلد ہم سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے تصریح اسم کی نص مانگتا ہے تو ہم بھی صحابہ کی ہر ہر واحد کے نام کی صراحۃً نص سے پوچھتے ہیں۔ اور بخاری و مسلم وغیرہما تمام آئمہ حدیث کی تقلید شخصی کی حدیث صریح طلب کرتے

ہیں۔ الغرض یہ سب مغالطہ اور دھوکا ہے۔ بات یہ ہے کہ جیسا صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین لیا' ویسا ہی تابعین رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیا' اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین سے۔ اور جب صحابہ کی تقلید کا ارشاد کیا تو سب صحابہ کا گویا نام ہی لے دیا اور جب تابعین کا علم صحابہ کا علم ہے تو سب تابعین نے تقلید کو ضروری فرما دیا۔ اور علیٰ ہذا القیاس بعد کے قرون میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تابعین میں سے ہیں۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ اس باب میں لکھا ہے تو ان کی تقلید نص سے ثابت ہوئی کیونکہ ان کا سب فقہ اور حدیث صحابہ کے اقوال و افعال سے حاصل و مستنبط ہے اور علیٰ ہذا شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ آئمہ تبع تابعین کے شاگرد ہیں' ان کا علم بھی صحابہ سے مستفاد ہے۔ پس اب کس منہ سے کوئی ان کی تقلید سے انکار کرے گا تو ان کے نام کی نص صریح مانگنے میں مخالف کا قافیہ تنگ ہوگا۔ دیکھیں گے کہ وہ کس کس اپنے مقتدایوں کی نص صریح لائے گا۔ ہاں ایک بات باقی رہی وہ یہ ہے کہ مخالف کا یہ مطلب ہو کہ تقلید سب صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کی درست و ضرور ہے' پھر خاص کر ایک ہی کی تقلید کرنی کیا ضرورت ہے' اور وجوب ایک شخص کا کس نص میں آیا ہے۔ نص قرآن و حدیث تو علی العموم سب کی تقلید کا ارشاد فرماتے ہیں۔ اور تابعین و تبع تابعین کے طرز سے بھی یہ ہی ظاہر ہے کہ وہ کسی ایک کے شاگرد نہیں بلکہ بہت بہت لوگوں سے علم ان کا حاصل ہے۔ البتہ یہ بات قابل التفات و جواب ہے تو اول ہوش کر کے یہ بات سنو کہ حدیث اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ کے یہ معنی ہیں کہ میرے سارے اصحاب مثل ستارہ کے ہیں تم جس کسی ایک صحابہ کی بھی اقتدا کرو گے (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ تیسری فصل) تو ہدایت پاؤ گے تو مطلب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ہے کہ فقط ایک صحابی خواہ کوئی ہو ہدایت کے واسطے کافی ہے۔ یہ معنی نہیں اگر سب کی اقتدا کرو گے تو ہدایت پاؤ گے ورنہ نہیں۔ مگر ہاں جب ایک کی اقتدا میں ہدایت ہے۔ اگر چند

صحابہ کی اقتدا ہوگی اور مسائل و مواقع متعددہ میں اصحاب متعددہ سے اقتباس کرے گا تو بھی ہدایت ہوگی۔ تو بس اس حدیث میں آپ نے ایک صحابی کی تقلید کو کافی فرمایا ہے اور زیادہ کی تقلید کو منع نہیں فرمایا۔ فی الواقع مسئلہ مختلفہ میں ایک کی ہی تقلید ممکن ہوسکتی ہے' دو یا تین کی تقلید ہو ہی نہیں سکتی۔ اور اوپر کی تقریر سے یہ واضح ہوگیا کہ تقلید تابعی کی تقلید صحابی بھی ہے۔ اور علیٰ ہذا یہ حکم جیسا صحابہ کی نسبت ہے ویسا ہی تابعین اور تبع تابعین وغیرہم کی نسبت بھی ہے کہ ایک کی تقلید ضروری ہے اور زیادہ کی منع نہیں تو بہرحال اتباع دین حاصل ہوتا ہے اور ہدایت پاتا ہے اور فَاسْئَلُوْا......الخ (سورۃ النحل آیت نمبر ۴۳) کا امتثال پورا حاصل ہوتا ہے۔ اور اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ ......الخ پر کامل عامل بنتا ہے۔ اس تقلید میں کوئی کراہت یا کوئی ترک اولیٰ نہیں' اور مطلق تقلید کی جو مامور بہ ہے' یہ بھی ایک فرد ہے۔ اگرچہ دوسرے فرد کہ چند علماء کا مقلد ہوتا ہے وہ بھی دراصل روا اور جائز ہے اور ہم پلہ اس تقلید شخصی کے ہے۔ تو بس مقلد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما کا مقلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ ان میں سے کسی کے نام لے کر بتلانے کی ضرورت نہیں کیونکہ کلیہ کی جزئیات اور عام کی افراد بحکم صراحت ہی ہوتی ہے اور اگر غیر مقلدین کا مذہب کلیہ میں صراحۃً اسی کا ہے تو تمام کلیات و عمومات واردہ نصوص لغو ہو جائیں گے۔ سب زانی و سارق و غاصب اپنے نام سے تصریح مانگیں گے جیسا کہ کفار کہا کرتے تھے کہ خاص ہمارے نام حکم نامہ لاؤ۔

الحاصل یہ نہایت فضول مطالبہ ہے اور وہی بات اور محض دھوکا ہے۔ بعد دریافت اس بات کے دوسری بات سنو کہ حق تعالیٰ قرآن شریف میں لَا تَفَرَّقُوْا حکم اتفاق کا اہل اسلام کو دیتا ہے اور اجتماع اور عدم تنازع کو فرض فرماتا ہے' اور جو امر تفریق ڈالنے والا ہو اس کو منع اور حرام فرماتا ہے اگرچہ وہ امر مستحب ہو۔ سو جو امر ایک وقت میں مستحب تھا' جب اس امر سے مسلمانوں میں فساد ہونے لگا وہ امر

حرام ہو جاتا ہے۔ دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ نے باندیشہ افتراق امت کے بیت اللہ شریف کی دیوار کو اپنے موقع پر نہ بنایا۔ اور خود آپ نے تطویل قرأت نے الصلوٰۃ کو مستحب فرمایا تھا کہ عمدہ نماز وہ ہے جس میں قرآن زیادہ پڑھا جائے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل کیا۔ لیکن جب ایک صحابی نے شکایت کی کہ ہم زراعت پیشہ ہیں' معاذ رضی اللہ عنہ کی طول قرأت سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فتان فرمایا اور چھوٹی قرأت کو واجب کر دیا۔ کیونکہ قرأت ادا کرنے کو ادنیٰ درجہ کافی تھا اور یہ طریقہ موجب اتفاق کا تھا اور دوسرا طریقہ حالانکہ مستحسن تھا مگر وقت افتراق کے اس کو فتنہ فرمایا اور اس پر عمل کرنے والے کو فتنہ انگیز ٹھہرایا۔ پس یہ قاعدہ مسلم شرع کا ہے کہ اگر ادائے واجب کے دو طریقے ہوں' ایک میں فساد ہوتا ہو اور دوسرے میں اتفاق رہتا ہو' تو وہ طریقہ جس میں فساد ہو اختیار کرنا حرام ہو جاتا ہے' اور دوسرا طریقہ واجب معین ٹھہر جاتا ہے۔ اگرچہ وہ طریقہ جس میں افتراق ہوتا ہے' اصل میں عمدہ ہی کیوں نہ ہو' مگر اس عارضی امر سے حرام بنتا ہے۔ اب ان دونوں امر کے بعد جواب اس خدشہ کا صاف نکل آیا کہ تقلید شخصی کرنے والے اہل ہند سے مثلاً اپنے فرض سے فارغ تھے اور امتثال امر خداوندی و دینی میں سرگرم۔ اب اگر عدم تقلید شخصی کو کوئی کرانا چاہتا ہے تو بحکم مقدمہ ثانیہ معلوم ہوا کہ فتنہ و افتراق آیت میں ڈالتا ہے۔ لہٰذا یہ امر ناجائز ہوا اور تقلید شخصی واجب ہوئی۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ اب تقلید شخصی واجب ہوگی اور عدم تقلید حرام بالغیر بنی۔ اور جو کچھ فتنہ اور نزاع اور اختلاف باہم اس عدم تقلید میں ہے وہ سب کو نظر آتا ہے مگر ہاں حق تعالیٰ جس کو کور باطن بنائے وہ اس فساد کے معائنہ سے معذور ہے۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ وجوب تقلید شخصی بخوبی ثابت ہو گیا اور تقلید آئمہ اربعہ میں کسی امام کی بالتعین واجب و ثابت نص قرآنی اور حدیث نبوی سے ہو گئی۔ فَتَدَبَّرُوْا یَآاُولِی الْاَبْصَارِ۔

تقلید کے بیان کا خلاصہ

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ پہلی اور دوسری صدی میں عوام الناس کسی خاص مذہب کے مقلد اور پابند نہ تھے۔ بجز شارع علیہ السلام کے کسی کی تقلید نہ کرتے تھے۔ بلکہ ان کو جو احکام ان کے باپ دادا سے یا ان کے شہروں کے علماء سے پہنچتے' ان پر عمل کرتے اور ضرورت کے وقت جس کو عالم دیندار سمجھتے اس سے مسئلہ دریافت کر لیتے تھے۔ یہ حالت دوسری صدی تک رہی۔ لوگ دو قسم کے تھے۔ عالم یا جاہل۔ عالم اپنے علم پر عمل کرتے اور جاہل جس عالم سے چاہتے احکام شرعی دریافت کرتے۔ دو صدی گذرنے پر خاص مذہب کا اختیار کرنا رواج پذیر ہوا۔ اس زمانہ کے عوام کسی نہ کسی مذہب کے پابند ہوتے تھے۔ جیسے حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی' بلکہ اکثر محدثین اور صاحب تصانیف بھی جیسے امام بخاری اور دیگر محدثین کسی نہ کسی مذہب کی طرف منسوب تھے' اگرچہ یہ لوگ خود بھی مجتہد تھے۔

غرض اکثر بزرگان دین باوجودیکہ اعلیٰ درجے کے عالم تھے' لیکن حنفی' مالکی' شافعی یا حنبلی ہونا پسند کرتے تھے' اور اپنے آپ کو کسی امام کی طرف منسوب کرنا ان کے نزدیک کچھ عیب نہ تھا' بلکہ باعث فخر تھا۔ ان بزرگوں کو مرتبۂ اجتہاد حاصل تھا پھر بھی تقلید کو اچھا سمجھا اور اپنے نام سے کوئی طریقہ نہ ایجاد کیا۔ مثل آئمہ اربعہ کے صاحب مذہب مشہور نہ ہوئے۔ ان دو صدیوں کے اندر مجتہدین کی کثرت ہوئی' پھر رفتہ رفتہ کمی ہوتی گئی یہاں تک کہ درجہ اجتہاد گویا اٹھا لیا گیا اور ہر شخص پر تعین مذہب شخصی ضروری و لازمی ہو گیا۔

حسبی من الخیرات ما اعددته — یوم القیمة فی رضی الرحمن

دین النبی محمد خیر الوریٰ — ثم اعتقادی مذهب النعمان

حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے القاب کا ثبوت

اکثر غیر مقلدین حنفی، شافعی وغیرہ القاب کہلانے کو بدعت سیۂ اور شرک قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی القاب میں کوئی گناہ یا شرک نہیں ہے کیونکہ یہ سب مجتہدین محمدی ہیں جو متبع سنت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پس جو حنفی ہے وہ موحد بھی ہے اور محمدی بھی ہے۔ اور حنفی کے یہ معنی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ اعلم و افضل جانتا ہے اور دیگر آئمہ پر بھی علی الحق عقیدہ رکھتا ہے اور علیٰ ہذا شافعی وغیرہ۔ اور یہ لقب علمائے اہل حق میں برابر قدیم سے بلانکیر شائع رہا ہے، کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اور خیر القرون میں بایں معنی تلقب ثابت ہوا ہے کہ علوی اس شخص کو بولتے تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا تھا اور عثمانی اسے کہتے تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو افضل جانتا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں یہ لقب بایں معنی موجود ہے۔ پس جب اس کی نظیر موجود ہے تو اس پر اعتراض کرنا اور اسے بدعت جاننا اہل علم کا کام نہیں۔ البتہ عوام نادان جہل کے سبب ایسے کلام کیا کرتے ہیں۔ آخر لقب محمدی بھی تو خود اس فرقہ کی ایجاد ہے کس حدیث سے اس کا حکم جواز استخراج کر سکتے ہیں۔ اگر وہ اس لقب کو بوجہ اتباع فخر عالم ﷺ بتاتے ہیں تو چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال مختلفہ سے چاروں اماموں نے اپنا مذہب حق مقرر کیا ہے تو حنفی ہونے کا لقب بھی اس پر قیاس کر لیجئے کہ بوجہ اتباع ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ ٹھہرا ہے اور اتباع آئمہ نہیں مگر اتباع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و فخر عالم ﷺ کا۔ پھر اس تلقب سے کیا عجب ہو سکتا ہے۔

تمام بزرگانِ سلف کا مقلد ہونا

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''انصاف'' میں لکھتے ہیں کہ امام

بخاری محمد بن اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ معدود طبقات شافعیہ سے ہیں اور شاہد اس کا کلام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو طبقات شافعیہ میں ذکر کیا۔ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ استاد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا شافعی ہے۔ امام لیث رحمۃ اللہ علیہ استاد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حنفی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امام لیث رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ تر فقیہ تھے۔ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حرملہ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ استاد مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا شافعی ہے۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ شافعی ہے۔ مناوی رحمۃ اللہ علیہ نے تیسیر شرح جامع صغیر میں لکھا ہے کہ ابوداؤد' نسائی' ابن حبان' دارقطنی' ابونعیم' بیہقی وغیرہ شافعی ہیں۔ ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا میں لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ ابوسعید سحنون رحمۃ اللہ علیہ ابوبکر بن سابق رحمۃ اللہ علیہ مالکی ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بستان میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ استاد بخاری و مسلم کا مالکی ہے' اور صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ روم میں لکھا ہے کہ امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ امام فقہ و حدیث و اصول و عقاید کا شافعی ہے۔ لہٰذا شافعیہ اشعریہ ہیں۔ امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ امام فقہ و حدیث و تفسیر و اصول و عقاید و کلام کا حنفی ہے۔ لہٰذا حنفیہ ماتریدیہ ہیں۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی ہیں۔

مذاہب اربعہ کے ماخذ

واضح ہو کہ مجتہدین نے دلائل احکام شرعیہ اور اس کے ماخذ میں بحث کیا ہے۔ جب دیکھا کہ احادیث رسول اللہ ﷺ میں تعارض ہے اور آثار صحابہ و تابعین کے بھی باہم مختلف ہیں۔ وہ احادیث و آثار عام طور پر ماخذ ہیں۔ اکثر احکام اس سے ثابت ہوتے ہیں تو مجتہدین کو حیرت ہوئی اور باہم مجتہدین کی رائے اس بارہ میں مختلف ہوئی کہ اس تعارض اور اختلاف سے بچنے کی کیا صورت ہے' تو امام

مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا کہ ایسے محل میں اہل مدینہ کے عمل پر اعتبار کرنا چاہیے۔ اس واسطے کہ مدینۂ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے اور خلفاء کا وطن ہے اور اولاد صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کا مسکن ہے اور نزول وحی کا مقام ہے اور اہل مدینہ معانی وحی سے زیادہ واقف ہیں تو جو حدیث یا اثر اہل مدینہ کے عمل کے خلاف ہو تو ضرور ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہوگی یا ماول یا مخصص یا محذوف القصہ ہوگی' تو ایسی حدیث پر احکام شرعیہ کا مدار نہیں ہوسکتا۔

اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا کہ ایسے محل میں اہل حجاز پر اعتبار کرنا چاہیے اور باوجود اس کے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں فہم کو دخل دیا۔ بعض روایت کو کسی حالت پر حمل کیا' بعض روایت کو دوسری حالت پر حمل کیا اور تا امکان روایات میں تطبیق دی۔ پھر جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مصر وعراق میں تشریف لے گئے اور اس بلاد کے ثقات سے روایات کثیرہ سنیں اور آپ کو معلوم ہوا کہ اس میں سے بعض روایات کو عمل اہل حجاز پر ترجیح ہے تو اس وجہ سے شافعی مذہب میں امام شافعی کے دو قول ہوئے۔ قول قدیم وقول جدید۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اختیار کیا کہ ہر حدیث کو اس کے ظاہر معنی پر حمل کیا۔ لیکن حدیث میں تخصیص کی اسکے مورد کے ساتھ بصورت متحد ہونے علت حکم کے۔ تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب خلاف قیاس ہوا اور اس مذہب میں اختلاف حکم میں ہوا۔ باوجود نہ ہونے وجہ فرق کے۔ اور اس واسطے وہ مذہب ظاہریہ کے ساتھ منسوب ہوا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے تابعین نے جو امر اختیار کیا ہے' وہ نہایت صاف ظاہر ہے' اور بیان اس امر کا یہ ہے کہ جب ہم نے تحقیق کی تو شریعت میں دو قسم کے احکام پائے۔

ایک قسم قواعد کلیہ ہے اور وہ جامع و مانع ہے۔ مثلاً ہمارا یہ قول ہے کہ کوئی شخص

کسی دوسرے شخص کے گناہ میں ماخوذ نہ ہوگا' اور یہ قول ہے کہ غنم بسبب عزم کے ہے اور یہ قول ہے کہ خراج بسبب ضمان کے ہے' اور یہ قول ہے کہ عتاق یعنی آزاد کرنا فسخ نہیں ہوسکتا' اور یہ قول ہے کہ بیع کامل ہوتی ہے ایجاب وقبول سے' اور یہ قول ہے کہ گواہ مدعی کیلئے ہے اور قسم منکر پر ہوتی ہے اور ایسا ہی اور بھی بیشمار قول ہیں۔

دوسری قسم احکام کی وہ ہے جو حوادث جزئیہ اور اسباب مختصہ میں وارد ہوا۔ گویا اس قسم کا حکم بمنزلہ استنباط کے ہے۔ ان کلیات سے جو قسم اول احکام کی ہے اور اسکا ذکر اوپر ہو چکا تو مجتہد پر واجب ہے کہ ان کلیات کو محفوظ رکھے اور جو امور ان کلیات کے خلاف ہوں ان کو ترک کرے۔ اس واسطے کہ شریعت حقیقت میں عبارت اسی کلیات سے ہے۔ اور جو احکام خلاف اس کلیات کے ہیں کہ اس کے اسباب اور مخصصات ہمارے نزدیک یقینی طور پر ثابت نہیں تو وہ قابل اعتبار نہیں' اور مثال اسکی یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب بیع میں کوئی فاسد شرط ہو تو وہ بیع باطل ہو جاتی ہے' اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حال میں جو وارد ہوا کہ انہوں نے اونٹ فروخت کیا اور شرط کر لی کہ یہ اونٹ ہمارے مصرف میں مدینہ منورہ تک رہے گا تو یہ قصہ شخصیہ جزئیہ ہے۔ یہ معارض واسطے قاعدۂ کلیہ مذکور کے نہ ہوگا۔ اور ایسا ہی حدیث صراط معارض نہ ہوگی۔ اس قاعدۂ کلیہ کے جو قاعدہ کلیہ قطعی طور پر شرع میں ثابت ہے' اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ غنم بسبب عزم کے ہے۔ اور ایسے ہی اور بھی مسائل ہیں اور اس سے لازم آتا ہے کہ بہت احادیث پر عمل نہیں ہوتا۔ جس میں ایسے امور جزئیہ کا ذکر ہے جو حنفی مذہب کے کسی قاعدہ کلیہ کے خلاف ہے۔ لیکن علماء حنفیہ اس کا خیال نہیں کرتے بلکہ مجتہد کے اجتہاد کی طرف ان کی توجہ رہتی ہے اور کلیات کی محافظت کا خیال رہتا ہے اور یہی کوشش رہتی ہے کہ تا امکان جزئیات ان کلیات میں مندرج رہے۔ (فتاویٰ عزیزی)

پانچواں باب

مختصر حالات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اب میں اپنی کتاب کے نامی گرامی اصلی مصنف امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات ناظرین کی توسیع خیالات کیلئے مرقوم کرتا ہوں تا کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ فقہ کے بانی مبانی کون سے لوگ ہیں' بزرگ لوگ کیوں ان پر فریفتہ اور شیدا ہیں اور ان کو دیگر آئمہ پر کیوں ترجیح دی جاتی ہے اور ان میں کیا گن اور خوبی ہے جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ ان کی علمی معلومات کا ذخیرہ کس قدر ہے اور قرآن فہمی اور حدیث دانی میں ان کا کیا رتبہ ہے۔ زہد و ریاضت میں وہ کس پایہ کے بزرگ ہیں۔ کون لوگوں نے آپ سے فیض اور استفادہ حاصل کیا۔ آپ کے کس قدر شاگرد ہوئے ہیں اور مشہور عام شاگردوں کا کیا حال ہے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی نعمان ہے اور کنیت ابوحنیفہ ہے لیکن آپ کنیت ہی کے بسبب سے زیادہ تر مشہور ہوئے ہیں۔ ان کے والد ماجد کا نام ثابت اور دادا کا نام روطی تھا جو کابل یا بروایتے بابل یا ترند کے باشندے تھے۔ بعض مورخین آپ کا نسب نامہ اس طرح لکھتے ہیں۔ نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان جو اہل فارس سے تھے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

سن پیدائش

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سن ولادت میں بھی مورخین کا اختلاف ہے۔ چنانچہ

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تو ۸۰ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ قاضی ابن خلقان رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ۸۱ھ ہجری میں اور بعض کے نزدیک ۶۱ھ ہجری میں ہوئی لیکن زیادہ صحیح اور معتبر روایت ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی ہے کہ آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (ردالمختار وغیرہ)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا

منقول ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد بچپن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی تھی۔ چنانچہ یہ اسی دعا کا ظہور ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ تمام زمانہ میں بڑے مجتہد اور امام اعظم ہوئے۔ ان کا مذہب مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک چار دانگ عالم میں آناً فاناً پھیل گیا اور آفتاب عالمتاب کی طرح پر تو فگن ہوا۔ بڑے بڑے علماء کرام اور مشائخ عظام اور اولیاء اللہ ذوی الاحترام اور خاصان خدا عالی مقام ان کے مذہب کے پیرو ہوئے۔

حنفی اولیاؤں کے اسمائے مبارک

حنفی اولیاؤں کے چند نام یہ ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوحامد لفاف رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی ہجویری معروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ

نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ' حضرت نور محمد رحمۃ اللہ علیہ' حضرت فقیر محمد طاطوی رحمۃ اللہ علیہ' راقم الحروف کے والد مولوی مست علی حنفی نقشبندی مجددی گدی نشین رحمۃ اللہ علیہ' غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ حنفی نقشبندی مجددی بن حضرت خانعالم المعروف خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن بولی شریف وغیرہ وغیرہ۔ غرض تمام خاندان نقشبندیہ' صابریہ' چشتیہ' سہروردیہ اور قادریہ وغیرہ وغیرہ کے لاکھوں اولیاء اللہ اور قطب وغوث اور ابدال امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو ہوئے ہیں۔

قصیدہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب میں

ہے ممکن بوحنیفہ کی ثنا تھوڑی ادا ہووے
پر عنقا کا خامہ گر میسر اے ضیا ہووے

ترے اوصاف ممکن ہے کہاں لکھے کوئی شاعر
اگر ہر حرف سے سو لاکھ مضمون بھی ادا ہووے

سوا تیرے ہے کون ایسا کہ جس کے واسطے ہر دم
زبان عقل کل پر حبذا اور مرحبا ہووے

نہ کیونکر زہد و تقویٰ میں وہ سردار زمانہ ہو
جسے سو بار حاصل خواب میں حق کی لقا ہووے

جہاں میں کیوں نہ اس کے مذہب حق کا بجے ڈنکا
مبشر جس کے مذہب کا کلام مصطفیٰ ہووے

نہ کیوں وہ جان و دل سے مثل مجنوں تجھ پہ ہوشیدا
جو تیرا وصف اور درجہ کسی سے کچھ سنا ہووے

گذاری عمر اپنی نیکیوں میں روز و شب یکساں
جو انسان با خدا ہووے تو تجھ سا باخدا ہووے

جو آپ ایسے مسیحاء تفقہ کا نہ ہو پیرو
مسائل کے مرض سے اس کو حاصل کب شفا ہووے

ہوں جس پر سایہ افگن شاخہائے مذہب نعمان
کہاں ممکن ہے اس کو خواہش ظل ہما ہووے

نماز فقہ سے سرشار ہوگا تا ابد بے شک
ایاغ فقہ نعمان سے جو یک قطرہ چکھا ہووے

تری تقلید کو دل سے وہی مرغوب سمجھے گا
کہ جس کے حال پر شامل بہت فضل خدا ہووے

جو تجھ سے پیشوا کو چھوڑ کر برگشتہ ہو جائے
بجز ذلت کے ممکن ہے کہاں اس کا بھلا ہووے

جو حاسد دیکھتا ہو آپ کو چشم حقارت سے
تہ تیغ غضب روز جزا اس کا گلا ہووے

جو ظاہر میں برا جانے جو باطن میں برا سمجھے
یہاں اس کا برا ہووے وہاں اس کا برا ہووے

ترا در چھوڑ کر جائے گا کب وہ دوسرے در پر
ملا تری تفقہ کا جسے کچھ بھی مزا ہووے

تمنائے دلی ہے یہ مری اے رفقہ عالم
ترے خدام کے زمرہ میں داخل یہ ضیا ہووے

شرف سے آپ کو مجھ کو بروز حشر اے سرور
لقاء مصطفیٰ ہو اور دیدار خدا ہووے

لحد اور حشر میں سب کلفتوں سے ہو اماں مجھ کو
بروز حشر مجھ پر سایۂ عرش خدا ہووے
طفیل اس اعتقاد مذہب نعمان کے اے خالق
گناہوں سے مرے اعمال کا دفتر صفا ہووے
صوفی تو خوش عقیدہ ہے نہ کیوں حسن عقیدت سے
ترے بخت ہمایوں کا ستارہ پُر ضیاء ہووے

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت

شیخ جلال الدین شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ظہور کے ساتھ اس حدیث میں بشارت دی۔ جسے ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ کَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ اَخْرَجَهٗ اَبُوْنُعَیْم یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر علم ثریا کے پاس ہوتو ہر آئینہ اس کو کوئی ایک شخص اولاد فارس سے لے لیں گے۔

۲) بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ لَوْ کَانَ الدِّیْنُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَذَهَبَ بِهٖ رَجُلٌ مِّنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰی یَتَنَاوَلَهٗ یعنی اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اس کو ایک شخص اولاد فارس سے پالے گا اور اپنے قبضہ میں کرلے گا۔ (مشکوۃ باب جامع المناقب پہلی فصل)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہی اس بشارت کا مستحق ہونا

پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر دین، علم اور ایمان ثریا کے پاس ہوگا تو اسے وہ شخص جا کر لائے گا جو ابنائے فارس میں سے ہوگا۔ یعنی وہ شخص اوروں کی نسبت مسائل اختلافیہ میں بہت مصیب ہوگا اور حق کی جانب بہت جلد پہنچے گا۔

چونکہ ابنائے فارس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح کوئی نہیں ہوا اور آپ کے درجہ تک کوئی نہیں پہنچا۔ لہٰذا یہ حدیثیں انہیں کی ذات پر محمول کی گئیں۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی فرمایا ہے اور ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ خیرات الحسان میں ایک اور حدیث لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تُرْفَعُ زِیْنَۃُ الدُّنْیَا سَنَۃَ خَمْسِیْنَ وَمِائَۃ یعنی دنیا کی زینت ایک سو پچاس ہجری میں اٹھالی جائے گی۔ اس حدیث پر شمس آلائمہ کروری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ یہ حدیث امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ پر محمول ہے اس لئے کہ آپ نے اسی سن میں وفات پائی۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی گود میں پرورش پانا

جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہی کم سن تھے اس لئے آپ کی والدہ ماجدہ نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلیا تو اس طرح امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی زیر نگرانی پرورش پانے کا موقع نصیب ہوا اور آپ نے ان سے علوم ظاہری اور باطنی حاصل کئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی دیکھا۔ اس لئے آپ کے تابعی ہونے میں کوئی شبہ اور شک نہیں ہے۔ اب میں صحابی اور تابعی کی تعریف کرتا ہوں کہ صحابی کس کو کہتے ہیں' تابعی کس کو اور تبع تابعین کس کو۔

تعریف صحابی

صحابی اسے کہتے ہیں جو حالت اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا ہو اگرچہ دور سے ہی زیارت کی ہو۔

فرق مابین روئت اور لقاء

روئت کے معنی دیکھنے کے ہیں اور لقاء ملاقات کو کہتے ہیں کہ خدمت میں حاضر ہو جائے۔فرق یہ ہے کہ اندھے کو زیارت نہیں ہو سکتی' القاء ہوتی ہے' تو اندھے کو صحابی کی حد میں داخل ہونے کے واسطے لقاء کا لفظ اختیار کرتے ہیں۔

اخذ حدیث آپ کے کلام سننے سے مراد ہے۔اگر فقط رویت یا لقاء ہو اور روایت نہ ہو تو بھی صحابی ہوتا ہے۔یہ مسئلہ سب محدثین کا مسلم ہے' کسی کو اس میں خلاف نہیں۔

تعریف تابعی رحمۃ اللہ علیہ

تابعی وہ ہے جسے صحابی سے لقاء یا زیارت ہوئی ہو۔اخذ حدیث ہو یا نہ ہو۔

تعریف تبع تابعی رحمۃ اللہ علیہ

تبع تابعی وہ ہے جسے تابعی سے لقاء یا زیارت ہوئی ہو۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تابعی ہونے کا ثبوت

محدثین کی اصطلاح میں تابعی اس کو کہتے ہیں جس نے کسی صحابی کو دیکھا ہو حقیقتاً جیسے اہل بصیرت یا حکماً جیسے نابینا۔خواہ ان سے کوئی روایت کی ہو یا نہ کی ہو۔

شارع علیہ السلام نے تین زمانوں کا بیان فرمایا ہے کہ سب سے بہتر زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے پھر تابعین کا جنہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بہتر زمانہ

خَيْرُ اُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ الخ (مشکوۃ

باب مناقب الصحابۃ پہلی فصل) یعنی میری امت کے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں یعنی صحابی، پھر وہ جوان کے قریب ہیں یعنی تابعین، پھر وہ جوان کے قریب ہیں یعنی تبع تابعین۔

روئت رسول کا خاصہ

صحیح ترمذی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَاتَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَاٰنِیْ اَوْرَاٰی مَنْ رَاٰنِیْ یعنی دوزخ کی آگ اس مسلمان کو نہ چھوئے گی جس نے مجھ کو دیکھا ہو یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ (مشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ دوسری فصل)

غرض ان احادیث سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ کے بعد تابعی کا زمانہ تبع تابعین سے بہتر ثابت ہوتا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی بقول راجح زمرۂ تابعین میں سے ہیں۔ لہٰذا ان کی فضیلت اور مرتبہ دیگر آئمہ ثلٰثہ کے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے۔
(ملا علی قاری)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں کون کون سے صحابی زندہ تھے

امام یافعی (شافعی) رحمۃ اللہ علیہ مرآۃ الجنان میں لکھتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے چار صحابیوں کا زمانہ پایا ہے۔ (۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بصرہ میں (۲) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کوفہ میں (۳) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں (۴) حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں زندہ تھے۔ بعض مورخین کے نزدیک چھ سات یا آٹھ صحابیوں سے آپ کا روائت کرنا معلوم ہوتا ہے۔ (سیوطی اور ابن حجر مکی)

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تبیض الصحفیہ میں لکھتے ہیں۔ قَالَ حَمْزَۃُ

السَّهْمِیُّ سَمِعْتُ الدَّارَ قُطْنِیْ یَقُوْلُ لَمْ یَلْقِ اَبُوْحَنِیْفَةَ اَحَدًا مِّنَ الصَّحَابَةِ اِلَّا اَنَّهٗ رَاٰی اَنَسًا بِعَیْنِهٖ وَلَمْ یَسْمَعْ مِنْهُ یعنی حمزہ سہمی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی مگر بالتحقیق انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان سے کچھ سنا نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ادرك الامام ابوحنيفة جماعة من الصحابة لانه ولد بالكوفة سنة ثمانين من الهجرة وبها يومئذ من الصحابة عبدالله ابن اوفى فانه مات بعد ذلك بالاتفاق وبالبصرة يومئذ انس ابن مالك ومات سنة تسعين او بعدها یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو دیکھا کیونکہ آپ کوفہ میں ۸۰ھ ہجری میں پیدا ہوئے اور ان دنوں حضرت عبداللہ بن اوفی صحابی بھی زندہ تھے۔ بالتحقیق وہ بالاتفاق اس کے بعد فوت ہوئے اور ان دنوں بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ زندہ تھے اور وہ نوے ہجری یا اس کے بعد فوت ہوئے۔

خلاصۂ مطلب

بہرحال طبقہ تابعین میں آپ کا ہونا اگرچہ رویت ہی سے کیوں ثابت ہے اور تبع تابعی میں تو کسی ادنیٰ عاقل کو بھی شبہ نہیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرات عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ یعنی بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں پھر وہ جو ان

کے قریب ہیں۔ (مشکوۃ باب مناقب الصحابہ پہلی فصل)

اس حدیث خیر القرون میں تابعی اور تبع تابعی دونوں داخل ہیں اور تبع تابعین کا عہد دو سال کے بعد تک رہا۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تبع تابعین میں سے ہیں ۲۰۴ ہجری میں وفات پائی ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۵۰ ہجری المقدس میں۔ بہرحال خیر القرون میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہونا محقق ہے اور تابعی ہونا بھی محقق ہے اگر کوئی ناواقف اور جاہل انکار کرے تو یہ اس کی جہالت اور عقل کی کمی ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حافظ حدیث ہونا

ردالمحتار میں مرقوم ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فن حدیث میں امام تھے کیونکہ آپ نے چار ہزار اساتذہ سے حدیث پڑھی تھی جو آئمہ تابعین اور غیر تابعین سے تھے۔ اسی سبب سے وہبی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو محدثین حفاظ میں شمار کیا ہے اور وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے صرف سترہ حدیثیں مروی ہیں یہ ان کی سراسر جہالت اور تاریخ سے ناواقفیت کا باعث ہے۔

امام صاحب سے ایک ہزار سات سو احادیث کا مروی ہونا

زرقانی نے شارح موطا نے لکھا ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ہزار سات سو روایات منقول ہیں۔ ہاں ابن خلدون نے اس قول کی مخالفت کی ہے لیکن اس کی مخالفت کی چنداں پرواہ نہیں ہے کیونکہ محدثین کے نزدیک اس کا قول کچھ معتبر نہیں ہے' اس لئے کہ اس کو امور شرعیہ میں مہارت تامہ نہیں ہے۔ چنانچہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ شاگرد ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ضوء لامع

فی اعیان القرن التاسع میں لکھتے ہیں کہ ابن خلدون امور شرعیہ میں ماہر نہ تھا۔ بہرکیف امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ حافظ حدیث تھے اور کئی ہزار حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔

ثبوت روایات امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مسانید روایات امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قطع نظر صرف تصانیف تلامذہ امام کو ملاحظہ کیجئے۔ جن میں بواسطہ امام بسند متصل اخبار اور آثار مروی ہیں۔ جیسے موطا اور کتاب الحج اور سیر کبیر اور کتاب الآثار مصنفہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور کتاب الخراج مصنفہ ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تو ان میں صدہا روایتیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نکلیں گی۔ علاوہ بریں مصنف ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اور مصنف عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور تصانیف دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ اور تصانیف طحاوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شرح معانی الآثار و مشکل الآثار وغیرہ کو اگر دیکھئے تو اس میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیشمار روایتیں موجود ہیں۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استادوں کی تعداد

شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استادوں کی فہرست یوں ارقام فرماتے ہیں۔ (۱) ابراہیم بن محمد بن منتشر رحمۃ اللہ علیہ (۲) اسمٰعیل بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ (۳) جبلہ بن سحیم رحمۃ اللہ علیہ (۴) ابوہند حارث بن عبدالرحمٰن ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (۵) حسن بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (۶) حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ (۷) حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ (۸) خالد بن علقمہ رحمۃ اللہ علیہ (۹) ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (۱۰) زبید الیامی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱) زیاد بن علاقہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۲) سعید بن مسروق ثوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳) سلمہ بن کہیل رحمۃ اللہ علیہ (۱۴) سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ (۱۵) شداد بن عبدالرحمٰن قشیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۶) شیبان بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (۱۷) طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ (۱۸) طریف بن سفیان سعدی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹) طلحہ بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ

(۲۰) عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ مرسبعی رحمۃ اللہ علیہ (۲۲) عبداللہ بن ابی حبیبہ رحمۃ اللہ علیہ (۲۳) عبداللہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ (۲۴) عبدالرحمٰن بن ہرمزاعرج رحمۃ اللہ علیہ (۲۵) عبدالعزیز بن رفیع رحمۃ اللہ علیہ (۲۶) عبدالکریم بن ابی امیہ بصری رحمۃ اللہ علیہ (۲۷) عبدالملک بن عمر رحمۃ اللہ علیہ (۲۸) علی بن ثابت انصاری رحمۃ اللہ علیہ (۲۹) عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ (۳۰) عطاء بن سارب رحمۃ اللہ علیہ (۳۱) عطیہ بن سعد عوفی رحمۃ اللہ علیہ (۳۲) عکرمۃ مولی ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ (۳۳) نافع مولیٰ ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ (۳۴) علقمہ بن مرثد رحمۃ اللہ علیہ (۳۵) علی بن حسن رحمۃ اللہ علیہ (۳۶) عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ (۳۷) عون بن عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ (۳۸) قابوس بن ابی طبیان رحمۃ اللہ علیہ (۳۹) قاسم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (۴۰) عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ (۴۱) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ (۴۲) قیس بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ (۴۳) محارب بن دثار رحمۃ اللہ علیہ (۴۴) محمد بن زبیر حنظلی رحمۃ اللہ علیہ (۴۵) محمد بن سائب رحمۃ اللہ علیہ (۴۶) ابوجعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ (۴۷) محمد بن قیس ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (۴۸) محمد بن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ (۴۹) محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ (۵۰) مخول بن راشد رحمۃ اللہ علیہ (۵۱) سلم بطین رحمۃ اللہ علیہ (۵۲) معین بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ (۵۳) مقسم رحمۃ اللہ علیہ (۵۴) منصور رحمۃ اللہ علیہ (۵۵) موسیٰ بن ابی عائشہ رحمۃ اللہ علیہ (۵۶) ناصح بن عبداللہ بجلی رحمۃ اللہ علیہ (۵۷) ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ (۵۸) ہشیم بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ (۵۹) ولید بن ربیع فخروی رحمۃ اللہ علیہ (۶۰) یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ (۶۱) یحییٰ بن عبداللہ کندی رحمۃ اللہ علیہ (۶۲) یحییٰ بن عبداللہ الجابر رحمۃ اللہ علیہ (۶۳) یزید بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ (۶۴) یزید بن عبدالرحمٰن کوفی رحمۃ اللہ علیہ (۶۵) یونس بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ (۶۶) ابوحصین اسدی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷) ابوزبیر مکی رحمۃ اللہ علیہ (۶۸) ابواسود سلمی رحمۃ اللہ علیہ (۶۹) ابوعون ثقفی رحمۃ اللہ علیہ (۷۰) ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ پس امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اگر فی استاد دس حدیثیں روایتیں کرتے تو بھی سات سو روایات ہوتی ہیں۔(فَتَدَبَّرُوْا یَاأُولِی الْاَبْصَارِ)

اب میں بزرگان دین کے خیالات امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پیش کرتا ہوں تاکہ ناظرین کو عین الیقین ہو جائے کہ واقعی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے جید متبحر محدث اور عالم فاضل اور عارف باللہ تھے۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر امام صاحب کی نسبت

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سنت کے زندہ کرنے والے تھے

(۱) عالم اکمل و فاضل اجل حضرت مخدوم علی بن عثمان ہجویری ثم لاہوری ملقب بحضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی مبارک کتاب کشف المحجوب میں ارقام فرماتے ہیں کہ جب امام ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارادہ کیا کہ لوگوں سے الگ ہو جائے تاکہ دل کو ریاست اور لوگوں کے مرتبہ سے پاکیزہ رکھے اور بے عیب ہوکر حق کیلئے کھڑا ہو۔ یہاں تک کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیاں ان کے لحد سے جمع کرتا تھا۔ اور بعض کو بعض سے پسند کرتا تھا۔ اس واقعہ کی ہیبت کے سبب خواب سے جاگ اٹھا اور امام محمد بن سیرین کے اصحابوں میں سے ایک سے خواب کا بیان پوچھا۔ اس نے کہا کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی سنت کے نگاہ رکھنے میں یہاں تک بڑے درجہ میں پہنچے گا کہ اس میں تصرف کرنے والا ہوگا اور صحیح کو غیر صحیح سے جدا کرے گا۔ پھر دوسری دفعہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے کہا اے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تجھے خدائے تعالیٰ نے میری سنت زندہ کرنے کیلئے بنایا ہے' گوشہ نشینی کا ارادہ نہ کر۔

امام رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا رویائے صادقہ

(۲) عالم اکمل و فاضل اجل حضرت مخدوم علی بن عثمان ہجویری ثم لاہوری ملقب بحضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں ارقام فرماتے ہیں

کہ جب میں شام میں تھا اور حضرت بلال مؤذن رضی اللہ عنہ کے روضۂ مبارک پر سویا ہوا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو خواب میں مکہ کے اندر دیکھا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی مشیبہ کے دروازے سے اندر آئے ہیں۔ ایک پیر مرد کو بغل میں پکڑ لیا ہے جیسا کہ لڑکوں کو پکڑتے ہیں۔ میں محبت کے سبب ان کے پاس دوڑا گیا اور ان کے پاؤں چومے اور اس تعجب میں تھا کہ وہ بوڑھا کون ہے۔ آپ معجزے سے میرے باطن اور میرے ارادے پر واقف ہو گئے اور مجھے کہا کہ یہ تیرا امام اور تیری ولایت کے لوگوں میں سے ہے یعنی ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ)

نتیجہ جواب

اس خواب سے مجھ کو یہ امر درست معلوم ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے ہوئے ہیں جو طبع کی صفتوں سے فانی تھے اور شرع کے حکموں سے باقی اور ان سے قائم کیونکہ ان کے رہبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اگر وہ آپ جاتے تو باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت یا مخطی ہوتا ہے یا مصیب۔ جب ان کے رہبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو فانی الصفت ہے اور پیغمبر کی صفت کے بقاء سے قائم ہے اور جب پیغمبر پر خطا کی صورت واقع نہیں ہوتی تو جو اس سے قائم ہے اس پر بھی نہیں ہوتی اور یہ ایک لطیف رمز ہے۔ فَتَدَبَّرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر امام کی شان میں

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (جن کے صحیح صحیح حالات مع عملیات وتعویذات زیر طبع ہیں) اپنے مکتوبات کی جلد ثانی میں لکھتے ہیں۔ مثل روح اللہ مثل امام اعظم کوفی است کہ ببرکت ورع وتقویٰ و بہ دولت متابعت سنت درجہ علیا در اجتہاد و استنباط یافتہ است کہ دیگراں در فہم او عاجز اند و مجتہدات اورا

بواسطہ دقت معانی' مخالف کتاب وسنت دانند' واورا واصحاب الرائے پندارند۔ یعنی مثل روح اللہ کے مثل امام اعظم کوفی کی ہے کہ پرہیزگاری اور تقویٰ کی برکت سے اور تابعداری سنت کے ذریعہ سے بڑا مرتبہ اجتہاد اور استخراج مسائل کا پایا ہے کہ دوسرے لوگ اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں اور ان کے مسائل مستنبطہ کو بوجہ دقت معانی کے مخالف قرآن مجید اور حدیث کے جانتے ہیں اور ان کو اصحاب الرائے سمجھتے ہیں مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہ کرشمہ از دقت فقاہت او علیہ الرضوان دریافت کہ گفت اَلْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فِي الْفِقْهِ' بواسطہ ہمیں مناسبت کہ بروح اللہ دارد' تواند بود۔ آنچہ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ فصول ستہ نوشتہ است کہ عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول بمذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حکم وعمل خواہد کرد۔ بے شائبہ تکلف وتعصب گفتہ می شود کہ نورانیت مذہب حنفی بہ نظر کشفی در رنگ دریائے عظیم می نماید۔ وسائر مذاہب در رنگ حیاض وجداول نظر می آید۔ ناقصان چند احادیث رایاد گرفتہ اند واحکام شرعیہ رادراں منحصر ساختہ اند وماورائے معلوم خود رانفی مے نمایند۔

چو آں کرمے کہ در سنگے نہاں است
زمین و آسماں اورا ہماں است

وائے ہزار وائے از تعصب ہائے بارد ایشاں واز نظر ہائے فاسد ایشاں بانی فقہ ابوحنیفہ است وسہ حصہ فقہ اورا مسلم داشتہ اند ودر ربع باقی ہمہ شرکت دارند ودر فقہ صاحب خانہ اوست ودیگراں ہمہ عیال وے اند۔ یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے البتہ کچھ فقاہت آپ کی سمجھی تو یہ فرمایا کہ کل فقہاء ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں فقہ میں۔ اور شاید اسی مناسبت سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ہے حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے فصول ستہ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

آسمان سے اتر کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر حکم اور عمل کریں گے اور بلا تکلف اور بغیر تعصب کے کہا جاتا ہے کہ نورانیت حنفی مذہب کی بنظر کشف مثل دریائے عظیم کے دکھلائی دیتی ہے اور باقی مذاہب مثل حوض اور نہر کے۔ کم سمجھ لوگوں نے چند حدیثیں یاد کر لی ہیں اور احکام شرعیہ کو اسی میں منحصر جانتے ہیں' اپنے معلومات کے سوا سب کی نفی کرتے ہیں۔ وہ لوگ اس کیڑے کی طرح ہیں جو پتھر کے اندر پوشیدہ ہے' زمین اور آسمان اس کیلئے وہی پتھر ہے۔ افسوس ہزار افسوس ان کم سمجھوں کے تعصب باریک اور نظر فاسد پر وہ لوگ نہیں جانتے کہ باقی فقہ ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور تین حصہ ان کی فقہ کو لوگوں نے مسلم رکھا ہے اور باقی ربع میں سب شرکت رکھتے ہیں اور امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ میں گویا صاحب خانہ ہیں اور لوگ ان کے عیال ہیں۔

اب میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا عربی قصیدہ معہ ترجمہ جو انہوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں لکھا ہے' عوام الناس کی خاطر ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک کا قصیدہ امام اعظم کی شان میں

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا ۔۔۔ اِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُوْحَنِيْفَةَ
بیشک زینت دی شہروں کو اور وہاں کے باشندوں کو ۔۔۔ مسلمانوں کے امام ابوحنیفہ نے

بِاَحْكَامٍ وَّاٰثَارٍ وَّفِقْهٍ ۔۔۔ كَاٰيَاتِ الزَّبُوْرِ عَلَى الصَّحِيْفَةِ
ساتھ احکام شرعی اور احادیث نبوی اور فقہ کے ۔۔۔ مانند آیتیں زبور کے صحیفہ پر

فَمَا فِي الْمَشْرِقَيْنِ لَهٗ نَظِيْرٌ ۔۔۔ وَلَا فِي الْمَغْرِبَيْنِ وَلَا بِكُوْفَةٍ
پس نہیں ہے پورب میں کوئی ان کا نظیر ۔۔۔ اور نہ پچھم میں اور نہ کوفہ میں

اِمَامًا صَارَ فِي الْاِسْلَامِ نُوْرًا ۔۔۔ اَمِيْنًا لِّلرَّسُوْلِ وَلِلْخَلِيْقَةِ
ایسا امام کہ ہو گیا اسلام میں نور ۔۔۔ امین واسطے رسول اور خلقت کے

يَبِيْتُ مُشَمِّرًا اَسْهَرَ اللَّيَالِيْ ۔۔۔ وَصَامَ نَهَارَهٗ لِلّٰهِ خِيْفَةً

شب باشی کرتے تھے دامن چنکر درآنحالانکہ جاگتے تھے راتوں کو ۔۔۔ اور روزہ رکھتے تھے دن کو واسطے اللہ کے بسبب ڈر کے

وَصَانَ لِسَانَهٗ عَنْ كُلِّ اِفْكٍ ۔۔۔ وَمَا زَالَتْ جَوَارِحُهٗ عَفِيْفَةً

اور محفوظ رکھا اپنی زبان کو سب گناہوں سے ۔۔۔ اور ہمیشہ رہے اعضا ان کے پاک

يَعِفُّ عَنِ الْمَحَارِمِ وَالْمَلَاهِيْ ۔۔۔ وَمَرْضَاةُ الْاِلٰهِ لَهٗ وَظِيْفَةٌ

بچتے رہے وہ حرام اور لہو سے ۔۔۔ اور تھی خوشنودی اللہ تعالیٰ کی ان کی روش

فَمَنْ كَاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ عَلَاهُ ۔۔۔ اِمَامٌ لِلْخَلِيْقَةِ وَالْخَلِيْفَةُ

پس کون ہے ابوحنیفہ کی مانند ان کے درجے میں ۔۔۔ امام خلق کا اور خلیفہ

رَأَيْتُ الْعَائِبِيْنَ لَهٗ سَفَاهًا ۔۔۔ خِلَافَ الْحَقِّ مَعَ حُجَجٍ ضَعِيْفَةٍ

دیکھا میں نے ان کی عیب بینیوں کو نادان ۔۔۔ خلاف حق کے ساتھ دلیلیں ضعیف کے

وَكَيْفَ يَحِلُّ اَنْ يُّؤْذِيْ فَقِيْهٌ ۔۔۔ لَهٗ فِي الْاَرْضِ اٰثَارٌ شَرِيْفَةٌ

اور کب زیبا ہے یہ کہ ان کو اذیت دے کوئی فقیہ ۔۔۔ حالانکہ ان کی اچھی اچھی نشانیاں زمین پر ہیں

وَقَدْ قَالَ ابْنُ اِدْرِيْسٍ مَقَالًا ۔۔۔ صَحِيْحَ النَّقْلِ فِيْ حِكَمٍ لَطِيْفَةٍ

اور بیشک فرمایا ہے امام شافعی نے ایک قول ۔۔۔ صحیح ازروے نقل کے گویا وہ ایک لطیفہ ہے

بِاَنَّ النَّاسَ فِيْ فِقْهٍ عِيَالٌ ۔۔۔ عَلٰى فِقْهِ الْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

بیشک آدمی فقہ میں عیال ہیں ۔۔۔ امام ابوحنیفہ کی فقہ کے

فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ ۔۔۔ عَلٰى مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ

پس لعنت خدا کی ہو برابر بالوں کے یعنی بیشمار ۔۔۔ اس پر کہ رد کرے حقارت سے ابوحنیفہ کے قول کو

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا زہد وتقویٰ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے عابد، زاہد، متقی، پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ اکثر اوقات خاموش رہتے۔ بے ضرورت تکلم نہ فرماتے۔ صاحب کرامات تھے۔ چنانچہ آپ کے ورع وتقویٰ کے متعلق حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ اتفاق سے ایک قرض دار کے مکان پر جانا پڑا، قرضدار کو باہر سے آواز دے کر خود دھوپ میں کھڑے رہے۔ لیکن اس

کے مکان کے سایہ میں کھڑا ہونا پسند نہ فرمایا کیونکہ انہوں نے یہ خیال کیا کہ صاحب دیوار میرا مقروض ہے۔

سود کی نسبت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

جو قرض سے نفع حاصل کرے وہ سود ہے اور میرا بیٹھنا اس کے سایہ دیوار میں نفع ہے۔ پس یہ بھی سود کے حکم میں ہے۔

مشتبہ مال کی نسبت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا استغنا

خزانۃ المفتیین میں مروی ہے کہ ایک سوداگر پارچہ فروش کے ساتھ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تجارت میں شرکت کی۔ تاجر مصر میں تجارت کرتا تھا۔ تجارت کے کسی تھان میں نقص و عیب تھا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو لکھ بھیجا کہ فلاں تھان جس پر یہ نشانی ہے' عیب دار ہے۔ اس کو بیچنے کے وقت مشتری کو اس کے عیب پر مطلع کر دینا۔ تاجر صاحب کو اس کا کچھ خیال نہ رہا اور سب تھان فروخت کر ڈالے اور ان میں وہ عیب دار تھان بھی بغیر اظہار عیب کے فروخت ہو گیا۔ تاجر صاحب کوفہ میں واپس آئے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حصہ مبلغ تیس ہزار درم ان کو دیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ تھان کا عیب نہیں ظاہر کیا گیا۔ فرمایا یہ رقم شبہ والی ہے' میں اسے اپنے کام میں نہیں لاؤں گا' پس وہ سب مال خیرات کر دیا۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خواب کی تعبیر

منقول ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کھودی اور آپ کی ہڈیاں مبارک اپنے سینہ سے لگائیں۔ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی گئی تو انہوں نے جواب دیا۔ اس خواب کا دیکھنے والا ایک ایسے علم کو عالم میں پھیلائے گا کہ اس سے پہلے کسی سے اس علم کی اشاعت نہ ہوئی ہوگی۔

خانہ کعبہ کے دروازہ پر دو رکعت میں تمام قرآن مجید کا پڑھنا

منقول ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آخری عمر میں حج کیا اور کعبہ معظمہ کے اندر داخل ہو کر داہنے پیر کھڑے ہو کر نصف قرآن مجید پڑھا۔ پھر رکعت پوری کر کے دوسری رکعت میں نصف قرآن مجید پڑھ کر نماز ختم کی اور بارگاہ الٰہی میں یہ دعا مانگی۔ خداوندا اس عاجز بندے نے تیری عبادت کا حق نہ ادا کیا لیکن تیری معرفت بقدر امکان جانی۔ خدایا میری عبادت کا نقصان کمال معرفت کے سبب معاف فرما۔ ہاتف غیب نے آواز دی تم نے خوب ہم کو پہچانا اور تمہاری معرفت خالص ہوئی اور تم نے اچھی خدمت کی' ہم نے تم کو بخشا اور نیز ان لوگوں کو جو قیامت تک تیرے مذہب کے تابع رہیں۔

۴۰ برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھنا

منقول ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ انہوں نے پچپن حج کئے تھے اور چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ اکثر اوقات تہجد کی ایک رکعت میں پورا قرآن مجید ختم کیا۔ رات کے وقت ان کی گریہ درازی کی آواز ہمسایہ سنتے اور ان پر ترس کھاتے تھے۔

ہستی واجب الوجود کا ثبوت

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دہریوں کا مناظرہ

(۱) تفسیر کبیر میں مرقوم ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرقہ دہریہ کے حق میں مثل شمشیر برہنہ کے تھے۔ اس سبب سے وہ لوگ آپ کے قتل کے واسطے موقع ڈھونڈتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز مسجد میں آپ تنہا بیٹھے تھے کہ دفعۃً وہ لوگ ننگی تلواریں لئے

ہوئے آئے اور آپ کو گھیر لیا اور آپ کے مارنے کا قصد کیا۔ آپ نے فرمایا پہلے تم لوگ ایک بات کا جواب دو پھر جو تمہارا جی چاہے کرنا۔ انہوں نے کہا۔ فرمائیے! آپ نے کہا کہ تم اس شخص کو کیسا سمجھتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میں نے ایک کشتی دیکھی ہے جو مال واسباب سے بھری ہوئی ہے اور دریا کی امواج اس کو دھکے پر دھکے دے رہی ہیں اور وہ ہوا کے جھونکے ہر طرف سے کھا رہی ہے۔ باوجود اس کے وہ سیدھے خط مستقیم کی طرف چلی جاتی ہے ذرا بھی ٹیڑھی نہیں ہوتی حالانکہ اس پر نہ کوئی ملاح ہے نہ کوئی محافظ۔ بتلاؤ تو کیا تمہاری عقل اس قول کو تسلیم کرتی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ بلکہ یہ تو ایسی بات ہے کہ اس کو کوئی بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ تب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ سبحان اللہ جب عقل یہ تسلیم نہیں کرتی کہ کشتی دریا میں سیدھی بلا محافظ اور ملاح کے چل سکتی ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ دنیا باوجود اختلاف احوال اور تغیر اعمال اور کشادگی اطراف اور تبائن اکناف کے بلا صانع اور خالق اور حافظ کے قائم رہ سکتی ہے۔ پس وہ لوگ آپ کی اس تقریر سے دنگ رہ گئے اور تلواریں نیام میں کر لیں اور صدق دل سے تائب ہو کر مسلمانوں کے زمرہ میں داخل ہوئے۔

(۲) تفسیر کبیر میں منقول ہے کہ کسی نے آپ سے ثبوت ہستی واجب الوجود کی دلیل پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔ سنو کہ باپ تو چاہتا ہے کہ لڑکا پیدا ہو۔ لیکن پیدا ہوتی ہے لڑکی اور کبھی چاہتا ہے کہ لڑکی پیدا ہو تو لڑکا پیدا ہو پڑتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی صانع عالم ضرور ہے۔

قرأت فاتحہ خلف الامام کی عدم ضرورت

سورہ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں مناظرہ

منقول ہے کہ مدینہ منورہ کے بہت لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے قرأت

خلف الامام میں بحث کرنے کے واسطے آئے تا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ساکت اور مغلوب کر دیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہم تنہا سب لوگوں سے کیونکر بحث کر سکتے ہیں۔ آپ سب ایک شخص کو جو آپ لوگوں میں بڑا عالم ہو' سردار مقرر کیجئے تا کہ ہم ان سے بحث کریں۔ پس سب لوگوں نے ایک شخص کو مقرر کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص تم لوگوں میں بڑا عالم ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس سے مباحثہ کرنے سے تم سے مباحثہ ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا ہاں' امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس پر الزام دینے سے تم پر الزام ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا ہاں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کیونکر انہوں نے کہا اس لئے کہ ہم نے اس کو اپنا امام بنایا۔ پس ان کا قول ہمارا ہی قول ہے۔ تب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہذا القیاس جب ہم نے نماز میں کسی کو امام بنایا تو اس کی قرأت مقتدیوں کی قرأت ہوگی اور وہ نائب ہوگا ہماری طرف سے۔ تب وہ لوگ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس دندان شکن تقریر کو سن کر دنگ رہ گئے۔

رفع یدین کے متعلق امام صاحب کا اوزاعی سے مناظرہ

عقود الجواہر میں منقول ہے کہ حارثی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن زیاد رازی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے حدیث بیان کی سلیمان بن شاذ کوفی رحمۃ اللہ علیہ نے' انہوں نے کہا کہ میں نے سنا سفیان بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ کو' کہتے تھے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور اوزاعی مکہ میں مقام دار حناطین میں اکٹھے ہوئے۔ اوزاعی نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا آپ نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رفع یدین کی کوئی حدیث رسول اللہ

ﷺ سے صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ تب اوزاعی نے کہا کیوں نہیں ثابت ہوئی۔ بیان کی مجھ سے زہری رحمۃ اللہ علیہ نے سالم رحمۃ اللہ علیہ سے اور سالم اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے رسول اللہ ﷺ سے کہ رسول اللہ ﷺ ہاتھ اٹھاتے تھے شروع نماز کے وقت اور رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت۔ تب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث بیان کی مجھ سے حماد رحمۃ اللہ علیہ نے اور حماد رحمۃ اللہ علیہ نے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے اور ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور علقمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسود رضی اللہ عنہ سے بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کہ بیشک رسول اللہ ﷺ نہیں اٹھاتے تھے دونوں ہاتھ مگر نماز شروع کرنے کے وقت اور پھر کہیں سے نہیں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ تب اوزاعی نے کہا کہ میں حدیث روایت کرتا ہوں۔ عَنِ الزُّهْرِيْ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اور آپ حدیث بیان کرتے ہیں عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدْ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ پس امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ سے حماد رحمۃ اللہ علیہ زیادہ فقیہ تھے۔ اور سالم رحمۃ اللہ علیہ سے ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اور علقمہ رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے فقہ میں کم نہ تھے۔ اگرچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو صحبت رسول اللہ ﷺ کی حاصل تھی مگر علقمہ رضی اللہ عنہ کو بھی فضل صحبت تھا' اور اسود رضی اللہ عنہ کو زیادہ تر فضل تھا' اور عبداللہ رضی اللہ عنہ تو خود عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مدلل اور دندان شکن تقریر سن کر اوزاعی خاموش ہو گئے۔

امام موفق کا قصیدہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں

امام ابوالموید موفق بن احمد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مناقب الامام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ میں کیا ہی اچھا لکھا ہے۔

عدا مذهب النعمان خير المذاهب   كذى القمر الوضاح خير الكواكب

حضرت ابوحنیفہ نعمان کا مذہب سب مذہبوں سے بہتر ہے   جیسا کہ روشن چاند سب ستاروں سے بہتر ہے

تفقه فی خیر القرون مع التقی ۔۔۔ فمذهبه لاشك خیر المذاهب

آپ خیر القرون میں تقویٰ کے ساتھ فقیہ بن گئے ۔۔۔ اس لئے آپ کا مذہب بیشک سب مذہبوں سے بہتر ہے

ولا عیب فیه غیر ان جمیعه ۔۔۔ خلا اذ تخلی عن جمیع المعائب

اور اس میں کوئی عیب نہیں سوائے اس کے کہ وہ سب ۔۔۔ تمام عیبوں سے پاک ہے

الدعواة قد اقر بحسنه ۔۔۔ واقراره بالحسن ضربة لازب

آپ کے سخت دشمن نے آپ کے مذہب کی خوبی کا اعتراف کیا ہے ۔۔۔ اور اس خوبی کا اعتراف کرنا لازم و ثابت ہے

مذاهب اهل الفقه عند تقلصت ۔۔۔ فاین عن الرومی نسبح العناکب

فقہا کے مذاہب آپ ہی کے مذہب سے نکلے ہیں ۔۔۔ مگر چادر رومی کی اور لکڑیوں کا جالا کہا

وکان له صحب بنور علومهم ۔۔۔ تجلی عن الاحکام سجف الغیاهب

اور آپ کے اصحاب ایسے تھے کہ ان کے علوم کی روشنی سے ۔۔۔ احکام سے تاریکیوں کے پردے اٹھ گئے

ثلاثة الاف والف شیوخه ۔۔۔ واصحابه مثل النجوم الثواقب

چار ہزار آپ کے شیوخ تھے ۔۔۔ اور آپ کے اصحاب روشن ستاروں کی مانند ہیں

اجتہاد کی تعریف اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مجتہد ہونا

امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کا مجتہد مطلق ہونا ایک ایسا مسلم مسئلہ ہے جس سے تیرہ سو برس کی مدت میں کسی سلیم الفطرت شخص نے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ میں اس پر ذرا روشنی ڈالتا ہوں۔

اجتہاد کی تعریف علمائے حدیث مثلاً بغوی رحمۃ اللہ علیہ' رافعی رحمۃ اللہ علیہ' علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ان لفظوں میں کی ہے کہ مجتہد وہ شخص ہے جو قرآن وحدیث' مذاہب سلف' لغت' قیاس' ان پانچ چیزوں میں کافی دستگاہ رکھتا ہو۔ یعنی مسائل شرعیہ کے متعلق جس قدر قرآن مجید میں آیتیں ہیں جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ جس قدر علم لغت درکار ہے' سلف کے جو اقوال ہیں' قیاس کے جو طریق ہیں۔ قریب کل کے جانتا ہو اگر ان میں سے کسی میں کمی ہے تو وہ مجتہد نہیں ہے اور اس کو تقلید کرنی چاہیے جیسا کہ ہم تقلید کے باب میں بالتفصیل لکھ آئے ہیں۔

جواب شبہ عدم انقطاع اجتہاد

اعتراض

اجتہاد کوئی نبوت نہیں جو ختم ہوگئی ہو' ہم بھی اجتہاد کر سکتے ہیں اور مجتہد کو سب کے نزدیک دوسرے مجتہد کی تقلید ناجائز ہے۔

جواب

قوت اجتہادیہ کا پایا جانا عقلاً یا شرعاً ممتنع ومحال تو نہیں ہے لیکن مدت ہوئی کہ یہ قوت مفقود ہے اور اس کا امتحان بہت سہل یہ ہے کہ فقہ کی ایسی کتاب سے جس میں دلائل مذکور نہ ہوں۔ کَیْفَ مَا اِتَّفَقَ مختلف ابواب کے سو سوالات فرعیہ جو قرآن مجید و حدیث شریف میں منصوص نہ ہوں' لئے جائیں اور کوئی صاحب علم اپنے اجتہاد مزعوم سے ان کے جواب قرآن و حدیث سے مستنبط کریں اور جن اصول پر استنباط کریں' ان کو بھی قرآن و حدیث کی عبارت یا اشارت یا دلیل عقلی شافی سے ثابت کریں۔ جب یہ جواب مکمل ہو جائیں پھر فقہاء کے جوابات اور ان کے ادلہ سے موازنہ کر کے انصاف کریں۔ اس وقت اپنے فہم کا مبلغ اور ان کے فہم کی قدر ان شاء اللہ تعالیٰ اس طرح واضح ہو جائے گی کہ پھر اجتہاد کا دعویٰ زبان پر نہ آئے گا۔ چنانچہ مبصرین کو محقق ہوگیا کہ چار صدی کے بعد یہ قوت مفقود ہوگئی۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ محدثین سابقین کو جس درجہ کا حافظہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا' وہ اب نہیں دیکھا جاتا۔ پھر جیسا قوت حافظہ نبوت نہیں مگر ختم ہوگئی اسی طرح قوت اجتہادیہ نبوت نہیں مگر ختم ہوگئی' اور مراد اس سے اس مرتبہ خاصہ کی نفی ہے جو مجتہدین مشہورین کو عطا ہوا تھا جس سے عامۂ حوادث میں استنباط احکام کر لیتے تھے اور مستقل طور پر اصول قائم کر سکتے تھے اور ایک دو مسئلوں میں دلائل کا موازنہ کر کے

ایک شق کو ترجیح دے لینا یا کسی جزئی مسکوت عنہ کو اصول مقررہ مدونہ میں مندرج کر کے حکم سمجھ لینا نہ اس کی نفی مقصود ہے اور نہ اس سے کوئی علے الاطلاق مجتہد بلا تقلید ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات مشاہدہ کی جاتی ہے کہ اس وقت قلوب میں نہ وہ خشیت ہے نہ احتیاط ہے۔ اگر کسی میں یہ قوت مذکورہ مان بھی لی جائے تب بھی اجتہاد کی اجازت دینے میں بے باک لوگوں کو جرأت دلاتا ہے کہ دین میں جو چاہیں گے کہہ دیا کریں گے' اور اب تو خوف فضیحت مخالفت کتب سے مسئلہ دیکھنے میں اور بتانے میں خوب احتیاط و اہتمام کرتے ہیں۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قیاس کا طریقہ

عبدالوہاب شعرانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ میزان میں لکھتے ہیں کہ ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میں ایک روز کوفہ کی جامع مسجد میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ پس ان کے پاس سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ مقاتل بن حبان رحمۃ اللہ علیہ حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے سوا اور بہت سے فقہاء تشریف لائے اور ان لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ہم کو خبر پہنچی ہے کہ آپ مسائل دین میں بہت قیاس کرتے ہیں' اور ہم آپ کے اس فعل سے ڈرتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا جو گمراہ ہو گیا۔ پس ان لوگوں سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ کے دن صبح سے دوپہر تک مناظرہ کیا اور ان کو اپنا مذہب اور طریقہ بتلایا کہ میں مسائل کو اولاً قرآن مجید سے استخراج کرتا ہوں' پھر حدیث کی طرف رجوع کرتا ہوں' اس کے بعد اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف جاتا ہوں' پھر ان میں جو متفق علیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے احکام ہیں ان کو مقدم کرتا ہوں مختلف فیہ ہونے پر سب کے بعد قیاس کرتا ہوں۔ پس تمام حاضرین آپ کی اس سچی تقریر کو سن کر دنگ رہ گئے

اور بصدق دل معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے سب کو معاف کر دیا۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ باوجود نص کے قیاس ہرگز ہرگز نہیں کرتے تھے۔ البتہ نص نہ ملنے کے وقت قیاس ضرور کرتے تھے اور یہ دستور ہمیشہ سے ایسا ہی چلا آیا ہے کہ نص کے نہ ملنے کے وقت قیاس کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں بھی یہی دستور اور طریقہ تھا۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

قیاس باطل اور قیاس صحیح کی تحقیق

قیاس باطل وہ ہے کہ باوجود حکم نص کے اس کے مقابلہ میں اور مخالفت میں اپنی رائے سے حکم مخالف نص کے دیا جائے اور اپنے قیاس فاسد کو معارض و مقابل حکم شریعت کا بنایا جائے کہ کوئی نص صریح یا خفی کسی طرح اس کے موافق نہ ہو بلکہ محض مخالفت جملہ نصوص کی کرے اور کوئی امر قیاس فاسد سے نکال کر سب نصوص کو رد کرے تو یہ امر باطل دوام کار شیطان لعین کا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے سجدہ کا حکم حضرت آدم علیہ السلام کی طرف فرمایا اور اس میں کوئی خفا نہ تھا۔ اللہ نے جان کر کہ جن عاری اور ملائکہ نوری اور آدم خاکی ہے سجدہ چاہا مگر اس پلید نے اپنے قیاس فاسد سے یہ نکال کر کہ نار خاک سے افضل و اعلیٰ ہے سجدہ کو خلاف مصلحت جانا' تو صریح نص اور جملہ نصوص کے خلاف بمقابلہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے یہ قیاس باطل کیا۔ پس ایسا کرنے والا شیطان کا ہمدم ہے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے۔ اَوَّلُ مَنْ قَاسَ اِبْلِیْسُ (دارمی ۶۵/۱) یعنی قیاس فاسد نص کے خلاف اول ابلیس نے کیا پس اسی بناء پر بعض لوگوں نے خوش فہمی سے مطلق قیاس کو ابلیس کا فعل قرار دے کر جملہ مجتہدین و علماء کو صحابہ سے لے کر آج تک گمراہ ٹھہرایا۔ معاذ اللہ اس قدر ہر اہل فہم پر روشن ہے کہ مقابل ضد شئے کو کہتے ہیں۔ پس قیاس مقابل نص کا وہی

ہوگا کہ کسی نص کے موافق نہ ہو ورنہ اگر ایک نص کے مقابل اور دوسری نص کے موافق ہوا تو مقابل نص کسی طرح اسے نہیں کہہ سکتے اور بسبب تعارض احادیث و نصوص کے یہ بالضرور صحابہ سے لے کر آخر تک سب کو واقع ہوا ہے' تو اس فرقہ کے نزدیک تمام امت گمراہ ہوئی اور لَاتَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃ بالکل غلط ہوا۔ (ترمذی' مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ دوسری فصل)

مسلمانو! یادرکھو کہ اگر کسی حادثہ میں حکم کی حاجت ہوتی ہے تو اگر وہاں نص آیت یا حدیث ایسی صریح موجود ہے کہ دوسرے معنی کی متحمل نہیں اور غیر منسوخ و غیر معارض تو وہاں کوئی قیاس نہیں کرتا کہ وہاں کوئی حاجت قیاس کی نہیں۔ یہ معنی ہیں کہ محل نص میں قیاس درست نہیں کہ جب خود شارع کا حکم موجود ہے تو کسی کے قیاس کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر خلاف حکم نص کے ثابت ہوگا تو لا حاصل ہوگا۔ مگر ہاں اگر یہ بات ثابت کرے کہ یہ حکم نص کا موافق عقل سلیم کے ہے تو یہ موجب قوت یقین کا ہو جاتا ہے اور تسلیم حکم نص کو نہایت معین ہوتا ہے کہ حکم نص کا بدیہی مثل مشاہد کے ہو جاتا ہے اور یہ قیاس نہیں بلکہ علت حکم کا ادراک ہے۔ یہ امر باتفاق امت درست و اعلیٰ درجہ علم کا ہے۔ مثلاً خروج بول و مذی ناقص وضو ہے اور خروج منی موجب غسل نہ کہے تو مخالف نص کے قیاس سے تعین ہوگا اور جو اپنی قوت ذہنی سے اس کی وجہ اور سبب تفرقہ کا بول و منی میں پیدا کرے' خواہ عقل سے خواہ دوسری نص کے حکم سے تو یہ عین علم ہے۔ اس میں کوئی عیب نہیں بلکہ باعث مدح ہے مگر اثبات حکم غسل کے واسطے تکلف کرنا فضول ہے لیکن یہ علم علمائے مجتہدین اور اولیائے کاملین کو حاصل ہوتا ہے اور یہ قیاس نہیں۔

اس تقریر سے اہل علم پر تفرقہ دلیل عقلی بیان کرنے کا اور بمقابلہ نص کے قیاس کرنے کا اور محل نص میں قیاس کرنے کا واضح ہو جائے گا اگر بغور علم اس میں

فکر صائب کرے گا اور اگر وہاں اس نص میں دو احتمال ہوں حقیقت مجاز کے سبب یا اشتراک معنی کے سبب یا بنظر ظاہر الفاظ اور نظر علت نص کی وجہ سے تو البتہ وہاں مجتہد کسی جانب کو ترجیح دیکر ایک جانب کو مقرر کر دیتا ہے اور دوسری جہت کو متروک العمل کرتا ہے۔ سو یہ ترجیح ایک معنی نص کی ہے' اور نص پر ہی عمل ہے۔ اس کو قیاس بمقابلہ نص کے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا بلکہ یہ خود اس ہی نص پر عمل کرنا ہے اور یہ عین سنت و فعل صحابہ اور تقریر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ جب آپ بنو قریظہ پر تشریف لے گئے تو یہ فرمایا لَا یُصَلِّیَنَّ اَحَدُ الْعَصْرَ اِلَّا فِیْ بَنِیْ قُرَیْظَةَ (بخاری ابواب المغاری کے باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ومخرجہ الی بنی قریظہ) یعنی ہرگز کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں۔ پس لشکر بنی قریظہ کو روانہ ہوا۔ جب غروب آفتاب قریب ہوا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہمیں بنی قریظہ سے ورے نماز کا حکم نہیں ہوا بلکہ منع فرمایا ہے' اگرچہ نماز قضا ہو جائے مگر ہم راہ میں نماز نہ پڑھیں گے۔ وہ نہ ٹھہرے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ آپ کی غرض جلد چلنے اور جلد پہنچنے کی ہے' نماز کو قضا کرنا نہ چاہیے۔ انہوں نے راہ میں نماز ادا کی۔ جب آپ کو خبر ملی تو دونوں گروہوں کو کچھ نہ فرمایا۔ غرض دونوں کی تقریر فرمائی۔

اب دیکھیے۔ ایک نص ہے اور معنی ظاہر اور حقیقی اس کے قبل بنی قریظہ پہنچنے کی نماز نہ پڑھنے کے ہیں۔ ایک جماعت نے اس پر عمل کیا کہ حقیقی معنی اور ظاہر معنی احق ہوتے ہیں اور اس وجہ کو ترجیح دی۔ اگرچہ پہلے سے آپ نے جان کر تاخیر صلوٰۃ و قضا کرنے کو منع فرمایا تھا۔ مگر اس جماعت نے اس روز حکم شارع پر بسبب نہی کے عمل کیا اور مصیب ہوئے اور یہ سمجھے کہ اس نص صریح سے آج کی عصر اس کلیہ سے مخصوص ہوئی ہے اور دوسری وجہ کو متروک العمل کیا اور دوسرے معنی اس

کے جو مجازی ہیں کہ راہ میں نماز نہ پڑھنے سے غرض جلد پہنچنا ہے نہ فوت کرنا نماز کا جو حقیقی معنی ہیں، پس دوسری جماعت نے اس ہی نص کے معنی مجازی قرار دیئے بسبب کلیۂ شرع کے قرآن میں صلوٰۃ کو کِتَاباً مَّوْقُوْتاً فرمایا ہے اور ترک صلوٰۃ کو حرام فرمایا ہے تو اس کلیۂ دین کو اصل قرار دیکر اس نص کو اس کے تابع کیا اور معنی مجازی لیکر راہ میں نماز پڑھی اور علت نص پر عمل کیا کہ وجہ ارشاد راہ میں نماز پڑھنے کی جلد پہنچنا ہے نہ ترک نماز اور یہ جماعت بھی مصیب ہوئی۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

پس سنت اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم سے ظاہر نص پر عمل کرنا اور علت نص پر عمل کرنا اور ظاہر کو چھوڑنا جو فقہا کرتے ہیں مشروع ہوگیا' اور آپ نے اس کی تقریر فرما دی جو قیامت تک معمول رہے گی اور دونوں طرح کا عمل مجتہدین میں موجود ہے اور اختلاف فروع میں اسی وجہ سے ہوا ہے۔ اب یہ قیاس بمقابلہ نص نہیں بلکہ اجتہاد فی مراد النص ہے اور جائز ہے اور سنت سے ثابت ہے۔ پس جو اس پر طعن کرتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر پر طاعن ہے اور اپنا دین برباد کرتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ فلاں کو قتل کرو کہ اس پر تہمت زنا تھی۔ آپ اس کی تلاش کو نکلے تو وہ چاہ میں نہاتا تھا۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر نکالا تو وہ مقطوع الذکر تھا۔ پس آپ نے اسے قتل نہ کیا اور آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے تصویب فرمائی۔ (صحیح مسلم کتاب التوبہ باب براءۃ حرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الریبۃ)

اب دیکھئے۔ حالانکہ قتل کا حکم دیا تھا اور نص صریح ظاہر تھی مگر لہٰذا جب قتل کی وجہ اس شخص میں جس پر حکم قتل تھا نہ پائی تو اس پر عمل نہ کیا اور بوجہ رفع علت حکم کے توقف کیا اور مصیب ہوئے۔ تو یہ شرع مقرر ہوگئی کہ اگر نص کی علت مرتفع ہو جائے تو اس پر عمل نہ کرنا چاہیے۔ مجتہدین نے اس سے یہ قاعدہ کلیہ سیکھ کر عمل کیا تو یہ قیاس و حکم بمقابلہ نص نہیں۔ بلکہ عمل بحکم نص ہے کہ اس پر عمل تب تک واجب تھا

جب تک کہ علت موجود تھی۔ اگر علت رفع ہو جائے تو پھر ظاہر الفاظ پر عمل نہ ہوگا تو یہ خود اقتضائے نص ہے اس کو ترک نص اور قیاس بمقابلہ نص اہل فہم ہرگز نہ کہیں گے۔

الحاصل جیسا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نص صریح واجب العمل کو ترک کیا بسبب اس کے کہ علت قتل کو جانتے تھے بارشاد فخر عالم علیہ السلام کے اور مرتفع ہونا علت کا معلوم کیا تھا بمشاہدہ اور اس ترک نص کی تصویب شارع علیہ السلام سے ثابت ہوئی۔ ایسے ہی جب مجتہد علت نص کو دریافت کرتا ہے کسی وجہ سے خواہ اشارۃ النص ہو یا عبارت و دلالت ہو خواہ استنباط ذہنی سے جو فحوائے کلیات شرع سے معلوم ہو اور پھر بسبب اس علت کے مرتفع ہونے کے نص پر عمل نہیں کرتا تو ظاہر میں جانتا ہے کہ اپنی رائے پر عمل کیا اور نص کو چھوڑا اور اس کا نام قیاس بمقابلہ نص رکھتا ہے مگر یہ غلط ہے بلکہ حکم نصوص سے۔ لہٰذا یہ عین عمل بالنصوص ہے نہ ترک نص اور یہ عمل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور تصویب فخر عالم علیہ السلام کی حجت شرعیہ ہے۔ اس پر طعن کرنا خود شارع علیہ السلام تک پہنچے گا۔

اگر کہیں دو نص متعارض جمع ہوں تو وہاں مجتہد بالضرور یا دونوں نص کو جمع کرتا ہے کسی طریق وجوہ جمع سے جو معمول و مقرر ہیں یا اگر ناسخ منسوخ ہوتا قطعاً یا بظن غالب بقرائن معلوم ہوا تو ناسخ پر عمل کرتا ہے یا قوت وضعف ثبوت کی وجہ سے قوی پر عمل کرتا ہے یا روایت کی فقیہ وغیر فقیہ ہونے کے بہت فقیہ کی روایت پر عمل کرنا اختیار کرتا ہے یا ایک روایت کو قواعد کلیہ نصوص وشرع سے مرجح کرتا ہے تو ان جملہ صورتوں میں ہرگز بمقابلہ نص کے قیاس نہیں ہوتا بلکہ دونوں نص پر یا ایک نص پر عمل ہوتا ہے۔ پس اسے بھی نہ عمل بالرائے کوئی عاقل کہے نہ بمقابلہ نص کے قیاس کہہ سکے بلکہ یہ خود نص پر عمل وحکم کرتا ہے اور یہ سب امور صحابہ رضی اللہ عنہم کے معمول ہیں اور ان سے ہی مجتہدین نے لئے ہیں۔ مثلاً کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

سے پوچھا کہ قرآن مجید میں دو آیتیں متعارض ہیں۔ (۱) فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (پ ۲۳ سورۃ صافات آیت نمبر ۵۰) (۲) فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (پ ۱۸ سورہ مومنون آیت نمبر ۱۰۱)

پہلی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک دوسرے سے سوال کرے گا لیکن دوسری آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہرگز سوال نہ ہوگا۔ آپ نے جواب دیا کہ عدم سوال نفخہ اولیٰ میں ہوگا اور سوال باہم بعد نفخۂ ثانیہ کے ہوگا۔ پس دونوں آیت کو جمع کر دیا۔ یہ بھی ایک طریق جمع کا منجملہ طرق کے ہے۔ اسی طرح جزئیات عملی میں جمع کیا جاتا ہے تو دونوں نص معمول رہتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث عصر کی فوات کی ممانعت کی اور عصر کی نماز قریظہ سے ورے نہ پڑھنے کو مجاز پر حمل کر کے جمع کر دیا ہے۔ یہ ہی نظیر اس کی ہے اور ناسخ منسوخ اور قوت ضعف کا انکار کسی کو بھی نہیں ہے۔ فقیہ کے قول و روایت کا معتبر ہونا اس سے ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَلْوُضُوْءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّار یعنی جو طعام آگ سے پختہ ہوا' اس کے کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تجدید وضو کرنا چاہیے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ گرم پانی سے بھی وضو نہ کرنا چاہیے۔ یعنی اگر مس نار موجب نقض وضو کا ہے تو گرم پانی سے وضو درست نہ ہوگا کہ وہ بھی آگ کا گرم کیا ہوا ہے۔ اور اگر گرم پانی کا استعمال متوضی کرے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

اب دیکھئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رد کر دیا۔ نہ بایں وجہ کہ تم غلط روایت کرتے ہو ورنہ ان کو روایت کذب کی وعید سے ڈراتے بلکہ بایں وجہ کہ تم نے معنی حقیقی ظاہر سے خود مطلب سمجھ لیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ تم کو فقہ حدیث کا حاصل نہیں ہوا کہ وضو سے نظافت کے لغوی معنی مراد ہیں نہ وضو اصطلاحی شرعی۔ لہٰذا وہ روایت فقہاء

صحابہ رضی اللہ عنہم کی کہ جس سے ترک وضو ثابت ہوتا ہے معمول ہوئی اور یہ روایت غیر فقیہ کی ترک کی۔

اسکے بہت نظائر ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی روایت کو رد کر دیا کہ وہ کہتی تھی کہ مطلقہ ثلث کو نفقہ و سکنی نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم کتاب و سنت کو ایک عورت کے قول و روایت سے رد نہیں کر سکتے۔ معلوم نہیں کہ اسے یاد رہا یا بھول گئی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سکنی نہ دینے کی وجہ خاص بیان کر دی جسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نہ سمجھی تھیں اور جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خبر ملی کہ حضرت عمر و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اہل میت کے رونے سے میت کو معذب ہونا روایت کرتے ہیں تو آیت قرآن سے جو مثل قاعدہ کلیہ کے ہے رد کیا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی' اور فرمایا کہ قرآن مجید تمہیں بس ہے۔

دیکھئے ایسے اکابر کے قول کو بسبب کلیہ شرعیہ کے معتبر نہ رکھا بلکہ بروئے تفقہ دونوں کو جمع کیا کہ معذب ہونے کو دوسری طرح بیان کیا جو کتب میں مذکور ہے۔

پس یہ سب معمولات صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہیں جن کو مجتہدین دین میں جاری کر گئے ہیں اور یہ تفقہ فی الدین ہے۔ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عہدۂ قضا سے انکار کرنا

(۱) منقول ہے کہ خلیفہ مروان بن محمد اموی کے عہد خلافت میں یزید بن ہبیرہ والی عراق و عجم نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کوفہ کا قاضی مقرر کرنا چاہا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا۔ اس پر یزید نے ان کو دس روز تک قید رکھا اور روزانہ کوڑے ان کو مارتا رہا مگر انہوں نے قاضی بننا منظور نہ کیا۔ بالآخر یزید نے تنگ آ کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو رہا کر دیا۔

(۲) منقول ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کوفہ سے بغداد میں طلب کیا اور ان کو قاضی القضات بنانا چاہا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکار فرمایا۔ خلیفہ نے قسم کھالی کہ ضرور ان کو اس عہدہ پر مامور کیا جائے گا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قسم کھائی کہ میں بھی ہرگز نہ منظور کروں گا۔ دونوں میں اس پر بہت کچھ حجت و بحث رہی لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ انکار ہی پر قائم رہے۔ خلیفہ نے تنگ آ کر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب خلیفہ نے ان کو عہدۂ قضا قبول کرنے پر مجبور کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں منصب قضا کے قابل نہیں ہوں۔ خلیفہ منصور نے کہا آپ جھوٹے ہیں' آپ سے بڑھ کر اس کام کیلئے کون ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا۔ جب میں جھوٹا ہوں تو آپ کو جھوٹے شخص کو قاضی بنانا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ وفات

بعض مورخین لکھتے ہیں کہ اس گفتگو کے بعد خلیفہ منصور رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو زبردستی قاضی بنا دیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دو دن عہدۂ قضا کا کام انجام دیا۔ پھر چند روز بیمار رہ کر انتقال فرمایا۔ ان کی وفات ماہ رجب یا ماہ شعبان ۱۵۰ھ میں ہوئی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بغداد میں قید خانہ کے اندر ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کو ایک پیالہ زہر ملا کر دیا گیا۔ آپ نے اس کے پینے سے انکار کیا اور فرمایا میں خودکشی نہیں کرتا۔ پھر وہ زبردستی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلق میں ڈال دیا گیا اور اسی زہر کے اثر سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقام دفن وغیرہ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ پر حسن بن عمان رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھائی اور

جملہ نمازیوں کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ بیس یوم تک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر لوگ نماز پڑھتے رہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بغداد کے مقبرہ خیزران میں دفن کئے گئے۔

آئمہ اربعہ کی سن ولادت اور سن وفات

ردالمحتار میں آئمہ اربعہ کے سال ولادت اور سال وفات اس طرح منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ ہجری میں ۷۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں ۸۹ سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۰۴ھ میں ۵۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہونے اور ۲۴۱ھ میں ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

دُعا

اَللّٰھُمَّ شَرِّفْنَا بِزِیَارَتِہٖ وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ اَحَبَّہٗ وَسَلَکَ مَسْلَکَہٗ وَاغْفِرْلَہٗ وَلِمَنْ تَبِعَہٗ یَوْمَ الدِّیْنِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمریوں کی فہرست

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اجتہادی مسائل قریباً بارہ سو برس سے تمام ممالک اسلامی میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی عظیم الشان اسلامی سلطنتوں میں ان ہی کے مسائل قانون سلطنت تھے اور آج کل بھی ہیں۔ اسلامی دنیا کا غالب حصہ ان ہی کے مسائل کا پیرو ہے۔ عربی' فارسی' ترکی بلکہ یورپ کی زبانوں میں ان کی متعدد سوانح عمریاں لکھی گئیں۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام میں جو رتبہ حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے

ہوسکتا ہے کہ جس کثرت سے ان کی سوانح عمریاں لکھی گئیں کسی کی نہیں لکھی گئیں اوران نامور شخصوں نے لکھیں جو خود اس قابل تھے کہ ان کی مستقل سوانح عمریاں لکھی جاتیں۔ چنانچہ منجملہ ان کے چند کتابوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔

۱) عقود المرجان۔ مصنفہ امام احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ
۲) قلائد عقود الدرو العقیان۔ مصنفہ امام احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ
۳) مناقب النعمان۔ مصنفہ امام محمد بن احمد بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ
۴) مناقب النعمان۔ مصنفہ شیخ ابو عبداللہ الصمیر ی حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ
۵) مناقب النعمان۔ مصنفہ ابوالعباس احمد بن الصلت الحمانی رحمۃ اللہ علیہ
۶) شقائق النعمان فے مناقب النعمان۔ مصنفہ علامہ جاراللہ زمخشری رحمۃ اللہ علیہ
۷) مناقب النعمان۔ مصنفہ موفق الدین بن احمد المکی الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ
۸) کشف لاآ ثار۔ مصنفہ امام عبد بن محمد الحارثی رحمۃ اللہ علیہ
۹) مناقب النعمان۔ مصنفہ امام ظہیر الدین المرغنیانی رحمۃ اللہ علیہ
۱۰) مناقب النعمان۔ مصنفہ امام محمد بن محمد الکروری رحمۃ اللہ علیہ
۱۱) مناقب النعمان۔ مصنفہ ابوالقاسم بن کاس رحمۃ اللہ علیہ
۱۲) کتاب الانتہا۔ مصنفہ قاضی بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ
۱۳) مناقب النعمان۔ مصنفہ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد احمد المعروف بابن ابی العوام رحمۃ اللہ علیہ
۱۴) مناقب ابی حنیفہ۔ مصنفہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ
۱۵) المواہب الشریفۃ
۱۶) بستان فی مناقب النعمان۔ مصنفہ شیخ محی الدین عبدالقادر القریشی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷) تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفہ۔ مصنفہ حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸) عقود الجمان فی مناقب النعمان۔ مصنفہ محمد بن یوسف بن علی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ
۱۹) الخیرات الحسان فی مناقب النعمان۔ مصنفہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
۲۰) قلاید عقود العقیان
۲۱) مناقب النعمان۔ مصنفہ شمس الدین احمد بن محمد السنواسی رحمۃ اللہ علیہ
۲۲) مناقب الامام الاعظم۔ مصنفہ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (فارسی)
۲۳) رسالہ فی فضل ابی حنیفہ۔ مصنفہ عتیق بن داؤد الیمانی رحمۃ اللہ علیہ
۲۴) نظم الجمان۔ مصنفہ شیخ صارم الدین ابراہیم بن محمد بن دقماق رحمۃ اللہ علیہ
۲۵) مناقب الامام اعظم۔ مصنفہ مولانا محمد کامی آفندی قاضی بغداد رحمۃ اللہ علیہ (ترکی)
۲۶) مناقب الامام اعظم۔ مصنفہ مستقیم زادہ سلیمان سعد الدین آفندی رحمۃ اللہ علیہ (ترکی)
۲۷) سیرۃ النعمان۔ مصنفہ مولانا شبلی نعمانی (اُردو)
۲۸) غرائب البیان فی مناقب النعمان۔ مصنفہ محمد عبدالغفار (اُردو)
۲۹) مواعظ حسنہ۔ مصنفہ مولوی عبدالمجید (اُردو)
۳۰) روح الایمان (اُردو)

ان کے علاوہ اور کئی سوانح عمریاں عربی' فارسی' اُردو میں ہیں جنکا نام بخوف طوالت چھوڑ دیا گیا۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو مذہبی علوم نہایت اوج اور ترقی پر تھے۔ وہ فقہ' حدیث' اسماء الرجال تھے۔ یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ جو لوگ ان علوم کے ارکان تھے اکثر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے شاگرد تھے' اور شاگرد بھی برائے نام شاگرد نہ تھے بلکہ مدتوں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے اور ان کی فیض صحبت کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور و معروف شاگرد

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگرد یہ ہیں۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ' امام محمد رحمۃ اللہ علیہ' امام زفر رحمۃ اللہ علیہ' اسد بن عمر رضی اللہ عنہ' عافیۃ الازدی رحمۃ اللہ علیہ' داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ' قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ' علی بن مسہر رحمۃ اللہ علیہ' یحییٰ بن زکریا رحمۃ اللہ علیہ' حبان رحمۃ اللہ علیہ' مندل رحمۃ اللہ علیہ' پس ان لوگوں کی عظمت و شان سے فقہ حنفی کی خوبی اور عمدگی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ساتھ ہی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بلند مرتبہ ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جس شخص کے شاگرد اس رتبے کے ہوں گے وہ خود کس پایہ کا بزرگ ہوگا۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و شان میں وکیع کی دلچسپ تقریر

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ کے حال میں جو ایک مشہور محدث تھے لکھا ہے کہ ایک موقع پر وکیع رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چند اہل علم جمع تھے۔ کسی نے کہا کہ اس مسئلہ میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے غلطی کی۔ وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیونکر غلطی کر سکتے ہیں جبکہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور زفر رحمۃ اللہ علیہ قیاس میں یحییٰ بن زایدہ' حفص بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ حبان رحمۃ اللہ علیہ مندل رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں۔ قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ لغت و عربیت میں۔ داؤد الطائی رحمۃ اللہ علیہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ زہد و تقویٰ میں۔ اس رتبہ کے لوگ جس شخص کے ساتھ ہوں وہ کہیں غلطی کر سکتا ہے اور اگر کرتا بھی تو یہ لوگ اس کو کب غلطی پر رہنے دیتے۔

امام صاحب کے نامور شاگرد ابو یوسف کا حال

قاضی صاحب کا نسب نامہ

آپ کا نام یعقوب رحمۃ اللہ علیہ ہے اور کنیت ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ مگر کنیت ہی سے

مشہور ہیں۔ ان کا نسب یہ ہے۔ قاضی یعقوب رحمۃ اللہ علیہ بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ بن صبہ رحمۃ اللہ علیہ۔ سعد قبیلہ انصار سے تھے' صحابی تھے۔ صبہ ان کی ماں کا نام ہے۔ انصار میں یہ اپنی ماں کے نام سے مشہور ہیں۔ سعد غزوہ خندق میں باجودیکہ نوعمر تھے۔ اس دن کافروں سے خوب لڑے اور بہت سے کفار کو قتل کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جرأت وشجاعت ملاحظہ فرما کر ان سے پوچھا۔ تم کون ہو۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قاضی صاحب کے حق میں

انہوں نے عرض کیا۔ میں سعد رحمۃ اللہ علیہ بن صبہ ہوں۔ آپ نے ان کو یہ دعا دی۔ خدائے تعالیٰ تم کو نیک بدلہ مرحمت فرمائے' پھر ان کے پر دست مبارک پھیرا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نیک نتیجہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ میں ظاہر فرمایا۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حافظ احادیث ہونا

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے باشندے تھے اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی ہیں عرصہ تک رہے۔ فقیہ حافظ احادیث نبویہ تھے۔ چالیس ہزار تو صرف موضوع حدیثیں ان کو یاد تھیں' صحیح احادیث کا کیا شمار۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہما ان کے شاگرد ہیں۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ ایسا قوی تھا کہ یہ اپنے استادوں کے پاس حدیثیں سننے جاتے تو ایک ایک جلسہ میں پچاس ساٹھ حدیثیں یاد کر لیتے' پھر وہاں سے اٹھ کر وہی حدیثیں بجنسہٖ دوسروں کو لکھا دیتے تھے۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عہدۂ قضا پر مامور ہونا

قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کو چھوڑ کر بغداد میں سکونت پذیر ہوئے اور خلفائے بنی عباسیہ میں سے تین خلیفہ مہدی' ہادی' ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک منصب قضا پر قائم رہے۔ سب سے اول قاضی القضات کا خطاب انہیں کو ملا۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تدریس

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ ان کی بڑی تعظیم و حرمت کرتا تھا۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ابتدائے عمر میں تحصیل علم فقہ و حدیث کے وقت غریب و نادار تھے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ان کی کفالت کرتے تھے۔ غربت کے باعث قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدین ان کو پڑھنے لکھنے سے روکا کرتے اور معاش دنیا حاصل کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے لیکن قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں ان کا کہنا نہ مانتے تھے۔ طالب علمی کی تکلیفیں برداشت کر کے تحصیل علم میں مصروف رہتے۔ رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم کا کمال عطا کیا۔ علم ہی کی بدولت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مراتب اعلیٰ پر پہنچا دیا۔ دین و دنیا کی بزرگی عنایت کی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ان کا مثل کوئی نہ تھا۔

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب فیصلہ

قاضی صاحب کے علم فقہ و اجتہاد کے متعلق ایک روایت مشہور ہے کہ عیسیٰ بن جعفر برمکی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک لونڈی حسینہ و جمیلہ تھی۔ خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ وہ لونڈی مجھ کو دے ڈالو۔ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا۔ خلیفہ نے کہا اچھا تو میرے ہاتھ فروخت ہی کر دو' اور جو قیمت چاہو مجھ سے لے لو۔ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر بھی نہ مانا۔ خلیفہ نے برہم ہو کر قسم کھائی کہ اگر یہ لونڈی مجھے نہ دو گے

تو میں تم کو قتل کرادوں گا۔ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قسم کھائی کہ اگر میں یہ لونڈی آپ کو دوں یا آپ کے ہاتھ بیچوں تو میرا مال خدا کی راہ میں خیرات ہے اور میرے سب لونڈی غلام آزاد ہیں اور بیوی کو طلاق۔ خلیفہ تو لونڈی پر مائل تھا' چاہا کہ کسی ترکیب سے لونڈی ہاتھ آئے۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر سارا قصہ کہہ سنایا۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سہل ترکیب ہے' نہ آپ کی قسم ٹوٹے اور نہ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی اور لونڈی بھی آپ کو مل جائے۔ ترکیب یہ ہے کہ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نصف لونڈی تو آپ کے ہاتھ فروخت کریں اور نصف آپ کو ہبہ کر دیں۔ ان کی قسم نہ ٹوٹے گی اور ان کا سارا مال بھی محفوظ رہے گا اور بیوی کو طلاق بھی نہ ہوگی۔ الغرض اس صورت سے لونڈی خلیفہ کے قبضہ میں آ گئی۔ پھر خلیفہ نے کہا کہ کوئی ایسی صورت جائز طور سے پیدا کیجئے کہ میں آج ہی اس لونڈی سے ہم صحبت ہوں کیونکہ اب مجھے تاب نہیں کہ ایک لحظہ بھی اس کی مفارقت گوارا کرسکوں۔ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ آپ لونڈی کو آزاد کر کے ابھی اس سے نکاح کر لیجئے اور شوق سے ہم صحبت ہو جایئے۔ خلیفہ اس وقت فتوے سے ازبس خوش ہوا' اسی وقت لونڈی کو آزاد کر کے بیس ہزار دینار مہر پر اس سے گواہوں کے سامنے نکاح کرلیا اور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دو لاکھ درہم اور بیس جوڑے کپڑے خلعت نذر گذارے۔

نتیجہ حکایت

اس حکایت سے قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کمال تبحر علمی اور فقہ دانی کا ثبوت ہوتا ہے۔ ہاں کوئی جاہل بدطینت یہ خیال نہ کرے کہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولویانہ چال سے خلیفہ کی خوشی کر دی اور ایک رقم معتد بہ خود بھی انعام میں وصول کی۔ ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ وہی اس ترکیب کے علاوہ کوئی دوسری صورت نکالے کہ جس میں خلیفہ کی بھی قسم نہ ٹوٹے اور عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنا سارا مال مع بیوی

کے بچا سکے۔ فَتَدَبَّرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت ووفات

قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۳ یا ۱۱۷ھ میں بمقام کوفہ میں پیدا ہوئے اور بروز پنج شنبہ ظہر کے وقت ۵ ربیع الاول ۱۸۲ یا ۱۹۲ھ میں بمقام بغداد فوت ہوئے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا تعلیم وتدریس

آپ کا اسم مبارک محمد ہے۔ والد آپ کے حسن بن فرقد شیبانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ کے والد شام سے عراق میں آ کر بمقام واسط سکونت پذیر ہوئے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ واسط میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں نشوونما پائی۔ علم حدیث حاصل کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس میں برسوں حاضر باش رہے۔ قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ سے علم فقہ پڑھا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے علم حدیث کی تعلیم پائی۔ پھر تصنیف میں مشغول ہوئے تو صدہا کتابیں لکھ ڈالیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ آپ نے نوسوننانوے (۹۹۹) کتابیں تصنیف کیں۔

آپ کا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ سے نکاح کرنا

آپ بڑے فصیح' ادیب' لغت دان تھے۔ ماہرین فن آپ کے قول کو سند جانتے تھے۔ آپ کے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان اکثر مباحثے ہوتے رہے ہیں۔ آپ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ سے نکاح کیا اور اپنا کتب خانہ اور سارا مال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ کر دیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے علم سے ایک اونٹ کے بوجھ برابر علم حاصل کیا۔ نیز ان کا قول

ہے کہ میں بجز امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کسی دوسرے کو جسیم اور ذکی الطبع نہیں دیکھا۔

آپ کا عہدۂ قضا

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو رقہ کا قاضی کر دیا تھا پھر آپ کو عہدۂ قضا سے معزول کیا گیا' پھر آپ بغداد میں تشریف لے گئے اور خلیفہ ہی کے پاس رہے۔ جب خلیفہ رے کی جانب گیا تو یہ بھی اس کے ہمراہ تھے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات بیشمار ہیں اور انہیں کتابوں پر فقہ حنفی کا دارو مدار ہے منجملہ ان کے مشہور عام کتابیں یہ ہیں۔ (۱) مبسوط' یہ کتاب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی تصنیف ہے۔ (۲) جامع صغیر' اس کتاب میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تمام اقوال لکھے ہیں۔ کل ۱۵۳۲ مسائل ہیں۔ (۳) جامع کبیر۔ اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کے ساتھ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال بھی لکھے ہیں۔ ہر مسئلہ کے ساتھ دلیل بھی ہے۔ متاخرین حنفیہ نے اصول فقہ کے جو مسائل قائم کئے ہیں زیادہ تر اسی کتاب کی طرز استدلال و طریق استنباط سے کئے ہیں۔ (۴) زیادات۔ جامع کبیر کے تصنیف کے بعد جو فروع یاد آئے وہ اس میں درج کئے۔ (۵) کتاب الحج۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے اور تین برس وہاں رہ کر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا پڑھی۔ اہل مدینہ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف رکھتے تھے۔ آپ نے مدینہ سے آ کر یہ کتاب لکھی۔ اس میں آپ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال نقل کر کے حدیث' اثر' قیاس سے ثابت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب صحیح ہے اور دوسروں کا غلط۔

ان کتابوں کے علاوہ اور کتابیں بھی آپ کی مشہور ہیں۔ مثلاً سیر صغیر و کبیر' کیانیات' جرجانیات' رقیات' ہرادنیات وغیرہ

آپ کی پیدائش اور وفات کی تاریخ

آپ ۱۳۵ھ یا ۱۳۸ھ یا ۱۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور مضافات رے میں بمقام قریہ رنبویہ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ اسی سال امام کسائی نحوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وفات پائی۔ چنانچہ خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حسرت کے ساتھ کہا۔ میں نے فقہ اور علوم عربیہ کو رے میں دفن کر دیا۔

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کا نسب نامہ

آپکا نسب نامہ یہ ہے۔ زفر رحمۃ اللہ علیہ بن ہذیل بن قیس بن سلیم معد بن عدنان کی نسل سے ہیں۔ حنفی مذہب کے بڑے فقیہ تھے۔ عالم و عابد تھے۔ ابتداء میں آپ کو حدیث کا شوق تھا اور محدثین میں سے تھے۔ پھر ان کو اجتہاد و استنباط مسائل کا ذوق پیدا ہوا اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی۔ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں آپ کا کوئی مثل نہ تھا۔ بصرہ میں قاضی مقرر تھے۔

آپ کی پیدائش اور وفات کی تاریخ

۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ماہ شعبان ۱۵۸ھ میں وفات پائی۔

شاگردوں کی لیاقت سے استاد کی قابلیت کا اندازہ

شاگرد کا رتبہ و اعزاز استاد کیلئے باعث فخر خیال کیا جاتا ہے اگر یہ فخر صحیح ہے

تو اسلام کی تمام تاریخ میں کوئی شخص امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر اس فخر کا مستحق نہیں ہے کیونکہ جو لوگ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ بڑے بڑے آئمہ مجتہدین کے شیخ اور استاد تھے۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میں نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بار شتر علم حاصل کیا ہے۔ (دیکھو تہذیب الاسما واللغات نووی رحمۃ اللہ علیہ)

قصیدہ فارسی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں

مرحبا حضرت نعمان چہ فضائل داری　　دل عالم بسوئے خویش تو مائل داری
تا بچہل سال نخفتی بشب آنگاہ گہے　　تا بسی سال نخوردی چہ شمائل داری
پنج و پنجاہ حج کعبہ بکردی مبرور　　نور حق دیدی وصد بار چہا دلداری
ختم قرآں بشب در وز بکردی دوبار　　بالیقیں نزد خدا نیک منازل داری
پنجصد رکعت در ہر شب بحضور قلبت　　کردی واشک فشاں واہ چہ حاصل داری
ختم مصحف بخدا کردۂ توہفت ہزار　　مر بجائے کہ بمردی چہ فضائل داری
گہ بغیبت نکشادی لب شیریں خود را　　بخدا علم وعمل ہر دو تو کامل داری
بقضا نکبت جانکاہ بداوند بسے　　مردی ولیک نکردی چہ خصائل داری
خوش کہالت کہ چو بویوسف وہم ابن حسن　　نیک شاگرد سخن سنج مسائل داری
من نگویم کہ بجز فقہ ترانیست کمال　　کانچہ داری بخدا خوشتر و کامل داری
عمل وعلم فطانت ادب و زہد تراست　　قوت اخذ مسائل بدلائل داری
مذہب را نگر فتہ فقط اہل علوم　　بل بسے از فقرا پیرو کامل داری
زہ تبحر بحدیث است ترا قربانت　　کہ مدلل بآحادیث مسائل داری
دعوے علم حدیث تونکردم بغلو　　پانزدہ بلکہ مسانید دلائل داری

اے ہنر پوش سخن چین ز تعصب بگذر　مکنش ذم اگرت عقل و شمائل داری
بیں بتحقیق بانصاف چہ خوار زی گفت　زانکہ زوبیش نہ تفتیش دلائل داری
تو بچرخ ہنرش کے رسی اے ظاہر بیں　اشہبت دور زکاخش بمراحل داری
لمعۂ فضل و کمالش بدلت چوں تابد　تہ بتہ زنگ تعصب ہمہ حائل داری
توچہ دانی عمق لجۂ فقہ نعمان　زورق فہم و فراست سر ساحل داری
حبّــذا بخت ہمایونت صوفی شادباش　مقتدائت شہ ارباب فواضل داری

نماز حنفی مدلل کے اگلے حصوں کے دلائل مسائل کا نمونہ

فقہ حنفی کے مسائل کا حدیث کے مطابق ہونا

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مسائل احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں۔ چنانچہ بعض بے دین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیدہ و دانستہ احادیث کی مخالفت کی۔ لیکن جو ذرا سمجھ دار ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک احادیث کا استقصا نہیں کیا گیا تھا اسلئے بہت سی حدیثیں ان کو نہیں پہنچیں۔ مگر ان کا یہ خیال بھی سراسر غلط اور لغو اور بے بنیاد ہے۔ گو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک پورے طور پر کتابی صورت میں حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھی لیکن امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دستور کے مطابق باضابطہ علم حدیث مختلف محدثوں سے حاصل کیا تھا۔ اسی واسطے بڑے بڑے فقیہ اور محدثین آپ کے پیرو ہوئے اور انہوں نے آپ کی تحقیق کو تسلیم کیا۔ چنانچہ وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ جن کی روایتیں صحیح بخاری میں بکثرت موجود ہیں اور جن کی نسبت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ میں نے ان سے بڑھ کر کسی کو حافظ العلم نہیں دیکھا۔ یحیٰی بن سعید بن القطان رحمۃ اللہ علیہ جو فن جرح و تعدیل کے موجد ہیں۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ

نے جو حافظ الحدیث تھے۔ یہ سب بزرگ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل کی تقلید کرتے تھے۔ (حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ)

خلاصہ یہ کہ فقہ حنفی کا کوئی مفتی بہ مسئلہ حدیث صحیحہ کے خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ ہم اس مضمون کو اس کے حصوں میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھیں گے تا کہ ناظرین کو کسی طرح کا شبہ اور بدگمانی فقہ حنفی کی نسبت نہ رہے اور وہ صدق دل سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جھنڈے تلے آ کر درجات عالی حاصل کرے اور باعث نجات اخروی ہو اور عذاب آخرت سے محفوظ رہے۔

نماز حنفی مدلل کے حصوں کی خوبی

ناظرین کتاب ہذا (مقدمۃ الکتاب) کی حوصلہ افزائی اور تسکین خاطر کیلئے نماز حنفی کے باقی حصوں کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے تا کہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ جو کچھ اس کتاب کا دعویٰ ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے کہ اس کے ہر ایک فقہی مسئلہ کو احادیث نبویہ سے تطبیق دی گئی ہے جس کی حنفیوں کو سخت ضرورت ہے کیونکہ آج تک کسی نے ایسی جامع کتاب اس التزام اور اس پابندی کے ساتھ تصنیف نہیں کی۔ الحمدللہ یہ کمی بھی راقم الحروف کے ہاتھوں پوری ہوئی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے متمتع کرے) چنانچہ پندرہ مشہور و معروف فقہی مسائل جن کی نسبت مخالفین اور معترضین آئے دن حنفیوں کو تنگ کیا کرتے تھے کہ فقہ حنفیہ کے یہ مسائل خلاف احادیث نبویہ ہیں بطور نمونہ مرقوم کئے جاتے ہیں تا کہ ناظرین ان اعتراضات کے جواب کے دلائل کو بنظر انصاف دیکھ کر اپنے تمام شک و شبہ رفع کر لیں۔ علاوہ ازیں اس کے اگلے حصے جن میں ان احادیث کا بالتفصیل اور بالتشریح بیان کیا گیا ہے منگوا کر توسیع خیالات اور علمی معلومات کا ذخیرہ فراہم کر کے سعادت دارین اور نجات اخروی حاصل کریں۔ (وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ) (مصنف)

ایک مثل کے بعد ظہر کے وقت کا باقی رہنے کا ثبوت

(۱) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہر کا وقت دو مثل تک باقی رہتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَارَادَ الْمُؤَذِّنُ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ يُّؤَذِّنَ فَقَالَ لَهٗ اَبْرِدْ حَتّٰى سَاوَى الظِّلُّ التُّلُوْلَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ (رواہ البخاری ج ۱ ص ۸۷ باب الاذان للمسافرین) یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ مؤذن نے ارادہ کیا کہ اذان کہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ذرا ٹھنڈا وقت ہونے دے پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپ نے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے۔ پھر مؤذن نے ارادہ کیا' آپ نے پھر فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے۔ یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

وجہ استدلال ظاہر ہے کہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ ٹیلہ کا سایہ جس وقت اس کے برابر ہوگا تو اور چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ معلوم ہوگا۔ جب اس وقت اذان ہوگی تو ظاہر ہے کہ عادۃً فراغ صلوٰۃ کے قبل ایک مثل سے سایہ تجاوز کر جائے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک مثل کے بعد وقت باقی رہتا ہے اور ایک استدلال حدیث قیراط سے مشہور ہے۔

اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا ثبوت

(۲) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو کر کے اندام نہانی کو ہاتھ لگانے

سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث شریف ہے۔ عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَنْ مَسِّ الرَّجُلِ ذَکَرَہٗ بَعْدَ مَا یَتَوَضَّأُ قَالَ وَھَلْ ھُوَ اِلَّا بِضْعَۃٌ مِّنْہُ رَوَاہُ اَبُوْدَاوٗد وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیُّ وَرَوَی ابْنُ مَاجَۃَ یعنی حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص بعد وضو کے اپنے اندام نہانی (شرم گاہ) کو ہاتھ لگائے تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی آدمی ہی کا ایک پارہ گوشت (جسم کا حصہ) ہے (یعنی ہاتھ لگانے سے کیا ہوگیا) روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے اس کے قریب قریب۔ (مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب مایوجب الوضوء دوسری فصل' ابوداؤد ج۱ ص ۲۶' ترمذی ج۱ ص۱۳' ابن ماجہ ص ۳۷)

اس مضمون کو کسی حصے میں بڑی شرح وبسط کیساتھ لکھا گیا ہے۔ (مصنف)

عورت کو چھونے سے وضو کے نہ ٹوٹنے کا ثبوت

(۳) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث شریف ہے۔ عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُ بَعْضَ اَزْوَاجِہٖ ثُمَّ یُصَلِّیْ وَلَا یَتَوَضَّأُ رَوَاہُ اَبُوْ دَاؤُدُ وَالتِّرْمِذِیُّ وَالنَّسَائِیْ وَابْنُ مَاجَۃَ یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیتے پھر بدوں تجدید وضو نماز پڑھ لیتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے (مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب مایوجب الوضو دوسری فصل' ابن ماجہ ص ۳۸)

(۲) عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ کُنْتُ اَنَامُ بَیْنَ یَدَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَرِجْلَایَ فِیْ قِبْلَتِہٖ فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِیْ فَقَبَضْتُ رِجْلَیَّ وَاِذَا قَامَ

بَسَطْتُهُمَا قَالَتْ وَالْبُيُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيحُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب السترۃ تیسری فصل) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رو برو سوتی رہا کرتی اور میرے پاؤں آپ کی نماز کے رخ ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو میرا بدن ہاتھ سے دبا دیتے۔ میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے میں پھر پھیلا لیتی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ان دنوں گھروں میں چراغوں کی عادت نہ تھی۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔ (بخاری ج۱ص۷۳، مسلم ج۱ص ۱۹۸)

پہلی حدیث شریف سے قبلہ اور دوسری حدیث شریف سے لمس کا غیر ناقص وضو ہونا ظاہر ہے۔ اس کی مفصل بحث کسی اگلے حصے میں کی گئی ہے۔ (مصنف)

چوتھائی سر کے مسح کرنے کا ثبوت

(۴) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھائی سر پر مسح کرنے سے فرض وضو ادا ہو جاتا ہے۔ (البتہ سنت پورے سر کا مسح ہے) آپکے دعوے کی دلیل یہ حدیث شریف ہے۔ (۱) عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَسَحَ بِنَاصِيَتِهٖ الحدیث رَوَاهُ مُسْلِمٌ یعنی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب سنن الوضو پہلی فصل ص ۴۶، مسلم ج۱ص ۱۳۴ باب المسح علی الخفین)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپ نے پورے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ صرف اگلے حصہ کا کیا اور مسح کے معنی میں ہاتھ پھیرنا اور اگر ہاتھ سر پر پھیرنے کیلئے رکھا جائے تو بقدر ربع سر کے ہاتھ کے نیچے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتنے مسح سے بھی وضو کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔

وضو میں بسم اللہ کے شرط نہ ہونے کا ثبوت

(۵) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر وضو میں بسم اللہ نہ پڑھے تب بھی وضو ہو جاتا ہے البتہ ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ آپکے دعوے کی یہ حدیث شریف ہے۔(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ ذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوَّلَ وُضُوْئِهٖ طَهَرَ جَسَدَهٗ كُلَّهٗ وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ لَمْ يُطَهِّرْ مِنْهُ اِلَّا مَوْضِعَ الْوُضُوْءِ اخرجه رزين (مشکوۃ کتاب الطہارۃ باب سنن الوضو تیسری فصل، بیہقی ج۱ ص۴۴) یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام لے اس کا تو کل بدن پاک ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کا نام نہ لے یعنی بسم اللہ نہ کہے تو اسکے صرف اعضائے وضو پاک ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔

سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں فرض صرف اعضائے وضو کا دھونا ہے نہ تمام اعضائے بدن کا جب بدوں بسم اللہ پڑھے ہوئے اعضائے واجب التطہیر ظاہر ہو گئے تو اس کا وضو ادا ہو گیا۔

نماز میں بسم اللہ کے آہستہ پڑھنے کا ثبوت

(۶) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز میں بسم اللہ پکار کر نہ پڑھے۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے۔(۱) عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا يَذْكُرُوْنَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فِيْ اَوَّلِ قِرَاءَةٍ وَلَا فِيْ اٰخِرِهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز

پڑھی سب حضرات الحمد سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ نہ پڑھتے تھے نہ قرأت کے اول میں نہ آخر میں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب حجة من قال لایجھر بالبسملة ج۱ص۱۷۲)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ نہ الحمد میں بسم اللہ پکار کر پڑھی جاتی تھی نہ سورۃ میں۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے پڑھنے کا ثبوت

(۷) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک امام کے پیچھے کسی نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری' نہ الحمد پڑھے اور نہ سورۃ پڑھے۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے۔(۱) عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ الْاَشْعَرِیِّ وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاِذَا قَرَاَ فَاَنْصِتُوْا الحدیث رواہ مسلم و ابوداؤد والنسائی و ابن ماجة یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ وابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب امام نماز میں کچھ پڑھا کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التشہد فی الصلوٰۃ)

اس حدیث میں نہ سری کی قید ہے نہ جہری کی' نہ الحمد کی نہ سورت کی' بلکہ نماز بھی مطلق ہے اور قرأت بھی مطلق۔ اس لئے سب کو شامل ہے۔ پس دلالت مقصود پر واضح ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَاْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب القراءۃ فی الصلوٰۃ پہلی فصل) یعنی بدوں الحمد کے نماز نہیں ہوتی۔ ابوداؤد محدث نے حضرت سفیان سے جو بڑے مجتہد اور محدث ہیں اس کے یہ معنی نقل کئے ہیں۔لمن یصلی وحدہ یعنی اس شخص کیلئے ہی کہ اکیلا نماز پڑھتا ہو نہ اس شخص کیلئے جو امام کے ساتھ پڑھے اور اس کی تائید اس حدیث موقوف سے ہوتی ہے۔عَنْ اَبِیْ نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنِ

عَبْدَاللّٰهِ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيْهَا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَلَمْ يُصَلِّ اِلَّا وَرَاءَ الْاِمَامِ هذا حديث حسن رواه الترمذی یعنی ابونعیم وہب بن کیسان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ صحابی رضی اللہ عنہ سے سنا' فرماتے تھے کہ جوکوئی ایک رکعت بھی ایسی پڑھے جس میں الحمد نہ پڑھی ہو تو اس کی اور کوئی صورت بجز اس کے نہیں کہ اس نے امام کے پیچھے پڑھی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس حدیث کو انہوں نے حسن صحیح کہا ہے۔ (ترمذی ج۱ ص۴۰ باب ما جاء فی ترک القراءۃ خلف الامام' موطا امام مالک ص ۶۸)

دوسرا جواب

دوسرا جواب حدیث لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ کا یہ ہے کہ اس میں قرأت عام ہے حقیقیہ اور حکمیہ کو یعنی خود پڑھے یا امام کے پڑھنے کو اسی کا پڑھنا قرار دیا جائے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ رواه ابن ماجة یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت گویا اسی شخص کی قرأت ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۶۱)

رفع اشکال وتعارض

اس تاویل کی نظیر کہ رفع تارض کیلئے قرأت کو عام لے لیا۔ حقیقی اور حکمی کو حدیث میں موجود ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس تاویل کی تقریر فرمائی۔ وہ حدیث مختصراً یہ ہے عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ فِيْ اِتْيَانِهِ الطُّوْرَ وَلِقَائِهٖ كَعْبًا قَالَ كَعْبٌ هِيَ اٰخِرُ سَاعَةٍ مِّنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ قَبْلَ اَنْ تَغِيْبَ الشَّمْسُ فَقُلْتُ اَلَيْسَ قَدْ سَمِعْتَ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یُصَادِفُھَا مُؤْمِنٌ وَّھُوَ فِی الصَّلٰوۃِ وَلَیْسَتْ تِلْکَ السَّاعَۃُ صَلٰوۃٌ قَالَ اَلَیْسَ قَدْ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی وَجَلَسَ یَنْتَظِرُ الصَّلٰوۃَ فَھُوَ فِیْ صَلٰوۃٍ حَتّٰی تَاْتِیَہُ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ تَلِیْھَا قُلْتُ بَلٰی قَالَ فَھُوَ کَذٰلِکَ رَوَاہُ النَّسَائِیُّ یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان کے کوہ طور پر تشریف لے جانے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ملنے کے قصہ میں روایت ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ ساعت قبولیت کی یوم جمعہ کی آخری ساعت ہے آفتاب غروب ہونے سے پہلے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ساعت قبولیت کسی مومن کو نماز پڑھتے ہوئے ملی اور حالانکہ یہ وقت نماز کا نہیں ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ جو شخص نماز پڑھ کر اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو وہ اگلی نماز کے آنے تک نماز ہی میں رہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں واقعی فرمایا ہے انہوں نے فرمایا بس یونہی سمجھ لو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

رفع اشکال و تعارض

یہ جو ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَاتَفْعَلُوْا اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّہٗ لَاصَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَاْ بِھَا (مشکوۃ باب القراءۃ فی الصلوۃ دوسری فصل) یعنی میرے پیچھے اور کچھ مت پڑھا کرو بجز الحمد کے کیونکہ جو شخص اس کو نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس سے مقتدی پر فاتحہ کا وجوب نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ چونکہ فاتحہ میں یہ شرف ہے کہ نماز کا وجود یا کمال علی اختلاف الاقوال اس کی قرأت پر موقوف ہے گو وہ قرأت حکمیہ ہی کیوں نہ ہو جیسا اوپر گذرا۔ اس شرف کی وجہ سے اس میں بہ نسبت دوسری سورتوں کے یہ خصوصیت آگئی کہ ہم اس کی

قرأت حقیقیہ کی بھی اجازت دیتے ہیں اور گو مازاد علی الفاتحہ بھی موقوف علیہ وجود یا کمال صلوٰۃ کا ہے علی اختلاف الاقوال لیکن اس کی کوئی فرد معین موقوف علیہ نہیں اور فاتحہ بالتعیین موقوف علیہ ہے۔ پس غایۃ ما فی الباب مفید جواز کو ہے اور نہی سے استنباط ہونا اس کے مناسب بھی ہے' اور اول حدیث میں جو انصتوا صیغہ امر کا ہے وہ مفید نہی عن القراءۃ کو ہے۔ پس حسب قاعدہ اذا تعارض المبیح والمحرم ترجح المحرم جواز کو منسوخ کہا جائے گا۔ اب کسی حدیث سے اس مسئلہ پر شبہ نہیں رہا۔

اس مضمون کو ایسی عمدگی اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ کسی حصے میں لکھا گیا ہے کہ منکر کو سوائے تسلیم کے چارہ نہیں۔ ناظرین اس کا دوسرا حصہ ضرور ملاحظہ کریں۔

رفع یدین کے نہ کرنے کا ثبوت

(۸) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں کرے۔ پھر نہ کرے چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے۔ (۱) عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُاللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍ وَفِی الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ حَدِیْثُ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِیْثٌ حَسَنٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ یعنی حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں' پھر نماز پڑھائی اور صرف اول بار میں یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور اس حدیث کو حسن کہا اور یہ بھی کہا کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء رضی اللہ عنہ سے بھی آئی ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ۳۵' ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۶' نسائی ج ۱ ص ۱۶۱)

(۲) عَنِ الْبَرَاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْهِ اِلٰی قَرِیْبٍ مِنْ اُذُنَیْهِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤُد یعنی حضرت

براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کرتے اور پھر نہ کرتے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (ابوداؤد ج اص ۱۱۶)

اس مضمون کو بڑی شرح وتفصیل کے ساتھ کسی حصے میں لکھا گیا ہے۔

آمین کے آہستہ کہنے کا ثبوت

(۹) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آمین جہری نماز میں بھی آہستہ کہے۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے۔ (۱) عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ اٰمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ رواہ الترمذی (ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی التامین) یعنی حضرت علقمہ بن وائل رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھ کر پست آواز سے آمین فرمائی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور عینی میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد وطیالسی اور ابویعلی موصلی اپنے مسانید میں اور طبرانی اپنے معجم میں اور دار قطنی اپنے سنن میں اور حاکم اپنے مستدرک میں ان لفظوں سے لائے ہیں وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ یعنی پوشیدہ آواز سے آمین فرمائی اور حاکم کتاب القراۃ میں لفظ خفض لائے ہیں اور حاکم نے اس حدیث کی نسبت یہ بھی کہا ہے۔ صَحِيْحُ الْاِسْنَادِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ یعنی اس کی سند صحیح ہے اور پھر بھی بخاری ومسلم اس کو نہیں لائے۔ اور ترمذی نے جو اس پر شبہات نقل کئے ہیں علامہ عینی نے سب کا جواب دیا ہے۔ چنانچہ اس کا خلاصہ حاشیہ نسائی مجتبائی جلد ا صفحہ ۱۴۸ میں مذکور ہے۔

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت

(۱۰) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قیام میں ہاتھ زیر ناف باندھنے چاہئیں۔

چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے۔(۱) عَنْ اَبِی جُحَیْفَةَ اَنَّ عَلِیًّا قَالَ مِنَ السُّنَّةِ وَضْعُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ یعنی حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جائے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔ (ابوداؤد وضع الیمنی علی الیسریٰ)

(۲) عَنْ اَبِی وَائِلٍ قَالَ قَالَ اَبُوْهُرَیْرَةَ اَخْذُ الْکَفِّ عَلَی الْکَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ رواہ ابوداؤد یعنی حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ کا پکڑنا ہاتھ سے نماز کے اندر ناف سے نیچے ہے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

(۳) عَنْ اَبِی جُحَیْفَةَ اَنَّ عَلِیًّا قَالَ السُّنَّةُ وَضْعُ الْکَفِّ فِی الصَّلٰوةِ وَیَضَعُهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ اَخْرَجَهٗ رَزِیْنٌ یعنی حضرت ابی جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سنت کا طریقہ ہے چاہیے کہ رکھے دونوں ہاتھوں کو نماز میں ناف کے نیچے۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔

یہ وہی پہلی روایت ہے وہاں ابوداؤد مخرج تھے یہاں رزین ہیں اور دلالت سب حدیثوں کی مطلوب پر ظاہر ہے۔

قعدہ اخیرہ کا قعدہ اولیٰ کی طرح بیٹھنے کا ثبوت

(۱۱) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قعدہ اخیرہ میں اسی طرح بیٹھیں جس طرح قعدہ اولیٰ میں بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے۔(۱) عَنْ عَائِشَةَ فِی حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِی کُلِّ رَکْعَتَیْنِ التَّحِیَّةَ وَکَانَ یَفْرِشُ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَیَنْصِبُ رِجْلَهُ الْیُمْنٰی رَوَاهُ مُسْلِمٌ (مشکوۃ کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ پہلی فصل، مسلم ج ا

ص۱۹۴) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور بائیں پاؤں کو بچھاتے تھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا رکھتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔ اس حدیث میں افتراش کی ہیئت میں آپ کی عادت کا بیان ہے جو اطلاق الفاظ سے دونوں قعدوں کو شامل ہے اور اقتران جملہ متضمنہ فی کل رکعتین کا مؤید عموم ہونا مزید برآں ہے۔

(۲) عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِيْنَةَ قُلْتُ لَاَنْظُرَنَّ اِلٰى صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمَّا جَلَسَ يَعْنِيْ لِلتَّشَهُّدِ افْتَرَشَ رِجْلَهُ الْيُسْرٰى وَوَضَعَ يَدَهُ الْيُسْرٰى يَعْنِيْ عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى وَنَصَبَ رِجْلَهُ الْيُمْنٰى قَالَ اَبُوْعِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ اَكْثَرِ اَهْلِ الْعِلْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ یعنی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مدینہ میں آیا تو میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا۔ پس جب آپ تشہد کیلئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور داہنا پاؤں کھڑا کیا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے۔ (ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب کیف الجلوس فی التشہد)

ہر چند کہ فعل کیلئے فی نفسہ عموم نہیں ہوتا مگر جب قرائن موجود ہوں تو عموم ہوسکتا ہے۔ یہاں ایک صحابی کا نماز دیکھنے کیلئے اہتمام کرنا جس کیلئے عادۃً لازم ہے کہ مختلف نمازیں دیکھی ہوں پھر اہتمام سے اس کا بیان کرنا یہ قرائن ہیں کہ اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اس کو بھی بیان کرتے کیونکہ سکوت موہم غلطی ہے اس سے ظاہر یہ ہے کہ دونوں قعدوں کی ہیئت یہی تھی۔

(۳) عَنْ عَبْدِاللّٰهِ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تَنْصِبَ الْقَدَمَ الْيُمْنٰى وَاسْتِقْبَالُهٗ بِاَصَابِعِهَا الْقِبْلَةَ وَالْجُلُوْسَ عَلٰى

الْمُسْرٰی رواہ النسائی یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنے باپ سے یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ سنت نماز کی یہ ہے کہ قدم کو کھڑا کرو اور اس کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ کرو اور بائیں پر بیٹھو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔ (سنن نسائی مترجم ج ۱ ص ۳۵۷)

یہ حدیث چونکہ قولی ہے اور قول میں عموم ہوتا ہے اس لئے اس کی دلالت میں وہ شبہ بھی نہیں۔

پہلے اور تیسری رکعت میں اٹھنے کے وقت نہ بیٹھنے کا ثبوت

(۱۲) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلی اور تیسری رکعت سے جب اٹھنے لگے تو سیدھا کھڑا ہو جائے بیٹھے نہیں۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَنْهَضُ فِی الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ قَالَ اَبُوْعِيْسٰى حَدِيْثُ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں پر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر عمل ہے اہل علم کے نزدیک۔ (ترمذی شریف ابواب الصلوٰۃ باب کیف النھوض من السجود)

اس مضمون کو کسی حصے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ ناظرین اس کا اگلا حصہ منگوا کر ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں ہر ایک بات کو مدلل باحادیث نبویہ اور مکمل بمسائل جزئیہ لکھا گیا۔ (ابوالبشیر مولوی محمد صالح حنفی نقشبندی مجددی گدی نشین)

قضائے سنت فجر کو طلوع آفتاب کے بعد ادا کرنے کا ثبوت

(۱۳) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جماعت میں ملنے سے جس شخص کی فجر

کی سنت رہ جائے وہ آفتاب کے نکلنے کے بعد پڑھے۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ صحیح حدیث ہے۔ (۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ فَلْیُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ (ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی اعادتھما بعد طلوع الشمس) یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی دو رکعت سنت نہ پڑھی ہو وہ ان دونوں کو بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ (مزید دلائل کیلئے دیکھو اگلا حصہ۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

وتر کی تین رکعت ہونے اور قبل الرکوع پڑھنے کا ثبوت

(۱۴) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرے لیکن دو رکعت پر التحیات کیلئے قعدہ کرے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور قنوت سے پہلے دونوں ہاتھ اٹھا کر اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہے۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ احادیث صحیح ہیں۔ (۱) عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ فِی الْوِتْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی وَفِی الرَّکْعَةِ الثَّانِیَةِ بِقُلْ یٰاَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ وَفِی الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَلَا یُسَلِّمُ اِلَّا فِیْ اٰخِرِهِنَّ الحدیث (نسائی ج۱ ص ۲۴۸) (۲) عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَانَ یُوْتِرُ بِثَلٰثِ رَکَعَاتٍ وَفِیْهِ وَیَقْنُتُ قَبْلَ الرُّکُوْعِ (۳) عَنْ سَعِیْدِ بْنِ هِشَامٍ اَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَانَ لَایُسَلِّمُ فِیْ رَکْعَتَیِ الْوِتْرِ یعنی خلاصہ ان تینوں حدیثوں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرتے تھے بالکل اخیر میں پھیرتے تھے اور قنوت قبل رکوع کے پڑھتے تھے۔ روایت کیا ان تینوں حدیثوں کو نسائی نے۔ (۴) عَنْ عَائِشَةَ فِیْ حَدِیْثٍ طَوِیْلٍ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ

عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ اَلتَّحِیَّۃُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے (۵) اَخْرَجَ الْبَیْھَقِیُّ وَغَیْرُہٗ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ مَسْعُوْدٍ رَفْعَ الْیَدَیْنِ مَعَ التَّکْبِیْرِ فِی الْقُنُوْتِ یعنی بیہقی وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے قنوت میں اللہ اکبر کے ساتھ رفع یدین کرنا روایت کیا ہے۔

مجموعہ احادیث سے مجموعہ مطالب ظاہر ہے اور مسلم کی حدیث میں لفظ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ اپنے عموم سے وتر کی اولین کو شامل ہونے میں نص صریح ہے۔

نماز فجر میں دعائے قنوت کے نہ پڑھنے کا ثبوت

(۱۵) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔ چنانچہ آپ کے دعوے کی یہ حدیث صحیح ہے۔ (۱) عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیِّ قَالَ قُلْتُ لِاَبِیْ یَا اَبَتِ اِنَّكَ قَدْ صَلَّیْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ ھٰھُنَا بِالْکُوْفَۃِ نَحْوًا مِّنْ خَمْسِ سِنِیْنَ اَکَانُوْا یَقْنُتُوْنَ قَالَ اَیْ بُنَیَّ مُحْدَثٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَالنِّسَائِیُّ وَابْنُ مَاجَہ (ترمذی ابواب الصلوٰۃ باب فی ترک القنوت) یعنی حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اور پانچ سال تک یہاں کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا یہ حضرات قنوت پڑھا کرتے تھے (یعنی نماز فجر میں کیونکہ یہ حدیث اسی میں وارد ہے) انہوں نے کہا کہ بیٹا یہ بدعت ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔ (دوسرا حصہ ضرور ملاحظہ کرو جس میں انکو تفصیل سے لکھا ہے۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ)

نماز مومن کی معراج ہے

تصنیف لطیف

مولانا ابوالبشیر محمد صالح نقشبندی مجددی

ترتیب جدید

مولانا محمد عبدالاحد قادری

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

Phone
0333-4383766
042-7213575

قادری رضوی کتب خانہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور
Phone
0333-4383766
042-7213575

مؤلف

حضرت علامہ مولانا ابوالبشیر محمد صالح نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ترتیب جدید

مولانا محمد عبدالاحد قادری

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
0333-4383766
042-7213575